13.153
رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ (القرآن)
"اللہ اُن سے راضی اور وہ اُس سے راضی" (ترجمہ کنزالایمان)
فضائلِ
صحابہ واہلِ بیت
رضی اللہ عنہم
تصنیف: حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.
WWW.MUFTIAKHTARRAZAKHAN.COM

اہلسنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی صلی اللہ علیہ وسلم

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ (القرآن)
"اللہ اُن سے راضی اور وہ اُس سے راضی" (ترجمہ کنزالایمان)

فضائلِ صحابہ و اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

تصنیف:

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی

زاویہ پبلشرز
8-C (محیٔ الدین بلڈنگ) داتا دربار مارکیٹ۔ لاہور
فون 042-7248657 فیکس 042-7112954
Mob: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466
Email:zaviapublishers@yahoo.com

زاویہ پبلشرز

98097

2009

بار اوّل ــــــــــــ ۱۰۰۰

ہدیہ ــــــــــــ 160 روپے

زیر اہتمام
نجابت علی تارڑ

ملنے کے پتے

کتاب گھر، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5552929
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
مکتبہ قادریہ، پُرانی سبزی منڈی، کراچی	0213-4944672
مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی	0213-4219324
مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی	0213-2216464
حنفیہ پاک پبلی کیشنز، کھارادر، کراچی	
مکتبہ سخی سلطان، حیدر آباد	0321-3025510
مکتبہ قادریہ، سرکلر روڈ، گوجرانوالہ	055-4237699
مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ لاہور	0423-7226193
کتب خانہ حاجی مشتاق احمد، ملتان	061-4545486
مکتبہ ابوحنیفہ، جامعہ نعیمیہ، گڑھی شاہو، لاہور	0300-4986439
قادری کتب خانہ، قائداعظم روڈ، میلسی	0307-6666422

فہرست

تقریظ جلیل

استاذ العلماء علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی
سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم
والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

ایک مسلمان کے لیے مرکزِ محبت و اطاعت اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے۔اس کے حکم کی بناء پر تمام مخلوق سے زیادہ محبت، عقیدت اور اطاعت اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی ہونی چاہیے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

”تم فرماؤ، اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ، اور تمہاری کمائی کے مال، اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے، اور تمہارے پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) لائے، اور اللہ فاسقوں کو راہ (ہدایت) نہیں دیتا“۔(التوبۃ:۲۴، کنز الایمان)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

”تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اُسے اُسکے والد، اُس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوجاؤں“۔(متفق علیہ)

حضور ﷺ کے بعد چونکہ جس مخلوق سے بھی محبت کی جائے گی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے تعلق اور نسبت کی بناء پر ہوگی، اس لیے ایک مسلمان کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے بعد سب سے مقدس ہستیاں اہل بیت کرام اور صحابہ

کرام ﷺ کی ہیں۔ اہل سنت و جماعت دونوں سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں اور رکھنی بھی چاہیے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور ﷺ
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی ﷺ

پیشِ نظر کتاب ''فضائلِ صحابہ و اہل بیت'' اہل سنت و جماعت کے نامور عالم، مبلغِ اسلام، پیر طریقت حضرت مولانا سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف لطیف ہے، جس میں انہوں نے بڑے عمدہ انداز میں صحابہ و اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل و مناقب بیان کیے ہیں اور اختلافی مسائل میں اہل سنت و جماعت کا موقف بھی بیان کیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جو بات کی ہے با حوالہ کی ہے۔ مختصر یہ کہ یہ ایک ایمان افروز کتاب ہے جس کا مطالعہ ہر مسلمان کو کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا فیض تادیر اور دور دراز تک جاری وساری رکھے، آمین یارب العالمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

۵ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ
محمد عبدالحکیم شرف قادری

۶ جنوری ۲۰۰۶ء
لاہور

تقریظ جلیل

مفسرِ قرآن علامہ مفتی عبدالرزاق چشتی بھترالوی مدظلہ العالی

شیخ الحدیث جامعہ جماعتیہ مہر العلوم راولپنڈی

☆☆☆☆

الحمد لله ساتر العيوب وغافر الذنوب وقابل التوبة واليه اتوب والصلوة والسلام على سيدنا محمد المحبوب وعلى آله واصحابه الذين جاهدوا فی سبيل الله باموالهم وانفسهم وما مسهم من لغوب اما بعد

فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ م بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ "O (الحدید:۱۰)

''اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث (مالک) اللہ ہی ہے۔ تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے''۔

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ)

اس آیت کریمہ سے بہت واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تمام صحابہ کرام سے جنت کا وعدہ ہے ہاں البتہ جن صحابہ کرام نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا ان کا مرتبہ بلند ہے بنسبت ان صحابہ کرام کے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔

خیال رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ حضرات ہیں جنہوں نے حالتِ ایمان میں نبی کریم ﷺ کی صحبت اختیار کی ہو، یعنی آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا ہو اور

حالتِ ایمان پر ہی دنیا سے رخصتی حاصل ہو۔

لہٰذا مطلقاً صحابہ کرام کا لفظ جب بولا جائے گا تو وہ تمام صحابہ کرام کو شامل ہوگا، اسی کے ضمن میں اہل بیت اطہار بھی آئیں گے اور خلفائے راشدین بھی، تاہم بالخصوص خلفائے راشدین اور اہل بیت کے فضائل بھی احادیث مبارکہ میں موجود ہیں۔

قال رسول الله ﷺ اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم۔

(رواہ رزین عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

رسولُ اللہ ﷺ نے فرمایا، میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جن کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ انه قال وهو أخذ بباب الکعبة سمعت النبی یقول الا ان مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا ومن تخلف عنها هلک۔

(رواہ احمد، مشکوٰۃ باب مناقب اہل البیت)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کے دروازے کو پکڑے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسولُ اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا، خبردار! بیشک میرے اہل بیت تم میں اس طرح ہیں جس طرح نوح علیہ السلام کی کشتی تھی۔ جو اس میں سوار ہوگیا وہ نجات پا گیا، اور (کفر کی وجہ سے) پیچھے ہٹا رہا وہ ہلاک ہوگیا۔

فکذا من التزم محبتهم ومتابعتهم نجا فی الدارین والا فهلک فیهما۔

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۹۹)

اسی طرح جس نے اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑا اور ان کی تابعداری کی وہ دونوں جہانوں یعنی دنیا و آخرت میں نجات پا گیا، اور جس نے اہل بیت سے محبت نہ کی اور ان کی تابعداری نہ کی تو وہ دونوں میں ہلاک ہوگیا۔

''ولو کان یفرق المال والجاه او احدهما'' اس کے مال خرچ کرنے اور اس کے مرتبہ و وجاہت کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

وحسنه الصغانی فی کشف الحجاب شبه الدنیا بما فیها من الکفر والضلالات والبدع والجهالات والاهواء الزائغة ببحر لجی یغشاه موج من فوقه موج من فوقه سحاب ظلمات بعضها فوق بعد وقد احاط باکنافه واطرافه الارض کلها ولیس منه خلاص ولامناص الا تلک السفینة وهی محبة اهل بیت الرسول وما احسن انضمامه مع قوله مثل اصحابی مثل النجوم من اقتدی بشیٔ منه اهتدی۔
(مرقاۃ ج ۱۱ص ۴۰۰)

علامہ صغانی رحمہ اللہ نے کشف الحجاب میں بہت خوب بیان کیا ہے کہ دنیا اور اس میں پائی جانے والی گمراہیاں اور کفر، بدعات اور جہالتیں اور غلط قسم کی خواہشات کو سمندر سے تشبیہ دی گئی ہے کہ سمندر میں بہت زیادہ طغیانی ہو، موجوں پر موجیں ہوں، اور سخت سیاہ بادل بھی چھائے ہوئے ہوں جنہوں نے زمین کے کناروں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہو تو اس حالت میں بغیر کشتی اور ستاروں کی راہنمائی کے نجات ممکن نہیں۔ اسی طرح گمراہی سے بچنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیت کی محبت کی کشتی پر سوار ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر کفر و جہالت، گمراہی و بدعات سے چھٹکارا ممکن نہیں۔ اور صحابہ کرام کو رسولُ اللہ ﷺ نے ستاروں کی طرح فرمایا ہے۔
اس سے پتہ چل گیا کہ جب تک ستاروں سے راہنمائی حاصل نہ کی جائے تو کشتی کا کنارے پر پہنچنا ممکن نہیں۔

خوب تر سے خوب ترین:

ونعم ما قال الامام فخرُ الدین الرازی فی تفسیره نحن معاشر اهل السنة بحمد الله رکبنا سفینة محبة اهل البیت واهتدینا بنجم هدی اصحاب النبی فنرجوا النجاة من اهوال القیامة ودرکات الجحیم والهدایة الی مایوجب درجات الجنان والنعیم المقیم۔(مرقاۃ ج ۱۱ص ۴۰۰)

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں کیا خوب فرمایا ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت

بحمد اللہ محبتِ اہلبیت کی کشتی پر سوار ہیں، اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام جو ستاروں کی طرح ہیں، ان سے ہدایت حاصل کر رہے ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں قیامت کی ہولنا کیوں سے نجات حاصل کرنے کی، اور جہنم کے مقامات سے بچنے کی، اور امید رکھتے ہیں جنت کے اعلیٰ مقامات کو حاصل کرنے کی اور دائمی نعمتوں کے حصول کی۔

وعن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اللہ اللہ فی اصحابی لاتتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک ان یأخذہ۔ (رواہ الترمذی، مشکٰوۃ باب مناقب الصحابۃ)

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو میرے صحابہ کے بارے میں، میرے بعد ان کو موردِ طعن وتشنیع نہ بنانا۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ہی ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ہی ان سے بغض رکھا، اور جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی، جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گرفت میں لے لے۔

وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ احبوا اللہ لما یغذوکم من نعمۃ واحبونی لحب اللہ واحبوا اھل بیتی لحبی۔ (رواہ الترمذی، مشکٰوۃ باب مناقب اہل بیت النبی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کہ اس نے نعمت کا رزق عطا کر رکھا ہے، اور اللہ کی محبت کی وجہ سے میرے ساتھ محبت رکھو، اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔

بس ایمان اسی چیز کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور

اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی محبت حاصل ہو۔

واتفق اهل السنة افضلهم ابوبكر ثم عمر قال جمهورهم ثم عثمان ثم علی۔

اہلسنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرام سے افضل حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر اور جمہور اصحاب علم کا یہ قول ہے کہ پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

قال ابومنصور البغدادی اصحابنا مجمعون علی ان افضلهم الخلفاء الاربعة علی الترتیب المذکور ثم تمام العشرة ثم اهل بدر ثم احد ثم بیعة الرضوان وممن له مزیة اهل العقبتین من الانصار وکذلک السابقون الاولون وهم من صلی الی القبلتین۔

ابومنصور بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہمارے اصحاب کا اس مسئلہ میں اجماع ہے کہ خلفائے راشدین کی جو ترتیب خلافت میں پائی گئی ہے وہی ان کے درجات میں بھی ہے۔ سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں وہی سب سے افضل ہیں۔ اور دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور اس لحاظ پر دوسرا مرتبہ آپ کا ہے۔ اور تیسرے مرتبہ پر خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، اس لحاظ پر تیسرا مرتبہ آپ کو حاصل ہے۔ اور چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اس لحاظ پر آپ کا درجہ چوتھا ہے۔

پھر مرتبہ عشرہ مبشرہ کو حاصل ہے پھر بدر میں شریک صحابہ کرام کا مقام ہے پھر درجہ غزوہ احد میں میں شریک حضرات کا ہے پھر بیعتِ رضوان والوں کا ہے پھر وہ انصار جنہوں نے عقبہ اولیٰ اور ثانیہ پر بیعت کی پھر السابقون الاولون، یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔

واما علی رضی اللہ عنہ فخلافته صحیحة بالاجماع وکان هو الخلیفة فی وقته لاخلافة لغیره۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح ہے اس مسئلہ پر اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے۔ جب آپ خلیفہ تھے اس وقت کوئی اور خلیفہ نہیں تھا۔

واما معاویة ﷜ فھو من العدول والفضلاء والصحابة النجباء ۔

حضرت امیر معاویہ ﷜ عادل اور فضلاء اور عظیم المرتبت صحابہ کرام سے ہیں۔

صحابہ کرام کے اختلافات پر ارشادِ مصطفوی:

وعن عمر بن الخطاب﷜ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضها اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشیئ مما ھم علیه من اختلافھم فھو عندی علی ھدی ۔(رواہ رزین، مشکوۃ باب مناقب الصحابۃ)

حضرت عمر بن خطاب ﷜ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے رب سے میرے بعد میرے صحابہ میں واقع ہونے والے اختلافات کے بارے میں سوال کیا تو رب تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ اے محمد! بیشک تمہارے صحابہ میرے نزدیک اس طرح ہیں جس طرح آسمان پر ستارے ہیں۔ جس طرح ستارے بعض بعض پر قوی ہیں، ایسے ہی تمہارے صحابہ کے بعض کے بعض پر درجات بلند ہونگے، ہر ایک کو نور حاصل ہوگا۔ جس شخص نے ان میں سے کسی کے قول پر بھی عمل کیا تو میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا۔

صحابہ کرام کے اختلافات میں صحابہ کی تین قسمیں ہوگئیں:

جب صحابہ کرام﷡ کی آپس میں جنگ ہوئی تو،

فقسم ظھر لھم بالاجتھاد وان الحق فی ھذا الطرف وان مخالفه باغ فوجب علیھم نصرته وقتال الباغی علیه فیما اعتقدوہ ففعلوا ذلک ولم یکن یحل لمن ھذہ صفة التأخر عن مساعدته امام العدل فی قتال البغاة فی اعتقادہ وقسم عکس ھؤلاء ظھر لھم بالاجتھاد وان الحق فی الطرف الآخر فوجب علیھم مساعدته وقتال الباغی علیه، وقسم ثالث اشبھت علیھم القضیه وتحیروا فیھا ولم یظھر لھم ترجیح احد الطرفین فاعتزلوا الفریقین وکان ھذا الاعتزال ھو

الواجب فی حقهم۔
صحابہ کرام کی جنگوں میں بعض صحابہ کرام نے ایک فریق کو حق پر سمجھا اور دوسرے کو ناحق۔ ان پر واجب ہو گیا کہ وہ حق کا ساتھ دیں، وہ پہلے فریق کے ساتھ ہو گئے۔ اور بعض حضرات نے دوسرے فریق کو حق پر سمجھا اور پہلے فریق کو ناحق سمجھا، ان پر واجب ہو گیا کہ وہ دوسرے فریق کا ساتھ دیں اور پہلے سے دور رہیں۔ اور بعض لوگوں پر مشتبہ رہا، وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ حق پر کون اور ناحق کون ہیں، ان پر واجب ہو گیا کہ وہ کسی ایک کا بھی ساتھ نہ دیں کیونکہ ناحق کا ساتھ دینا ظلم ہے۔

فکلهم معذورون ولهذا اتفق اهل الحق ومن یعتد به فی الاجماع علی قبول شهاداتهم وروایاتهم وکمال عدالتهم رضی الله عنهم اجمعین۔
تمام صحابہ کرام کو آپس میں جنگوں کے مسئلہ میں معذور سمجھا گیا، اسی مسئلہ پر اہلِ حق کا اتفاق ہے اور جن حضرات کا شریعت میں اجماع معتبر ہے وہ بھی اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرام کی گواہیاں اور روایات اور کامل عدالت معتبر ہے۔
(ماخوذ از نووی شرح مسلم ج ۲ باب فضائل الصحابة)

اہل علم کی تحقیق سے انحراف کا نتیجہ:

مذکورہ بالا جو اہل علم کی تحقیق پر مبنی بحث پیش کی[1]، جب اس سے انحراف کیا گیا تو کوئی گستاخِ اہل بیت بن گیا اور کوئی گستاخِ صحابہ کرام بن گیا۔

من لم یدخل السفینة کالخوارج هلک مع الهالکین فی اول وهلة ومن دخلها ولم یهتد بنجوم الصحابة کالروافض ضل ووقع فی ظلمات لیس بخارج منها۔
جو اہل بیت کی محبت کی کشتی پر سوار نہ ہوا خارجیوں کی طرح تو وہ ابتدائی مرحلہ میں ہی ہلاک ہو گیا، اور جو کشتی میں تو سوار ہو گیا لیکن محبتِ صحابہ کرام سے ہدایت حاصل نہ کی جو ستاروں کی طرح ہیں تو وہ رافضیوں کی طرح گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکتا ہی رہے

گا، اسے نکلنے کی کوئی راہ نظر نہیں آئے گی۔

اس بھنور سے نکلنے کی راہ:

رواہ احمد عن انس مرفوعاً ان مثل العلماء فی الارض کمثل النجوم فی السماء یھتدی بھا فی ظلمات البر والبحر فاذا انطمست النجوم اوشک ان تضل الھداۃ۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۴۰۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مرفوع حدیث بیان کی (یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا) کہ علماء زمین میں اس طرح ہیں جس طرح آسمان میں ستارے ہیں، ستاروں سے خشکی اور تری کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کی جاتی ہے، اگر ستارے بے نور ہو جائیں تو راہنما بھٹک جائیں۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ علماء کرام بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لاتے ہیں۔ ان اصحابِ علم میں سے ہادیٔ برحق، واصل الی الحق، محبّ الحق، (پیر طریقت، راہبر شریعت) حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی بھی ہیں جو اپنے زہد و تقویٰ اور تحقیق بھری حسین تقاریر سے تو پہلے ہی لوگوں کی راہنمائی فرمارہے تھے، لیکن اب آپ نے تھوڑے سے عرصہ میں بہت بڑا تصنیفی کام کیا ہے۔

اب زیرِ نظر کتاب ''فضائلِ صحابۂ واہلبیت'' میں آپ نے صحابہ کرام کی شان اور اہل بیت کی شان قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے تصنیف فرما کر بھٹکی ہوئی دنیا کو راہ راست پر لانے کی عظیم کوشش فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور قارئین کرام کو اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ان کی عاقبت سنور جائے۔ آمین ثم آمین۔

خاکپائے اولیاء کرام وعلماء کرام،

عبدالرزاق بھترالوی حطاروی

پیش لفظ

الحمد للہ الواحد الغفار والصلوٰۃ والسلام علی النبی المختار وعلی آلہ الاطہار واصحابہ الاخیار

تمام تعریفیں اللہ ﷻ کے لیے جس نے ہمیں اپنے محبوب رسول سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے امتی ہونے کا اعزاز بخشا اور ہمیں اہلبیت اطہار ﷺ کی محبت کی کشتی عطا فرمائی تا کہ اس میں سوار ہو کر ہم دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت کے سمندر میں ڈوبنے سے محفوظ رہیں پھر ہماری راہبری کے لیے صحابہ کرام ﷺ کو آسمانِ ہدایت کے ستارے بنا دیا تا کہ ہم معصیت وگمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے کی بجائے ان ستاروں کی راہنمائی سے منزلِ مقصود پالیں۔

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں درود
اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنی تئیس (۲۳) سالہ تبلیغی جدوجہد اور تربیتی کاوشوں کے بعد صحابہ کرام ﷺ کی صورت میں ایک ایسی جماعت تیار فرما دی جو بعد میں آنے والی امت کے لیے راہنما اور ہادی بنے اور ان مقدس نفوس پر ہمیشہ اعتماد کیا جائے۔

اگر خدانخواستہ صحابہ کرام لائقِ اعتماد نہ رہیں تو پھر دین کی کسی چیز پر اعتماد ممکن نہ رہے گا کیونکہ آقا ومولیٰ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی ہر ہر بات ہم تک انہی مقدس نفوس کے ذریعے پہنچی ہے لہٰذا صحابہ کرام ﷺ پر عدم اعتماد دراصل دین ہی پر عدم اعتماد ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے،

”جیسا ہم نے بھیجا تم میں ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا“۔ (البقرۃ:۱۵۱، کنز الایمان)

اس آیتِ مقدسہ کے اول مخاطبین صحابہ کرام ﷺ ہیں لہٰذا اس آیت مبارکہ سے معلوم

ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو پاک کر دیا اور انہیں کتاب وحکمت سکھائی۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے پاک ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ یہ بہت بڑا اعزاز ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نصیب ہوا کہ قرآن مجید نے دوطرفہ رضامندی کی گواہی دی، رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ۔

اب جن مقدس نفوس سے رب تعالیٰ راضی ہونے کا اعلان فرمائے اور کوئی یہ کہے کہ ''میں ان سے راضی نہیں ہوں'' (معاذ اللہ) تو کیا یہ رب تعالیٰ سے بغاوت اور دشمنی نہیں؟ حدیثِ قدسی ہے، جس نے میرے کسی ولی سے عداوت رکھی، اُس کے خلاف میرا اعلانِ جنگ ہے۔ (بخاری)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو رب تعالیٰ کے ایسے دوست ہیں کہ رب تعالیٰ نے ان سب سے جنت اور مغفرت کا وعدہ بھی فرمایا ہے، وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الۡحُسۡنٰى۔ اس ضمن میں متعدد آیات مبارکہ اس کتاب میں مذکور ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے الاصابہ کے دیباچہ میں امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے، ''جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ رسول کریم ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کی تنقیص کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ برحق ہیں، قرآن مجید برحق ہے اور جو دین آقا و مولیٰ ﷺ لائے ہیں، وہ برحق ہے۔ اور یہ سب چیزیں ہم تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پہنچائی ہیں (تو گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کے گواہ ہیں)۔ اور یہ لوگ ہمارے گواہوں پر جرح وتنقید کر کے کتاب وسنت کو باطل کرنا چاہتے ہیں لہٰذا یہ لوگ خود جرح وتنقید کے لائق ہیں اور یہ بدمذہب اور زندیق ہیں''۔ (الاصابہ ج۱:۱۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ میری امت کے جس شخص سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں میرے صحابہ کی محبت

ڈال دیتا ہے۔(الصواعق المحرقۃ:۱۲،ترمذی)
پس حضور ﷺ کی آل، ازواج، اولاد اور اصحاب رضی اللہ عنہم سے محبت، انکی تعظیم اور انکی تعلیمات پر عمل ایمان کی علامات میں سے ہے اور ان سے بغض وعناد، ایمان و عاقبت کی تباہی کا سبب ہے۔ سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے،'' وہ شخص ایمان ہی نہیں لایا جس نے آپ کے اصحاب کی تعظیم نہیں کی''۔
حضور ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے، جب میرے صحابہ کا ذکر ہو رہا ہو تو خاموش رہا کرو یعنی انکے متعلق اچھی بات کہو ورنہ خاموش رہو۔(الصواعق المحرقۃ:۳۲۴)
بعض لوگ نہ جانے کیوں صحابہ کرام اور اہلبیت اطہار سے بغض رکھتے ہیں۔ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ'' امام حسین رضی اللہ عنہ صحابی نہیں تھے کیونکہ صحابی ہونے کے لیے حضور ﷺ کے ساتھ ملاقات کے وقت بالغ ہونا شرط ہے''۔حالانکہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ بالغ ہونے کی شرط مردود ہے۔امام بخاری، امام احمد اور جمہور محدثین رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔(فتح الباری ۷:۳)
حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کے متعلق فرماتے ہیں،'' بیشک وہ مسلمانوں کے سردار اور علماء صحابہ میں سے ہیں''۔(البدایہ والنہایہ ۸:۲۰۳)
امام حسن رضی اللہ عنہ و امام حسین رضی اللہ عنہ صرف صحابی نہیں بلکہ صاحبِ روایت صحابی ہیں۔
امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں، حسین رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے حدیث روایت کی ہے۔(الاستیعاب ۱:۱۴۵)
امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی گواہی ملاحظہ کیجیے۔حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے جد پاک رسول کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔(تہذیب التہذیب ۲:۲۴۵)
امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے بھی سنن میں امام حسین رضی اللہ عنہ سے حدیث پاک روایت کی ہے۔
امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد کے شاگرد امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

یَا اَھْلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ حُبُّکُمْ فَرْض" مِّنَ اللّٰہِ فِی الْقُرْآنِ اَنْزَلَہٗ

''اے رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیت! تم سے محبت رکھنا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں، جس کو اُس نے نازل کیا، فرض قرار دیا ہے''۔

یَکْفِیْکُمْ مِّنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اِنَّکُمْ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لاَ صَلٰوۃَ لَہٗ

''تمہاری عظمت وشان کے لیے یہی بات کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے، اس کی نماز نہیں''۔ ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا،

اِذَا نَحْنُ فَضَّلْنَا عَلِیًّا فَاِنَّنَا رَوَافِضُ بِالتَّفْضِیْلِ عِنْدَ ذِی الْجَھْلِ

''جب ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کیا تو بیشک ہم فضیلت بیان کرنے کی وجہ سے جاہلوں کے نزدیک رافضی ہو گئے''۔

وَفَضْلُ اَبِیْ بَکْرٍ اِذَا مَا ذَکَرْتُہٗ رُمِیْتُ بِنَصْبٍ عِنْدَ ذِکْرِیْ لِلْفَضْلِ

''اور جب ہم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے ہیں تو اس وقت ہم پر ناصبی ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے''۔

اِنْ کَانَ رِفْضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ فَلْیَشْھَدِ الثَّقْلاَنِ اَنِّیْ رَافِضِیْ

''اگر آل محمد ﷺ سے محبت ہی کا نام رفض ہے (جیسا کہ جاہلوں کا گمان ہے) تو دونوں جہان گواہ رہیں کہ بیشک میں رافضی ہوں''۔

زیرِ نظر کتاب حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم القدسیہ نے تالیف فرمائی اور الحمد للہ! مجھ فقیر کو اس کی ترتیب کی سعادت ملی۔ اگر اہلِ علم کوئی غلطی پائیں تو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسے درست کیا جا سکے۔ رب تعالیٰ اسے نافعِ خلائق اور ہمارے لیے ذریعۂ نجات بنائے، آمین بجاہِ سید المرسلین۔

کیا بات رضا اُس چمنستانِ کرم کی زہرا ہے کلی جس میں، حسین اور حسن پھول

خاکپائے صحابہ واہلبیت، محمد آصف قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین

صحابہ کون ہیں؟

صحابی کے لغوی معنی ساتھی کے ہیں جبکہ شریعت میں صحابی اُس خوش نصیب کو کہتے ہیں جس نے ایمان وہوش کی حالت میں رسول کریم ﷺ کا دیدار کیا یا جسے آقا و مولیٰ ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی اور پھر ایمان پر اس کا وصال ہوا۔

تمام صحابہ کرام میں سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں پھر سیدنا فاروق اعظم پھر سیدنا عثمان غنی پھر سیدنا مولیٰ علی پھر بقیہ عشرہ مبشرہ وحضرات حسنین کریمین، اہل بدر واُحد، بیعتِ رضوان والے، بیعت عقبہ والے اور سابقین یعنی وہ صحابہ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔

تمام صحابہ کرام متقی، عادل اور جنتی ہیں اور ان کا ذکر، خیر ہی کے ساتھ کرنا فرض ہے۔

تمام صحابہ کرام کی تعظیم وتوقیر واجب ہے اور کسی بھی صحابی کے ساتھ برا عقیدہ رکھنا بد مذہبی وگمراہی اور جہنم کا مستحق ہونا ہے کیونکہ قرآن واحادیث میں جا بجا صحابہ کرام کے عادل ومتقی ہونے کی اور فسق سے محفوظ ہونے کی گواہی موجود ہے۔

دنیا کے تمام اولیاء، ابدال، غوث اور قطب بھی جمع ہو جائیں تو کسی صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔

شانِ صحابہ، قرآن کی روشنی میں:

1 وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (التوبۃ: ۱۰۰)

''اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ انکے پیرو ہوئے، اللہ

ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، اور ان کے لیے تیار کرر کھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے''۔(کنزالایمان)

اس آیت مبارکہ میں رب تعالیٰ نے اُن صحابہ کی شان بیان فرمائی جنہوں نے اس وقت رسول کریم ﷺ کی دعوتِ حق قبول کی جبکہ اس دعوت کو قبول کرنا بیشمار مصائب و تکالیف کو دعوت دینا تھا۔ اخلاص و استقلال کے ان پیکروں نے محض رضائے الٰہی کے لیے اپنے گھربار چھوڑے، اپنے خونی رشتوں کو فراموش کیا اور حق کی سربلندی کی خاطر اپنی جان تک کی بازی لگادی۔ رب کریم نے ان نفوسِ قدسیہ اور انکے متبعین کو بھی یہ اعزاز عطا فرمایا کہ ان سے راضی ہونے کا اعلان فرمادیا، انہیں جنتی ہونے کی خوشخبری دی اور اسے بہت بڑی کامیابی قرار دیا۔ یہ بھی ایک نا قابلِ انکار حقیقت ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سابقین اولین میں سے ہیں۔

صدرُ الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ'' وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ ''(اُنکے پیروکاروں) سے قیامت تک کے وہ ایماندار مراد ہیں جو ایمان و طاعت و نیکی میں انصار و مہاجرین صحابہ کرام کی راہ چلیں''۔(خزائن العرفان)

2۔لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ م بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ''O(الحدید:۱۰)

98077

''تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے''۔(کنزالایمان)

اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے البتہ ان صحابہ کرام کو دیگر صحابہ پر فضیلت اور برتری حاصل ہے جنہوں نے فتح مکہ

سے پہلے خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا اور اسکی راہ میں جہاد کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان نفوسِ قدسیہ میں بھی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

3۔ وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْ م بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ O (النحل:۴۱)

''اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے مظلوم ہوکر، ضرور ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بیشک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے، (کاش!) کسی طرح لوگ جانتے''۔ (کنزالایمان)

4۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰ وَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ O (الانفال:۷۴)

''اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی، وہی سچے ایمان والے ہیں، اُن کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی''۔
(کنزالایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ان آیات کریمہ میں مہاجرین وانصار صحابہ کرام کی شان بیان ہوئی۔ رب تعالیٰ نے خوشخبری دی کہ انکے لیے دنیا میں بھی عزت وبلند مقام ہے اور آخرت میں بھی انکے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے۔ آخرالذکر آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مہاجرین وانصار تمام صحابہ علیہم الرضوان سچے مومن اور متقی ہیں۔ غور فرمائیے کہ جن نفوس قدسیہ کے سچے مومن ہونے کی رب تعالیٰ گواہی دے اور جن کی لغزشوں کی مغفرت کی سند مالک الملک عطا کرے، انکے ایمان واعمال پر کسی کو تنقید کا حق کیونکر دیا جا سکتا ہے؟؟

5۔ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ

فَضْلاً مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ○(الحشر:٨)

''(مال غنیمت) اُن فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، اللہ کا فضل اور اسکی رضا چاہتے اور اللہ ورسول کی مدد کرتے، وہی سچے ہیں''۔(کنز الایمان از امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

اس آیتِ مقدسہ سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام جنہوں نے ہجرت کی، وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکی رضا مندی کے طالب ہیں، دینِ اسلام کے مددگار ہیں اور دین میں سچے ہیں۔ایسے جلیل القدر مقدس نفوس کے صادق وصدیق ہونے میں شک کرنا یاان کی عظمت کا انکار کرنا درحقیقت قرآنِ عظیم کے انکار کے مترادف ہے۔

6۔ وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ○(الحشر:١٠)

''اور وہ جو اُن (مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔اے رب ہمارے بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے''۔(کنز الایمان)

ان آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس کے دل میں صحابی کی طرف سے بغض یا کدورت ہو اور وہ انکے لیے دعائے رحمت واستغفار نہ کرے، وہ مومنین کی اقسام سے خارج ہے کیونکہ یہاں مومنین کی تین قسمیں فرمائی گئیں: مہاجرین، انصار اور ان کے بعد والے جو ان کے تابع ہوں اور ان کی طرف دل میں کوئی کدورت نہ رکھیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کریں۔

تو جو صحابہ سے کدورت رکھے رافضی ہو یا خارجی، وہ مسلمانوں کی ان تینوں قسموں سے خارج ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، لوگوں کو حکم تو یہ دیا گیا کہ صحابہ کے لیے استغفار کریں اور کرتے یہ ہیں کہ گالیاں دیتے ہیں"۔ (خزائن العرفان)

7۔ اَلتَّائِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (التوبۃ:۱۱۲)

"توبہ والے، عبادت والے، سراہنے والے، روزے والے، رکوع والے، سجدہ والے، بھلائی کے بتانے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدیں نگاہ میں رکھنے والے، اور خوشی سناؤ مسلمانوں کو"۔ (کنز الایمان)

8۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَاناً وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (الانفال:۲ تا ۴)

"ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے، انکے دل ڈر جائیں اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں، اُن کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔ اور وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں۔ یہی سچے مسلمان ہیں، انکے لیے درجے ہیں انکے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی"۔ (کنز الایمان از امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں جو صفات بیان ہوئیں وہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود ہیں اس لیے قرآن عظیم کی گواہی سے تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سچے مومن ہیں اور انکے لیے مغفرت اور بلند درجے ہیں۔

9۔ لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ O

''لیکن رسول اور جو انکے ساتھ ایمان لائے، انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور اُنہیں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہنچے۔ اللہ نے انکے لیے تیار کر رکھی ہیں بہشتیں جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی بڑی مراد ملنی ہے''۔ (التوبۃ: ۸۸، ۸۹، کنز الایمان)

10۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ O یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ O خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ O (التوبۃ: ۲۰ تا ۲۲)

''وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے، اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے۔ ان کا رب انہیں خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا اور ان باغوں کی جن میں انہیں دائمی نعمت ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، بیشک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے''۔ (کنز الایمان)

سرکار دو عالم ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو ان صفات سے کامل طور پر متصف تھے، انکے جنتی ہونے کے متعلق قرآن عظیم کی یہ آیات گواہ ہیں۔ رب کریم نے جو ہر شخص کا ماضی، حال اور مستقبل خوب جاننے والا ہے، اُس علاّمُ الغیوب نے جن نفوسِ قدسیہ کے متعلق رحمت، رضا، جنت اور کامیابی کی خوشخبری سنائی ہے، ان میں سے کسی ایک کے بھی ایمان یا تقوٰی کا انکار ان آیاتِ قرآنی کا انکار ہے۔

11۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ

رَبِّھِمْ لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَنُوْرُھُمْ ۔(الحدید:۱۹)

''اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے، اوراوروں (یعنی دوسروں) پر گواہ ہیں اپنے رب کے یہاں، انکے لیے اُن کا ثواب اوراُن کا نور ہے''۔(کنزالایمان)

اس آیت مبارکہ میں صحابہ کرام کی شان یہ بیان ہوئی کہ وہ صدیقیت کے مقام پر فائز ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم کی بتائی ہوئی تمام باتوں کی تصدیق کرتے تھے۔

اور رب کریم کا حکم ہے، کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یعنی سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے صدیق کا ایک خاص معنی بیان کیا ہے وہ یہ کہ جن حضرات نے اسلام لانے میں سبقت کی اولاً وہ مقامِ صدیقیت پر فائز ہوئے۔ جن میں حضرت ابو بکر، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت زید، حضرت سعد اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں بعد میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ان کی نیت کی صداقت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی مقامِ صدیقیت پر فائز کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز ملا کہ وہ صدیقیت کے مقام میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل ہیں۔ (تفسیر بغوی، تفسیر مظہری)

12۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ○

(الحجرات:۱۵)

''ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی سچے ہیں''۔(کنزالایمان)

یہ تمام صفات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں موجود تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کے سچے ہونے کی گواہی دی۔

13۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ O فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ O (الحجرات:۷،۸)

"لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اِسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی، ایسے ہی لوگ راہ (ہدایت) پر ہیں۔ (اُن پر) اللہ کا فضل اور احسان، اور اللہ علم وحکمت والا ہے"۔ (کنز الایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام کفر وفسق اور گناہ سے محفوظ ہیں اور رب تعالیٰ نے انکے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا فرما کر انہیں راہ حق پر ثابت قدم بنا دیا ہے۔ انکے دل ایمان اور تقویٰ سے مزین اور معمور ہیں لہٰذا ان میں کوئی بھی فاسق نہیں۔ متعدد آیات پہلے بیان ہوئیں جن میں رب تعالیٰ نے صحابہ کرام کے لیے مغفرت اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسلئے اگر بالفرض کسی صحابی سے کوئی اجتہادی لغزش سرزد ہو بھی جائے تو اُسے توبہ کی توفیق ضرور نصیب ہوتی ہے۔

14۔ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ O (آلِ عمران:۱۵۲)

"اور بیشک اس نے تمہیں معاف کر دیا، اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے"۔

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

15۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ O (آلِ عمران:۱۵۵)

"اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرمادیا، بے شک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے"۔

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اُحد کی جنگ میں جن مومنوں کے قدم اکھڑ گئے، ان کی معافی ہوگئی۔ اب جو انکے اس واقعہ کو انکی توہین کی نیت سے بیان کرے وہ بے ایمان ہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا گندم کھالینا معاف ہو چکا، اب جو ان پر طعن کرے

وہ کافر ہے۔ بلکہ جس قصور کی معافی کا رب اعلان فرمادے وہ ہماری طاعتوں سے بہتر ہے کہ جن کی قبولیت کا کوئی یقین نہیں۔ (تفسیر نور العرفان)

16۔ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ:۱۳)

''اور جب ان (منافقوں) سے کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسے اور لوگ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ایمان لائے ہیں تو کہیں، کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں، سنتا ہے وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں''۔ (کنز الایمان)

17۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا ۔ (البقرۃ:۱۳۶)

''پھر اگر وہ بھی یوں ایمان لائے (اے صحابہ!) جیسا تم لائے، جب تو وہ ہدایت پا گئے''۔ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ان آیات مبارکہ میں صحابہ کرام کو ایمان کی کسوٹی قرار دیا گیا ہے۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ مومن وہی ہے جس کا ایمان صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایمان کی طرح ہو۔ نیز جو انکے ایمان پر تنقید کرے وہ منافق و احمق ہے۔

18۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ۔ (اٰلِ عمران:۱۱۰)

''تم بہتر ہو اُن سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''۔ (کنز الایمان)

اس آیتِ کریمہ کے اولین مصداق اور مخاطب صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں جو اِن صفات کے کامل مظہر تھے۔ قرآن کریم نے ان کے ایمان کی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی صفات کی گواہی دیکر انکی عظمت بیان کی۔

19۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الفتح:۲۹)

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور انکے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔ ان کی علامت انکے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے، یہ انکی صفت توریت میں ہے اور انکی صفت انجیل میں، جیسے ایک کھیتی، اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی، کسانوں کو بھلی لگتی ہے (یعنی ابتدا میں اسلام کے ماننے والے کم تھے رب کریم نے صحابہ کے ذریعے اسے طاقت دی اور اللہ و رسول ﷺ کو صحابہ کرام پیارے بھلے لگتے ہیں) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں، اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں، بخشش اور بڑے ثواب کا''۔ (کنزالایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

اس آیت مقدسہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صفات بیان ہوئیں کہ وہ آپس میں مہربان و نرم دل ہیں اور کافروں پر سخت ہیں۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ انکی صفات توریت و انجیل میں بھی مذکور ہیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی راہ حق پر استقامت اور باہم خلوص و محبت دیکھ کر اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ تو خوش ہوتے ہیں مگر کافروں کے دل جلنے کڑھنے لگتے ہیں۔ جن کے ایمان و تقویٰ کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ گواہی دی ہے اور ان سے جلنے والوں کو کافر بتایا ہے حیرت ہے کہ آج بعض لوگ مومن ہونے کے مدعی ہونے کے باوجود اِن محبوبان خدا رضی اللہ عنہم سے

کینہ وعداوت رکھتے ہیں اوران پر تبرّا کرنے پر ناز کرتے ہیں۔اگر تعصب کی وجہ سے کسی کی آنکھیں حق دیکھنے سے بالکل اندھی نہ ہوگئی ہوں تو اسے چاہیے کے وہ اس آیت مقدسہ کو بار بار پڑھے اور غور کرے کہ اسکا عقیدہ سچے مومنوں کا سا ہے یا کافروں سا۔رب کریم حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

بعض گمراہ کہتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں مِنۡھُمۡ میں مِنۡ بعضیہ ہے یعنی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ تمام صحابہ کرام کے لیے نہیں بلکہ بعض صحابہ کے لیے ہے۔ یہ قول باطل و مردود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مِنۡ حرفِ جار ہے اور علمائے لغت نے اس کے استعمال کی چودہ صورتیں بیان کی ہیں۔اس آیتِ کریمہ میں قرآن کریم کی متعدد آیات کی طرح مِنۡ بیان کے لیے ہے تبعیض کے لیے نہیں۔ جیسا کہ یہ آیت ہے، فَاجۡتَنِبُوۡا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ (الحج:۳۰) ''پس دور رہو بتوں کی گندگی سے''۔

اس آیت کریمہ میں مِنۡ بیان کے لیے ہے تبعیض کے لیے نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ بعض بتوں کی پوجا سے دور رہو اور بعض کی پوجا کرتے رہو۔شیعہ مفسر طوسی نے بھی اپنی تفسیر التبیان میں مذکورہ بالا آیت کے تحت یہی لکھا ہے کہ ''مِنۡھُمۡ میں مِنۡ بیان کے لیے آیا ہے کہ مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ صرف صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص ہے، ان کے سوا دوسروں کے لیے نہیں''۔(التبیان ص ۳۳۸ جلد ۹ مطبوعہ نجف اشرف)

20۔ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُبَايِعُوۡنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوۡنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ۔ (الفتح:۱۰)

''وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ (دستِ قدرت) ہے''۔(کنزالایمان)

اس بیعت سے مراد بیعت رضوان ہے جو نبی کریم ﷺ نے کم وبیش چودہ سو صحابہ سے حدیبیہ میں لی تھی۔شمع رسالت کے ان پروانوں کو یہ اعزاز ملا کہ قرآن کریم نے انکی

بیعت کو اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا فرمایا اور حضور اکرم ﷺ کے دستِ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت قرار دیا۔

21۔ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحاً قَرِیْباًO (الفتح:۱۸)

''بیشک اللہ راضی ہوا، ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو اُن کے دلوں میں ہے تو اُن پر اطمینان اتارا اور انہیں اور آنے والی فتح کا انعام دیا''۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ بیعتِ رضوان والے تمام صحابہ مخلص مومن ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رضا کا مژدہ دیا ہے۔ ان نفوسِ قدسیہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضورِ اکرم ﷺ نے خود بیعت کی تھی۔ شیعہ مفسر طبرسی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے،

''فعلم ما فی قلوبھم من الیقین والصبر والوفا''

یعنی اللہ تعالیٰ نے جان لیا جو ان (صحابہ کرام) کے دلوں میں یقین، صبر اور وفا کے جذبات تھے۔ (مجمع البیان، جلد اوّل، صفحہ ۱۱۲)

22۔ ھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِھِمْ۔ (الفتح:۴)

''وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تا کہ انہیں یقین پر یقین بڑھے''۔ (کنزالایمان)

23۔ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَکَانُوْا اَحَقَّ بِھَا وَ اَھْلَھَا۔ (الفتح:۲۶)

''تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا اور پرہیز گاری کا کلمہ اُن

پر لازم فرمایا، اور وہ اسکے زیادہ سزاوار اور اسکے اہل تھے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے"۔
(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ اور انکے صحابہ کرام کو اطمینان وسکون کی دولت سے مالا مال کیا اور انکے لیے کلمۃ التقویٰ لازم فرمایا۔ مفسرین کے نزدیک کلمۃ التقویٰ سے مراد کلمۂ توحید ہے جو ہر تقویٰ کی اصل اور بنیاد ہے۔ یہ نعمتیں علیم وحکیم رب نے صحابہ کرام کو بے سبب نہیں عطا کیں بلکہ وہ علاّم الغیوب گواہی دے رہا ہے کہ صحابہ کرام ان نعمتوں کے زیادہ مستحق اور اہل تھے۔ انصاف سے کہیے کہ جن کے ایمان وتقویٰ کے اور انعاماتِ الٰہیہ کے مستحق واہل ہونے کی اللہ تعالیٰ گواہی دے، اُن کے متعلق بدگمانی کرنا یا ان پر تنقید کرنا کیا کسی مومن کو زیب دیتا ہے؟؟؟

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں، "رافضی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام (معاذ اللہ) کافر ومنافق تھے۔ اس آیت "لقد رضی اللہ" سے روافض کے قول کا لغو ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت کے آخر میں ارشاد ہوا، وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا یعنی صحابہ کرام کے دلوں میں جو ایمان اور رسول اللہ ﷺ کی محبت مخفی ہے، اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے"۔ (تفسیر مظہری)

24۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ (النمل: ۵۹)

"تم کہو، سب خوبیاں اللہ کو اور سلام اس کے چُنے ہوئے بندوں پر"۔ (کنز الایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان برگزیدہ بندوں سے مراد رسول کریم ﷺ کے صحابہ کرام ہیں، یہی سدی، حسن بصری، سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے اکابر ائمہ کا قول ہے۔ (تفسیر مظہری، ازالۃ الخفاء ج ۱: ۲۰۶)

جس مسلماں نے دیکھا اُنہیں اک نظر — اُس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆

شانِ صحابہ، احادیث کی روشنی میں:

1۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا،
''میری امت میں بہترین زمانہ میرا ہے پھر اُن کے ساتھ والوں کا اور پھر اُن کے ساتھ والوں کا''۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو منتخب فرما کر اپنا محبوب رسول بنایا اس لیے آپ خیرُ الخلائق ہیں، آپ کا دین خیرُ الادیان ہے، آپ کی کتاب خیرُ الکتب ہے، آپ کی امت خیرُ الاُمم ہے، آپ کا زمانہ خیرُ القرون ہے اسی طرح آپ ﷺ کے اصحاب بھی خیرُ الاصحاب ہیں۔

2۔ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا،
''ستارے آسمان کے لیے امن کا باعث ہیں۔ جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان پر واقع ہو جائے گا جس کا اُس سے وعدہ کیا گیا ہے۔ میں اپنے صحابہ کے لیے امن ہوں جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر واقع ہو جائے گا جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امن و امان ہیں جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت پر واقع ہو جائے گا جو اس سے وعدہ کیا گیا ہے''۔ (مسلم، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

جب قیامت آئے گی تو پہلے آسمان سے ستارے جھڑیں گے پھر آسمان پھٹے گا گویا ستاروں کا موجود ہونا آسمان کے لیے امن ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات میں صحابہ کرام فتنوں اور اختلافات سے محفوظ رہے۔ اور صحابہ کرام کی موجودگی میں امت میں کوئی فتنہ پنپ نہ سکا البتہ صحابہ کرام کے بعد دین میں فتنہ و فساد پھیل گیا اور کئی گمراہ فرقے پیدا ہوئے۔

3۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

''میرے کسی صحابی کو برا نہ کہو کیونکہ تم میں سے اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو اُن کے ایک مُد یا اس کے نصف کے ثواب کو بھی نہیں پہنچے گا''۔
(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

ایک صاع کے چوتھائی حصہ کو مُد کہتے ہیں۔ گویا مُد کی مقدار ایک سیر دو چھٹانک بنتی ہے۔ اب حدیث پاک کا مفہوم یہ ہوا کہ غیر صحابی کتنا ہی نیک ہو اور راہِ خدا میں اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو بھی ثواب و درجہ میں کسی صحابی کے خیرات کیے ہوئے ایک سیر دو چھٹانک بلکہ اسکے نصف کے ثواب کو بھی نہیں پا سکتا۔ جب صحابہ کرام کی خیرات کا یہ بلند رُتبہ ہے تو انکی نمازوں، روزوں، زکوٰۃ و جہاد اور دیگر عبادات کا کس قدر اعلیٰ مقام ہوگا۔!!!

4۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور مجسم ﷺ نے فرمایا، ''میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں بہتر ہیں پھر وہ لوگ جو اُن سے متصل ہیں پھر وہ لوگ بہتر ہیں جو انکے ساتھ والے ہیں''۔ (نسائی، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

جن لوگوں نے صحابہ کرام کا زمانہ پایا اُنہیں تابعین کہتے ہیں اور جنہوں نے تابعین کا زمانہ پایا وہ تبع تابعین ہیں۔ اس حدیث پاک میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے بہتر اور بھلائی پر ہونے کی گواہی دی گئی ہے اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان بہترین لوگوں کی تعظیم و توقیر کریں اور ان کا ذکر ہمیشہ خیر ہی کے ساتھ کریں۔

5۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقا کریم ﷺ نے فرمایا، ''اُس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا''۔ (ترمذی، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام و تابعین عظام کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی کیونکہ وہ رب کریم کی خاص رحمت سے جنت کے مستحق ہوتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ عظیم المرتبت تابعی ہیں۔ان کی گستاخی و بے ادبی سخت جرم اور رحمتِ الٰہی سے محرومی کا باعث ہے۔

6۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا،

''میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرنا۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنالینا۔ جو اُن سے محبت کرتا ہے تو وہ مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے اُن سے محبت کرتا ہے اور جو اُن سے عداوت رکھتا ہے تو وہ مجھ سے عداوت رکھنے کی وجہ سے اُن سے عداوت رکھتا ہے۔جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بغض وکینہ رکھنا اور اُن پر تنقید کرنا درحقیقت حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء سے عداوت رکھنا اور انہیں اذیت دینا ہے اور آقا و مولیٰ ﷺ کو اذیت دینا دراصل اللہ تعالیٰ کو اذیت دینا ہے اور ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کے مستحق ہیں۔

7۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور مجسم ﷺ نے فرمایا،''میری امت میں صحابہ کی مثال نمک کی سی ہے کیونکہ نمک کے بغیر کھانا درست نہیں ہوتا۔(مشکوٰۃ)

یعنی جس طرح نمک کی قلیل مقدار کھانے کو درست کر دیتی ہے اسی طرح صحابہ کرام قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود تمام امت کی اصلاح کا ذریعہ ہیں۔ بلکہ کسی ایک صحابی کے وجودِ مسعود کو مسلمان رب تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا ذریعہ اور فتح و نصرت کے حصول کا وسیلہ سمجھتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث سے واضح ہے۔

8۔ حضرت ابو سعید خُدری ﷜ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقا ﷺ نے فرمایا، ''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ ایک جماعت جہاد کرے گی تو لوگ کہیں گے، کیا تم میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی صحابی ہے، جواب ملے گا، ہاں۔ پس انہیں فتح دی جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک جماعت جہاد کرے گی تو لوگ کہیں گے، کیا تم میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی کا کوئی ساتھی ہے؟ جواب ملے گا، ہاں۔ پھر انہیں فتح دی جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک جماعت جہاد کرے گی تو کہا جائے گا، کیا تم میں صحابہ کے ساتھی کا کوئی ساتھی ہے؟ جواب ملے گا، ہاں۔ پس انہیں فتح دی جائے گی۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

یعنی صحابہ کے طفیل پھر تابعین کے طفیل پھر تبع تابعین کے طفیل مسلمانوں کو جہاد میں فتح ونصرت عطا ہوتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رب تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے وسیلے سے رحمتیں نازل فرماتا ہے پس حاجت روائی کے لیے محبوبانِ خدا اور اولیاء اللہ کا وسیلہ اختیار کرنا اور ان کے وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے۔

9۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ﷜ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا، ''جب تم اُن لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہوں تو کہو، تمہارے شر پر اللہ کی لعنت''۔ (ترمذی، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

اس حدیث پاک میں غیب کی خبر دی گئی کہ مسلمانوں میں ایسے گمراہ لوگ پیدا ہوں گے جو صحابہ کرام کے متعلق بد گوئی اور زبان درازی کریں گے۔ نیز ایسے گمراہ بد مذہب، صحابہ کرام کے زمانے ہی میں پیدا ہو جائیں گے، یہ دوسری غیبی خبر ہے چنانچہ عبد اللہ بن سبا یہودی نے حضرت علی ﷜ کے دور میں مذہب رفض ایجاد کیا (اسکی تفصیل آگے مذکور ہوگی) اور اسی زمانے میں خارجی فرقہ پیدا ہوا۔ خوارج اہل بیت اطہار کے دشمن ہیں اور روافض صحابہ کرام کے دشمن ہیں۔ خدا ہمیں دونوں کے شر سے بچائے آمین۔

10۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا، "میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے متعلق سوال کیا جو میرے بعد ہوگا تو میری طرف وحی ہوئی، اے محمد مصطفیٰ ﷺ! تمہارے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں کہ بعض بعض سے قوی ہیں لیکن سب نورانی ہیں۔ جس نے ان میں سے کسی کے بھی موقف کو اختیار کیا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے"۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، "میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت ہی پاؤ گے"۔ (مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

حدیث پاک میں مذکور اختلاف سے فقہی مسائل میں اختلاف مراد ہے۔ پس جو کسی صحابی کے فتویٰ پر عمل کرے گا ہدایت پائے گا۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تقلید فرماتے ہیں۔ اس موضوع پر تفصیل جاننے کے لیے فقیر کی کتاب "سیدنا امام اعظم" ملاحظہ فرمائیں۔

رسول کریم ﷺ کی شان میں قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، "اے غیب بتانے والے! بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب بنا کر"۔ (الاحزاب: ۴۵، ۴۶)

یہاں حضور ﷺ کی صفت سراجاً منیراً ارشاد ہوئی یعنی چمکا دینے والا آفتاب۔ بقول صدرُ الافاضل رحمۃ اللہ علیہ "حقیقت میں آپ ﷺ کا وجودِ مبارک ایک ایسا آفتابِ عالم تاب ہے جس نے ہزارہا آفتاب بنا دیئے"۔ (تفسیر خزائن العرفان)

پس اس آیت مبارکہ اور مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ نورِ مجسم ﷺ کی بابرکت صحبت کی تاثیر اسقدر ہے کہ اسکی نورانیت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان نورانی ہو گئے اور آسمانِ ہدایت کے ستارے قرار پائے۔

11۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے

بندوں کے دلوں کو دیکھا تو رسول کریم ﷺ کے دل کو سب بندوں کے دلوں سے بہتر پایا۔ لہٰذا ان کو برگزیدہ کیا اور رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ حضور ﷺ کے قلبِ اطہر کے بعد رب تعالیٰ نے دوبارہ بندوں کے قلوب کو دیکھا تو (انبیاء کرام کے بعد) آپ کے اصحاب کے دلوں کو سب سے بہتر پایا لہٰذا انکو اپنے محبوب رسول ﷺ کا وزیر بنا دیا تا کہ وہ آپ کے دین کی طرف سے (کافروں کے خلاف) لڑتے رہیں۔

(ازالۃ الخفاء ج ۱: ۴۰، الاستیعاب)

12۔ حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے چن لیا اور میرے لیے میرے اصحاب کو چن لیا پھر ان میں سے بعض کو میرے وزیر، میرے مددگار اور میرے سسرالی رشتہ دار بنا دیا۔ پس جو شخص اُن کو برا کہتا ہے اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور سارے انسانوں کی لعنت۔ قیامت کے دن نہ اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔ (مستدرک للحاکم ج ۳: ۶۳۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح رب تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو تمام مخلوق میں سے چن کر اپنا محبوب رسول بنایا ہے ایسے ہی تمام اولادِ آدم میں سے بہترین لوگوں کو چن کر رب تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ اسی بنا پر انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام تمام لوگوں سے افضل ترین قرار پائے۔

بلا شک وشبہ اگر صحابہ کرام سے بہتر کوئی اور لوگ ہوتے تو رب کریم اپنے محبوب رسول ﷺ کی صحبت و رفاقت کے لیے ان کو منتخب فرماتا۔ اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی صحابہ کرام پر تنقید کرتا ہے تو وہ صرف صحبتِ نبوی ہی کی نہیں بلکہ رب تعالیٰ عزوجل کے انتخاب کی بھی تنقیص و توہین کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی — اُن سب اہلِ محبت پہ لاکھوں سلام
جاں نثارانِ بدر و اُحد پر درود — حق گذارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام

خلیفۂ اوّل، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

علمائے اہلسنت کا اس امر پر اجماع اور اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، انکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ، انکے بعد عشرہ مبشرہ کے دیگر حضرات رضی اللہ عنہم، پھر اصحابِ بدر رضی اللہ عنہم، پھر باقی اصحابِ اُحد رضی اللہ عنہم انکے بعد بیعتِ رضوان والے اصحاب رضی اللہ عنہم اور انکے بعد دیگر اصحابِ رسول ﷺ تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ (تاریخ الخلفاء:۱۰۸)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے اسلام لانے کا شرف حاصل ہے۔ بعض کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح کے مختلف اقوال میں یوں تطبیق کی ہے کہ مردوں میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے ایمان لانے کا اعزاز حاصل ہے۔

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قبولِ اسلام کے بعد سے آقا و مولیٰ ﷺ کے وصال مبارک تک ہمیشہ سفر وحضر میں آپ کے رفیق رہے بجز اس کے کہ نبی کریم ﷺ کے حکم یا اجازت سے آپ کے ساتھ نہ رہ سکے ہوں۔

آپ تمام صحابہ کرام میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپ نے کثیر مال خرچ کر کے کئی مسلمان غلام آزاد کرائے۔ ایک موقع پر سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا، ابوبکر کے مال نے مجھے جتنا نفع دیا اتنا کسی کے مال نے نہیں دیا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے عرض کی، "میرے آقا! میں اور میرا مال سب آپ ہی کا ہے"۔

تمام صحابہ کرام میں آپ ہی سب سے زیادہ عالم تھے۔ آپ سے ایک سو بیالیس احادیث مروی ہیں حالانکہ آپ کو بکثرت احادیث یاد تھیں۔ قلتِ روایت کا سبب یہ ہے کہ احتیاط کے پیشِ نظر آپ نبی کریم ﷺ کا عمل یا اس سے حاصل شدہ مسئلہ بیان

فرمایا کرتے۔آپ سب سے زیادہ قرآن اور دینی احکام جاننے والے تھے، اسی لیے رسول کریم ﷺ نے آپ کو نمازوں کا امام بنایا تھا۔آپ اُن خاص صحابہ میں سے تھے جنہوں نے قرآن کریم حفظ کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے سلسلے میں سب سے زیادہ اجر وثواب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملے گا کیونکہ سب سے پہلے قرآن کریم کتاب کی صورت میں آپ ہی نے جمع کیا۔

حضرت ابن میسب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے وزیرِ خاص تھے چنانچہ حضور ﷺ آپ سے تمام امور میں مشورہ فرمایا کرتے تھے۔آپ اسلام میں ثانی، غار میں ثانی، یومِ بدر میں سائبان میں ثانی اور مدفن میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ ثانی ہیں۔رسول کریم ﷺ نے آپ پر کسی کو فضیلت نہیں دی۔

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ مرتدوں سے جہاد اور ان کے فتنے کا مکمل انسداد ہے۔ یمامہ، بحرین اور عمان وغیرہ کے مرتدین کی سرکوبی کے بعد اسلامی افواج نے ایلہ، مدائن اور اجنادین کے معرکوں میں فتح حاصل کی۔آپ کی خلافت کی مدت دو سال سات ماہ ہے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، یہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے ہیں اور یہ بڑا پیالہ جس میں ہم کھاتے پیتے ہیں اور یہ چادر جو میں اوڑھے ہوئے ہوں، ان تین چیزوں کے سوا میرے پاس بیت المال کی کوئی چیز نہیں۔ان چیزوں سے ہم اسوقت تک نفع لے سکتے تھے جب تک میں امورِ خلافت انجام دیتا تھا۔میرے انتقال کے بعد تم ان چیزوں کو حضرت عمر کے پاس بھیج دینا۔ آپ کے وصال کے بعد جب یہ چیزیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو واپس کی گئیں تو انہوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے۔انہوں نے اپنے جانشین کو مشقت میں ڈال دیا۔

امام شعبی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے چار ایسی خصوصیات سے متصف فرمایا جن سے کسی اور کو سرفراز نہیں فرمایا۔

اوّل: آپ کا نام صدیق رکھا۔

دوم: آپ غارِ ثور میں محبوبِ خدا ﷺ کے ساتھی رہے۔

سوم: آپ ہجرت میں حضور ﷺ کے رفیقِ سفر رہے۔

چہارم: حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہی آپ کو صحابہ کی نمازوں کا امام بنا دیا۔

آپ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی چار نسلوں نے صحابی ہونے کا شرف پایا۔ آپ صحابی، آپ کے والد ابو قحافہ صحابی، آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن صحابی اور انکے بیٹے ابو عتیق محمد بھی صحابی رضی اللہ عنہم۔ (ماخوذ از تاریخ الخلفاء)

فضائلِ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، قرآن میں:

1۔ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ ۔(التوبۃ:۴۰)

''آپ دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں (یعنی حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) نماز میں تھے، جب (حضور ﷺ) اپنے یار سے فرماتے تھے، غم نہ کر، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنی تسکین نازل فرمائی''۔ (کنز الایمان)

صدرُ الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں،

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت اس آیت سے ثابت ہے۔ حسن بن فضل نے فرمایا، جو شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے وہ نص قرآنی کا منکر ہو کر کافر ہوا''۔ (تفسیر بغوی، تفسیر مظہری، تفسیر خزائن العرفان)

مرزا مظہر جانِ جاناں رحمہ اللہ ''اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں،

''حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے یہی فضیلت کافی ہے کہ حضور ﷺ نے ان کے لیے

بغیر کسی فرق کے، اللہ تعالیٰ کی اس معیت کو ثابت کیا جو انہیں خود حاصل تھی۔ جس نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا انکار کیا اس نے اس آیت کریمہ کا انکار کیا اور کفر کا ارتکاب کیا''۔ (تفسیر مظہری)

''سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ'' کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ،

''یہ تسکین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر نازل ہوئی کیونکہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تو سکینت ہمیشہ ہی رہی تھی''۔ (ازالۃ الخفاء ج ۲: ۱۰۷، تاریخ الخلفاء: ۱۱۱)

2۔ ابن عساکر رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے سلسلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا تمام مسلمانوں پر عتاب فرمایا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ کے آغاز میں ہے۔

اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا۔ (التوبۃ: ۴۰)

''اگر تم محبوب ﷺ کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے انکی مدد فرمائی، جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا (ہجرت کے لیے)''۔ (کنزالایمان)

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ آیت اس دعوے کی دلیل ہے کہ رب تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس عتاب سے مستثنیٰ فرمایا ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۱۳)

3۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ جو فضل و شرف بھی آپ کو عطا فرماتا ہے تو ہم نیازمندوں کو بھی آپ کے طفیل میں نوازتا ہے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

هُوَ الَّذِىۡ يُصَلِّىۡ عَلَيۡكُمۡ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ وَكَانَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَحِيۡمًا ○ (الاحزاب: ۴۳)

''وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اسکے فرشتے کہ تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی

طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے''۔ (کنزالایمان)

(تفسیر خزائن العرفان، تفسیر مظہری، تاریخ الخلفاء:۱۱۲)

4۔ وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ (الزمر:۳۳)

''اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے انکی تصدیق کی، یہی ڈر والے ہیں''۔ (کنزالایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

بزار و ابن عساکر رحمہما اللہ نے اس آیت کے شان نزول کے متعلق روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس طرح ارشاد فرمایا، ''قسم ہے اُس رب کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس رسالت کی تصدیق کرائی''۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء:۱۱۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حق لیکر آنے والے سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ (تفسیر کبیر، تفسیر مظہری، ازالۃ الخفاء ج۲:۲۲۵)

شیعہ مذہب کی مستند تفسیر مجمع البیان میں بھی یہی تفسیر منقول ہے۔ (ج۸:۴۹۸)

5۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ ○ (الرحمٰن:۴۶)

''اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے، اسکے لیے دو جنتیں ہیں''۔

(کنزالایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری، تفسیر درمنثور)

6۔ وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْا اُولِی الْقُرْبٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَالْمُھٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا۔

''اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور

مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی، اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ (النور:۲۲، کنزالایمان)

یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جب آپ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ موافقت کرنے پر اپنے خالہ زاد بھائی مسطح رضی اللہ عنہ کی مالی مدد نہ کرنے کی قسم کھائی جو بہت نادار و مسکین بدری صحابی تھے۔ آپ نے اس آیت کے نزول پر اپنی قسم کا کفارہ دیا اور انکی مالی مدد جاری فرمائی۔ صدرُالافاضل رقمطراز ہیں، ''اس آیت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوئی، اس سے آپ کی علوشان و مرتبت ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو ابوالفضل (فضیلت والا) فرمایا''۔ (تفسیر خزائن العرفان، تفسیر مظہری)

7۔ ایک مرتبہ یہودی عالم فنحاص نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابوبکر! کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہمارا رب ہمارے مالوں میں سے قرض مانگتا ہے، مالدار سے قرض وہی مانگتا ہے جو فقیر ہو، اگر تم سچ کہتے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسکی گستاخانہ گفتگو سن کر غضبناک ہوئے اور اسکے منہ پہ زوردار تھپڑ مارا اور فرمایا، اگر ہمارے اور تمہارے درمیان صلح کا معاہدہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ فنحاص نے بارگاہ نبوی ﷺ میں جا کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ آپ نے اسکی گستاخانہ گفتگو بیان کردی۔ فنحاص نے اس کا انکار کردیا تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَاءُ ۔ (اٰلِ عمران:۱۸۱)

''بیشک اللہ نے سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی''۔ (کنزالایمان)

8۔ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۔

''اور اسکی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا''۔ (لقمٰن:۱۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ یہ آیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ جب وہ اسلام لائے تو حضرت عثمان، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انکی رہنمائی کے سبب اسلام قبول کیا۔ (تفسیر مظہری)

9۔لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ" ۝ (الحدید:۱۰)

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (کنز الایمان)

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ آپ سب سے پہلے ایمان لائے اور سب سے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا۔ (تفسیر بغوی)

قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل اور صحابہ کرام تمام لوگوں سے افضل ہیں کیونکہ فضیلت کا دارومدار اسلام قبول کرنے میں سبقت لے جانے، مال خرچ کرنے اور جہاد کرنے میں ہے۔ جس طرح آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ جس نے اچھا طریقہ شروع کیا تو اسے اسکا اجر اور اس پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا جبکہ عمل کرنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ (صحیح مسلم)

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے اور آپکے ہاتھ پر قریش کے معززین مسلمان ہوئے۔ راہ خدا میں مال خرچ کرنے والوں میں بھی سب سے آگے ہیں۔ کفار سے مصائب برداشت کرنے والوں میں بھی آپ سب سے پہلے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

10۔ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى O الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى O وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى O اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى O وَلَسَوْفَ يَرْضٰى O

''اور اس (جہنم) سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ (اپنے رب سے) راضی ہو گا''۔ (والیل: ۱۷ تا ۲۱، کنزالایمان)

اکثر مفسرین کا اتفاق ہے یہ آیات مبارکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری)

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سات غلاموں کو اسلام کی خاطر آزاد کیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

(تفسیر مظہری، تفسیر روح المعانی)

صدرُ الافاضل رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا، بلال کا ان پر کوئی احسان ہو گا جو انہوں نے اتنی قیمت دیکر خریدا اور آزاد کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے، کسی کے احسان کا بدلہ نہیں۔ (خزائن العرفان)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ آخری آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، ''یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں اس طرح ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ آیت ہے،

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى O (تفسیر مظہری)

''اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے''۔

☆☆☆☆

فضائلِ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، احادیث میں:

1۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بیشک اپنی صحبت اور مال کے ساتھ سب لوگوں سے بڑھ کر مجھ پر احسان کرنے والا ابوبکر ہے۔ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلامی اخوت ومودت تو موجود ہے۔ آئندہ مسجد میں ابوبکر کے دروازے کے سوا کسی کا دروازہ کھلا نہ رکھا جائے۔ (بخاری کتاب المناقب)

2۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ ابوبکر کی کھڑکی کے علاوہ (مسجد کی طرف کھلنے والی) سب کھڑکیاں بند کردی جائیں۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ)

سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنے وصال سے دو تین دن قبل یہ بات ارشاد فرمائی۔ اس بناء پر شارحین فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور دوسروں کی گفتگو کا دروازہ بند کردیا گیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

3۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے ساتھی ہیں اور تمھارے اِس صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خلیل بنایا ہے۔ (مسلم کتاب فضائل الصحابۃ)

خلیل سے مراد ایسا دِلی دوست ہے جس کی محبت رگ وپے میں سرایت کرجائے اور وہ ہر راز پر آگاہ ہو، حضور اکرم ﷺ نے ایسا محبوب صرف اللہ تعالیٰ کو بنایا۔ رب تعالیٰ نے بھی آپ کو اپنا ایسا محبوب وخلیل بنایا ہے کہ آپ کی خلت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خلت سے زیادہ کامل اور اکمل ہے۔ (اشعۃ اللمعات، ملخصاً)

4۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جس وقت ہم غار میں تھے۔ میں نے اپنے سروں کی جانب مشرکوں کے قدم دیکھے تو عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! اگر ان میں سے کسی نے اپنے پیروں کی طرف دیکھا تو وہ ہمیں

دیکھ لے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے ابوبکر! تمہارا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن میں کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔ (مسلم کتاب فضائل الصحابۃ)

5۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انھیں لشکرِ ذاتِ السلاسل پر امیر بنا کر بھیجا۔ ان کا بیان ہے کہ جب حاضرِ بارگاہ ہوا تو میں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟، فرمایا، عائشہ۔ میں عرض گزار ہوا، مردوں میں سے؟ فرمایا، اس کے والدِ محترم یعنی ابوبکر۔ میں عرض گزار ہوا کہ پھر کون؟ فرمایا، عمر۔ پس میں اس ڈر سے خاموش ہو گیا کہ مبادا مجھے سب سے آخر میں رکھیں۔ (بخاری، مسلم)

6۔ حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والدِ محترم (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں عرض کی، نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے بہتر آدمی کون ہے؟ فرمایا، ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ میں عرض گزار ہوا کہ پھر کون ہے؟ فرمایا، عمر رضی اللہ عنہ۔ تیسری بار میں ڈرا کہ کہیں یہ نہ فرمائیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ، اس لیے میں نے عرض کی کہ پھر آپ ہیں؟ فرمایا، میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔ (بخاری کتابُ المناقب)

7۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے آج کون روزہ دار ہے؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میں ہوں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا، تم میں سے آج کس شخص نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میں نے۔ پھر ارشاد ہوا، تم میں سے آج کس شخص نے مریض کی عیادت کی؟ آپ ہی نے عرض کی، میں نے۔ آقا کریم ﷺ نے فرمایا، جس شخص میں (ایک ہی دن میں) یہ اوصاف جمع ہونگے وہ جنتی ہوگا۔ (مسلم باب فضائل ابی بکر)

8۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہم کسی کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر شمار نہیں کیا کرتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو

دیگر صحابہ پر فضیلت دیتے اور پھر نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ دیتے۔ (بخاری کتابُ المناقب)

9۔ انہی سے مروی ہے کہ رحمتِ دوعالم ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں ہم کہا کرتے کہ نبی کریم ﷺ کی امت میں آپ ﷺ کے بعد افضل ترین حضرت ابوبکر ہیں، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ (ترمذی، ابوداؤد)

10۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت کے آخر میں ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کو جنت کے تمام دروازوں سے جنت میں جانے کے لیے بلایا جائے گا؟

آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، ہاں اے ابوبکر! مجھے امید ہے کہ تم ایسے ہی لوگوں میں سے ہو۔ (بخاری کتابُ المناقب)

11۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار، ہمارے بہترین فرد اور رسول اللہ ﷺ کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔ (ترمذی)

12۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم غار میں میرے ساتھی تھے اور حوض پر میرے ساتھی ہوگے۔ (ترمذی)

13۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، کسی قوم کے لئے مناسب نہیں کہ ان میں ابوبکر ہو اور ان کی امامت کوئی دوسرا کرے۔ (ترمذی)

14۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کا حکم فرمایا۔ اس وقت میرے پاس کافی مال تھا، میں نے کہا کہ اگر کسی روز میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جاسکا تو آج کا دن ہوگا۔ پس میں نصف مال لے کر حاضر ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کتنا چھوڑا ہے؟ عرض گزار ہوا کہ اس کے برابر۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے تو فرمایا، اے ابوبکر! اپنے گھر والوں

کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ عرض گزار ہوئے، ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے کہا، میں ان سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

15۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر ﷛ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا، تمہیں اللہ تعالیٰ نے آگ سے آزاد کردیا ہے۔ اس دن سے ان کا نام عتیق مشہور ہوگیا۔ (ترمذی، حاکم)

16۔ حضرت ابنِ عمر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں وہ ہوں کہ زمین سب سے پہلے میرے اوپر سے شق ہوگی، پھر ابوبکر سے، پھر عمر سے، پھر بقیع والوں کے پاس آؤں گا تو وہ میرے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ پھر میں اہلِ مکہ کا انتظار کروں گا، یہاں تک کہ حرمین کے درمیان حشر کیا جائے گا۔ (ترمذی)

17۔ حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا، میرے پاس جبریل آئے تو میرا ہاتھ پکڑا تاکہ مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھائیں جس سے میری امت داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر ﷛ نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ ہوتا، تاکہ اس دروازے کو دیکھتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے ابوبکر! تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگے۔ (ابوداؤد)

18۔ حضرت ابوالدرداء ﷛ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم ﷺ نے فرمایا، انبیاء کے علاوہ سورج کبھی کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو ابوبکر سے افضل ہو۔ (الصواعق المحرقۃ: ۱۰۳، ابونعیم)

19۔ حضرت سلیمان بن یسار ﷛ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اچھے خصائل تین سو ساٹھ ہیں۔ سیدنا ابوبکر ﷛ نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ان میں سے مجھ میں کوئی خصلت موجود ہے؟ فرمایا، اے ابوبکر! مبارک ہو۔ تم میں وہ سب اچھی خصلتیں موجود ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ: ۱۱۲، ابن عساکر)

20۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، میری امت پر واجب ہے کہ وہ ابوبکر کا شکریہ ادا کرے اور ان سے محبت کرتی رہے۔

(تاریخ الخلفاء:۱۲۱، الصواعق المحرقۃ:۱۱۲، ابن عساکر)

21۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے جس کو بھی اسلام کی دعوت دی اُس نے پہلے انکار کیا سوائے ابوبکر کے کہ انہوں نے میرے دعوتِ اسلام دینے پر فوراً ہی اسلام قبول کرلیا اور پھر اس پر ثابت قدم رہے۔

(تاریخ الخلفاء:۹۸، ابن عساکر)

22۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدِ عالم ﷺ نے ایک مسئلہ میں میری رائے دریافت فرمائی تو میں نے عرض کی، میری رائے وہی ہے جو ابوبکر کی رائے ہے۔ اس پر آقا کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ ابوبکر غلطی کریں۔

(تاریخ الخلفاء:۱۰۷، ابونعیم، طبرانی)

23۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں نے آقا و مولیٰ ﷺ سے عرض کی، آپ نے اپنی علالت کے ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، نہیں! میں نے نہیں بنایا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے بنایا تھا (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں امام بنایا تھا)۔ (تاریخ الخلفاء:۱۲۶، ابن عساکر)

24۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو وہ رو پڑے اور فرمایا، میں چاہتا ہوں کہ میرے سارے اعمال اُن کے ایک دن کے اعمال جیسے یا اُن کی ایک رات کے اعمال جیسے ہوتے۔ پس رات تو وہ رات ہے جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار کی طرف چلے۔ جب غار تک پہنچے تو عرض گزار ہوئے، خدا کی قسم! آپ اس میں داخل نہیں ہوں گے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں کیونکہ اگر اس میں کوئی چیز ہے تو اس کی تکلیف آپ کی جگہ مجھے پہنچے۔ پھر وہ داخل ہوئے اور غار کو

صاف کیا۔ اس کی ایک جانب سوراخ تھے تو اپنی ازار کو پھاڑ کر انہیں بند کیا۔ دو سوراخ باقی رہ گئے تو انہیں اپنی ایڑیوں سے روک لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے کہ تشریف لے آیئے۔

رسول اللہ ﷺ اندر داخل ہوئے اور انکی گود میں سرِ مبارک رکھ کر سو گئے۔ پس ایک سوراخ میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیر میں ڈنگ مارا گیا تو انہوں نے اس ڈر سے حرکت نہ کی کہ آقا و مولیٰ ﷺ بیدار ہو جائیں گے لیکن ان کے آنسو رسول اللہ ﷺ کے نورانی چہرے پر گر پڑے۔ فرمایا کہ ابوبکر! کیا بات ہے؟ عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان، مجھے ڈنگ مارا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے لعابِ دہن لگا دیا تو انکی تکلیف جاتی رہی۔ پھر اس زہر نے عود کیا اور وہی انکی وفات کا سبب بنا۔

اُن کا دن وہ دن ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو اس وقت بعض اہلِ عرب مرتد ہو گئے اور کہا کہ ہم زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے تو انہوں نے فرمایا، اگر کوئی اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی رسی بھی روکے گا تو میں اس کے ساتھ جہاد کروں گا۔ میں عرض گزار ہوا کہ اے خلیفۂ رسول ﷺ! لوگوں سے الفت کیجیے اور ان سے نرمی کا سلوک فرمایئے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا،

تم جاہلیت میں بہادر تھے تو کیا اسلام لا کر بزدل ہو گئے ہو؟ بے شک وحی منقطع ہو گئی، دین مکمل ہو گیا، کیا یہ دین میرے جیتے جی بدل جائے گا؟ (مشکوٰۃ)

25۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر تمام اہلِ زمین کا ایمان ایک پلّہ میں اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان دوسرے پلّہ میں رکھ کر وزن کیا جائے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلّہ بھاری رہے گا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۲۱، شعب الایمان للبیہقی)

26۔ حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (ترجمہ: اور اگر ہم اُن پر فرض کر دیتے کہ اپنے

آپ کو قتل کر دو) نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ مجھے حکم دیتے کہ میں خود کو قتل کر لوں تو میں خود کو ضرور قتل کر دیتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، تم نے سچ کہا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۲۰، ابن ابی حاتم)

27۔ حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اس کا اختیار دیا کہ وہ دنیا کی نعمتیں پسند کر لے یا آخرت کی نعمتیں جو اللہ کے پاس ہیں تو اُس نے آخرت کی نعمتیں پسند کر لیں۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! کاش ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ ہمیں تعجب ہوا کہ حضور ﷺ کسی شخص کا ذکر فرما رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں، آپ پر ہمارے ماں باپ قربان ہو جائیں۔ بعد میں ہمیں علم ہوا کہ وہ صاحبِ اختیار بندے خود حضور ﷺ ہی تھے۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔ (بخاری، مسلم)

28۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا، یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا، آپ۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نہیں! سب سے زیادہ بہادر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ سنو! جنگِ بدر میں ہم نے رسول کریم ﷺ کے لیے ایک سائبان بنایا تھا۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس سائبان کے نیچے حضور کے ساتھ کون رہے گا، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مشرک آقا و مولیٰ ﷺ پر حملہ کر دے۔ خدا کی قسم! ہم میں سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھا تھا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہاتھ میں برہنہ تلوار لیے ہوئے حضور ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے اور پھر کسی مشرک کو آپ کے پاس آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اگر کوئی ناپاک ارادے سے قریب بھی آیا تو آپ فوراً اس پر ٹوٹ پڑے۔ اس لیے آپ ہی سب سے زیادہ بہادر تھے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۰۰، مسند بزار)

یعنی اُس افضلُ الخلق بعد الرُسُل　　ثانی اثنینِ ہجرت پہ لاکھوں سلام

خلیفۂ دوم، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

انبیاءِ کرام علیہم السلام کے بعد حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے افضل ہیں اور انکے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اعلانِ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے۔ آپ کے قبولِ اسلام کے لیے نبی کریم ﷺ نے اس طرح دعا فرمائی، ''اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو غلبہ عطا فرما''۔ اس حدیث میں آقا و مولیٰ ﷺ کا صرف آپ ہی کا نام لے کر دعا فرمانا مذکور ہے اور یہ آپ کے لیے بڑے شرف کی بات ہے۔

آپ کے اسلام قبول کرنے سے اسلام لانے والے مَردوں کی تعداد چالیس ہوگئی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''جب سے عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے، یہ دین روز بروز ترقی کرتا چلا گیا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اسلام قبول کیا تو دارِ اَرقم میں موجود مسلمانوں نے اس زور سے تکبیر بلند کی کہ اسے تمام اہلِ مکہ نے سنا۔ میں نے دریافت کیا، یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا، کیوں نہیں، یقیناً ہم حق پر ہیں۔ میں نے عرض کی، پھر ہم پوشیدہ کیوں رہیں۔ چنانچہ وہاں سے تمام مسلمان دو صفیں بنا کر نکلے۔ ایک صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور ایک میں، مَیں تھا۔

جب ہم اس طرح مسجد حرام میں داخل ہوئے تو کفار کو سخت ملال ہوا۔ اس دن سے رسول کریم ﷺ نے مجھے فاروق کا لقب عطا فرمایا کیونکہ اسلام ظاہر ہوگیا اور حق و باطل میں فرق پیدا ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اعلانیہ ہجرت کی ہو۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کے ارادے سے نکلے، آپ نے تلوار حمائل کی، کمان شانے پر لٹکائی اور ہاتھ میں تیر پکڑ کر خانۂ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر وہاں

موجود کفارِ قریش میں سے ایک ایک فرد سے الگ الگ فرمایا،
''تمہاری صورتیں بگڑیں، تمہارا ناس ہو جائے! ہے کوئی تم میں جو اپنی ماں کو بیٹے سے محروم، اپنے بیٹے کو یتیم اور اپنی بیوی کو بیوہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو! وہ آئے اور جنگل کے اس طرف آ کر مجھ سے مقابلہ کرے۔ میں اس شہر سے ہجرت کر رہا ہوں''۔ کفار کو آپ کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

غیب جاننے والے آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشاد ہے، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہی ہوتے۔ آپ سے پانچ سو اُنتالیس (۵۳۹) احادیث مروی ہیں۔ آپکی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں آقا و مولیٰ کے ساتھ رہے اور غزوۂ اُحد میں آپ نے ثابت قدمی دکھائی۔ مصر کی فتح کے بعد وہاں کے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصریوں کو انکے رواج کے مطابق ایک کنواری لڑکی دریائے نیل کی بھینٹ چڑھانے کی اجازت نہ دی تو دریائے نیل خشک ہو گیا۔ اس پر گورنر نے آپ کی خدمت میں سب ماجرا لکھ بھیجا۔ آپ نے ایک خط لکھ کر ان سے فرمایا، اس خط کو دریا میں ڈال دو۔

خط میں لکھا تھا، ''اللہ کے بندے امیرُ المومنین عمر کی جانب سے دریائے نیل کے نام معلوم ہو کہ اگر تو خود بخود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو، اور اگر تجھے اللہ تبارک وتعالیٰ جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد وقہار ہی سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری کر دے''۔ جب یہ خط دریا میں ڈالا گیا تو دریا ایسا جاری ہوا کہ معمول سے سولہ گز پانی زیادہ چڑھ گیا اور وہ پھر کبھی خشک نہ ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر ساریہ رضی اللہ عنہ نامی شخص کی سربراہی میں جنگ کے لیے نہاوند بھیجا۔ کچھ دن بعد جمعہ کے خطبہ میں آپ نے تین بار فرمایا، ''اے ساریہ! پہاڑ کی طرف''۔ جب لشکر کا قاصد آیا تو اس نے بتایا کہ ہمیں شکست ہونے کو تھی کہ ہم نے یہ

آواز سنی، ''اے ساریہ! پہاڑ کی طرف''۔ چنانچہ ہم پہاڑ کی طرف ہو گئے۔ پس جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور ہمیں فتح ہوئی۔ (مشکوٰۃ باب الکرامات)

آپ ہی نے سب سے اول ہجری تاریخ و سال جاری کیا اور حکومتی نظم و نسق کے لیے دفاتر و انتظامی شعبے قائم فرمائے۔ آپ نے مساجد میں روشنی کا مناسب انتظام کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ماہِ رمضان میں ایک مسجد میں قندیل روشن دیکھی تو فرمایا، اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو روشن فرمائے کہ انہوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کر دیا۔

آپ اکثر صوف کا لباس پہنتے جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوتے۔ اسی لباس میں دُرّہ لیے ہوئے بازار تشریف لے جاتے اور اہلِ بازار کو ادب و تنبیہ فرماتے۔ سادہ غذا کھاتے، عوام کے حالات جاننے کے لیے راتوں کو گشت کرتے۔

جب کسی کو عامل (گورنر) بناتے تو اسکے اثاثوں کی فہرست لکھ لیا کرتے نیز اسے عوام کی فلاح کے لیے نصیحتیں فرماتے، اور شکایت ملنے پر عامل کو بھی سزا دیتے۔

آپ کے دورِ خلافت میں بیشمار فتوحات ہوئیں۔ دمشق، بصرہ، اردن، مدائن، حلب، انطاکیہ، بیت المقدس، نیشاپور، مصر، اسکندریہ، آذربائیجان، طرابلس، اصفہان، مکران وغیرہ متعدد علاقے آپ ہی کے دور میں اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے۔

۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو جب آپ نماز فجر پڑھانے لگے تو ایک مجوسی ابولولو نے آپ کو دو دھارے خنجر سے حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا۔ آپ نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے ایک کمیٹی بنا دی جو چھ اکابر صحابہ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھی کہ یہ باہم مشاورت سے ان میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ اسی دن آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔ آپ کی خواہش پر اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے آپ نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ (ماخوذ از تاریخ الخلفاء)

فضائلِ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، قرآن میں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا، آج ہماری طاقت آدھی ہوگئی۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری، درِمنثور)

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ O (الانفال:۶۴)

''اے غیب کی خبریں بتانے والے! اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے''۔ (کنزالایمان)

آپ کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ کسی معاملے میں آپ جو مشورہ دیتے یا رائے پیش کرتے، قرآن کریم آپ کی رائے کے موافق نازل ہوتا۔

حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ قرآن کریم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آراء موجود ہیں جن کی وحی الٰہی نے تائید فرمائی ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر بعض امور میں لوگوں کے رائے کچھ اور ہوتی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کچھ اور، تو قرآن مجید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء:۱۹۷)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''میرے رب نے تین امور میں میری موافقت فرمائی۔ مقامِ ابراہیم پر نماز کے متعلق، پردے کے بارے میں اور بدر کے قیدیوں کے معاملے میں''۔ (بخاری، مسلم)

محدثین فرماتے ہیں کہ ان تین امور میں حصر کی وجہ انکی شہرت ہے ورنہ موافقت کی تعداد اس سے زائد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے رب نے مجھ سے اکیس (۲۱) باتوں میں موافقت فرمائی ہے۔ جن کا تذکرہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں کیا ہے۔ ان امور کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

1۔ حجاب کے احکام سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ازواجِ مطہرات کے سامنے طرح طرح کے لوگ آتے ہیں اس لیے آپ انہیں پردے کا حکم دیجیے۔اس پر یہ آیت نازل ہوگئی۔ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ۔ ''اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو''۔ (الاحزاب:۵۳، کنزالایمان)

2۔ ایک بار آپ نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ہم مقامِ ابراہیم کو مصلّٰی نہ بنالیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوگئی، وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۔ ''اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ''۔(البقرۃ:۱۲۵، کنزالایمان)

3۔ بدر کے قیدیوں کے متعلق بعض نے فدیہ کی رائے دی جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کرنے کا مشورہ دیا۔اس پر آپ کی موافقت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔''اگر اللہ ایک بات پہلے لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو! تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا، اس میں تم پر بڑا عذاب آتا''۔(الانفال:۶۸، کنزالایمان)

4۔ نبی کریم ﷺ کا اپنی کنیز حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانا بعض ازواجِ مطہرات کو ناگوار لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا،
عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ۔ ''اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو قریب ہے کہ اُن کا رب اُنہیں تم سے بہتر بیویاں بدل دے''۔ (التحریم:۵) بالکل انہی الفاظ کے ساتھ وحی نازل ہوگئی۔

5۔ حرمت سے قبل مدینہ طیبہ میں شراب اور جوئے کا عام رواج تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی، ہمیں شراب اور جوئے کے متعلق ہدایت دیجیے کیونکہ یہ مال اور عقل دونوں ضائع کرتے ہیں۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی، يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ

الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيرٌ۔ ''تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں، تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے''۔ (البقرۃ:۲۱۹، کنزالایمان)

6۔ ایک بار ایک شخص نے شراب کے نشہ میں نماز پڑھائی تو قرآن غلط پڑھا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر وہی عرض کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

یاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى ۔ (النساء:۴۳)

''اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ''۔ (کنزالایمان)

7۔ اسی سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بار بار دعا کی، الٰہی! شراب اور جوئے کے متعلق ہمارے لئے واضح حکم نازل فرما۔ یہانتک کہ شراب اور جوئے کے حرام ہونے پر یہ آیت نازل ہوگئی۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ ۔ ''بیشک شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام، تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ''۔ (المائدۃ:۹۰)

8۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِنْ طِيْنٍ (بیشک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا) نازل ہوئی۔ (المؤمنون:۱۲) تو اِسے سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ کہا، فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ ''تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا''۔ اس کے بعد اِنہی لفظوں سے یہ آیت نازل ہوگئی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

9۔ جب منافق عبداللہ ابن اُبَی مرا تو اُس کے لوگوں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے درخواست کی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عبداللہ ابن اُبَی تو آپ کا سخت دشمن اور منافق تھا، آپ اُس کا جنازہ پڑھیں گے! رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ دین کی حکمت کے پیشِ نظر اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ آیت نازل ہوگئی، وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ

مَاتَ اَبَدًا۔ ''اور جب ان (منافقوں) میں سے کوئی مرے تو اس پر نماز نہ پڑھیے''۔

یہ خیال رہے کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ فعل صحیح اور کئی حکمتوں پر مبنی تھا جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس نماز کی وجہ سے اس منافق کی قوم کے ایک ہزار افراد اسلام لے آئے۔ اگر آپ کا یہ فعل مبارک رب تعالیٰ کو پسند نہ ہوتا تو وہ وحی کے ذریعے آپ کو اسکی نماز جنازہ پڑھانے سے منع فرمادیتا۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا صحیح ہونا عام منافقوں کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کے متعلق ہے۔

10۔ اسی نماز جنازہ کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ ''ان منافقوں کے لیے استغفار کرنا نہ کرنا برابر ہے''۔ اس پر سورۃ المنافقون کی یہ آیت نازل ہوئی۔ (طبرانی)

11۔ جس وقت رسول اکرم ﷺ نے جنگ بدر کے سلسلہ میں صحابہ کرام سے باہر نکل کر لڑنے کے سلسلہ میں مشورہ کیا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکلنے ہی کا مشورہ دیا اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ كَمَا اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ الخ۔ ''جس طرح اے محبوب! تمہیں تمہارے رب نے (لڑنے کے لئے) تمہارے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا اور بیشک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا''۔ (الانفال:۵، کنز الایمان)

12۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب منافقوں نے بہتان لگایا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمایا۔ آپ نے عرض کی، میرے آقا! آپ کا اُن سے نکاح کس نے کیا تھا؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ نے! اس پر آپ نے عرض کی، کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ کے رب نے آپ سے اُن کے عیب کو چھپایا ہوگا، بخدا یہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر عظیم بہتان ہے۔ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔ اسی طرح آیت نازل ہوئی۔ (النور:۱۶)

13۔ابتدائے اسلام میں رمضان شریف کی رات میں بھی بیوی سے قربت منع تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کچھ عرض کیا۔اس کے بعد شب میں مجامعت کو جائز قرار دے دیا گیا اور آیت نازل ہوئی۔اُحِلَّ لَکُمۡ لَیۡلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَائِکُمۡ۔"روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لیے حلال ہوا"۔(البقرۃ:۱۸۷، کنزالایمان)

14۔ایک یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا، جبرئیل فرشتہ جس کا ذکر تمہارے نبی کرتے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے۔یہ سن کر آپ نے فرمایا، مَنۡ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَمَلآئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجِبۡرِیۡلَ وَمِیۡکَالَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ۔"جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا، تو اللہ دشمن ہے کافروں کا"۔(البقرۃ:۹۸) بالکل انہی الفاظ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

15۔دو شخص لڑائی کے بعد انصاف کے لیے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔حضور ﷺ نے ان کا فیصلہ کر دیا لیکن جس کے خلاف یہ فیصلہ ہوا، وہ منافق تھا۔اس نے کہا کہ چلو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں اور ان سے فیصلہ کرائیں۔چنانچہ یہ دونوں پہنچے اور جس شخص کے موافق حضور نے فیصلہ کیا تھا اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، حضور نے تو ہمارا فیصلہ اس طرح فرمایا تھا لیکن یہ میرا ساتھی نہیں مانا اور آپ کے پاس فیصلہ کے لئے لے آیا۔آپ نے فرمایا، ذرا ٹھہرو میں آتا ہوں۔آپ اندر سے تلوار نکال لائے اور اس شخص کو جس نے حضور کا فیصلہ نہیں مانا تھا، قتل کر دیا۔دوسرا شخص بھاگا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کی اطلاع دی۔آپ نے فرمایا، مجھے عمر سے یہ امید نہیں کہ وہ کسی مومن کے قتل پر اس طرح جرأت کرے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس منافق کے خون سے بری رہے۔
فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ الخ۔ ترجمہ: تو اے محبوب!

تمہارے رب کی قسم! وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو، اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں"۔ (النساء: ٦٥، کنزالایمان)

16۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک روز سو رہے تھے کہ آپ کا ایک غلام بغیر اجازت لیے اندر چلا آیا۔ اس وقت آپ نے دعا فرمائی، الٰہی! بغیر اجازت گھروں میں داخل ہونا حرام فرمادے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا ۔ "اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو"۔ (النور: ٢٧، کنزالایمان)

17۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ یہود ایک حیران و سرگرداں قوم ہے۔ آپ کے اس قول کے مطابق آیت نازل ہوئی۔

18۔ ثُلَّةٌ" مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَ ثُلَّةٌ" مِنَ الْاٰخِرِيْنَ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید میں نازل ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء)

چند موافقات اور فراستِ عمر رضی اللہ عنہ:

☆ آیت "الشیخ و الشیخة اذا زنیا" کا منسوخ التلاوت ہونا بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے موافقت رکھتا ہے۔

☆ جنگ اُحد میں جب ابوسفیان نے کہا، کیا تم میں فلاں ہے؟ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "اس کا جواب نہ دو"۔ رسولِ کریم ﷺ نے آپ کے اس قول سے موافقت فرمائی۔ اس واقعہ کو امام احمد رضی اللہ عنہ نے اپنی مُسند میں روایت کیا ہے۔

☆ ایک روز کعب احبار رضی اللہ عنہ نے کہا، آسمان کا بادشاہ زمین کے بادشاہ پر افسوس کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا، مگر اس بادشاہ پر افسوس نہیں کرتا جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا۔ یہ سن کر کعب احبار رضی اللہ عنہ نے کہا، واللہ! توریت میں یہی الفاظ

ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سجدے میں گر گئے یعنی سجدۂ شکر بجالائے۔ (ایضاً:۲۰۱)

☆ صحیح مسلم میں ہے کہ صحابہ نے نماز کے لیے بلانے کے متعلق مختلف تجاویز دیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ایک آدمی کو مقرر کرلو جو نماز کے وقت آواز دیکر لوگوں کو بلائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا۔

☆ مؤطا امام مالک میں ہے کہ ایک بار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نیند سے جگانے کے لیے کسی نے الصلوٰۃ خیر من النوم کہا تو آپ نے فجر کی اذان میں ان کلمات کو پڑھنے کا حکم دیا۔ (مشکوٰۃ باب الاذان)

☆ جنگِ یمامہ میں جب بہت سے حفاظ صحابہ کرام شہید ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی، اگر اسی طرح حفاظ شہید ہوتے رہے تو کہیں قرآن کی حفاظت کا مسئلہ نہ پیدا ہو، اس لیے قرآن کو کتاب کی صورت میں جمع کردیا جائے۔ آپ کے بار بار اصرار پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کام کے لیے راضی ہوئے۔ یوں آپ کی فراست ودانائی کی وجہ سے قرآن کریم ایک جگہ کتاب کی صورت میں جمع کیا گیا۔ (بخاری باب جمع القرآن)

☆ اسی طرح آپ کے دورِ خلافت کے شروع تک لوگ الگ الگ تراویح پڑھتے تھے۔ آپ نے انہیں ایک امام کی اقتداء میں جماعت کی صورت میں تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ تراویح میں قرآن کریم سنانے کی لگن میں مسلمان چھوٹے بڑے قرآن مجید حفظ کرتے ہیں اور حفاظ کرام اسے اہتمام سے یاد رکھتے ہیں۔

گویا آج قرآن کریم کا کتابی صورت میں محفوظ ہونا، حفاظ کرام کی کثرت اور قرآن کریم کا صحیح یاد رکھنا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی فراست کے صدقے میں ہے جنہوں نے قرآن کریم کو کتابی صورت میں جمع کرنے کی اہمیت اُجاگر کی اور تراویح کو باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا۔

فضائلِ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، احادیث میں:

29۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ بے شک تم سے پہلی امتوں میں مُحدَّثُ (صاحبِ الہام) ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں بھی کوئی مُحدَّثُ ہے تو عمر ہے۔ (بخاری کتابُ المناقب، مسلم باب فضائل عمر)

30۔ انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تم سے پہلے لوگوں یعنی بنی اسرائیل میں ایسے لوگ بھی ہوا کرتے تھے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام فرمایا جاتا تھا حالانکہ وہ نبی نہ تھے۔ اگر ان میں سے میری امت میں بھی کوئی ہے تو وہ عمر ہے۔ (بخاری کتابُ المناقب)

31۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی اور آپ کے پاس قریش کی چند عورتیں گفتگو کر رہی تھیں اور اونچی آواز سے کچھ مطالبہ کر رہی تھیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی تو وہ پردے کے پیچھے چھپ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور رسولُ اللہ ﷺ ہنس رہے تھے۔ عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ مسکراتا رکھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مجھے ان عورتوں پر تعجب ہے جو میرے پاس تھیں اور جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو پردے کے پیچھے چھپ گئیں۔ آپ نے کہا، اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو مگر اللہ کے رسول سے نہیں ڈرتیں؟ انہوں نے کہا، ہاں کیونکہ آپ سخت مزاج اور سخت گیر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، خوب اے ابنِ خطاب! قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، شیطان جب بھی تم سے کسی راستے میں ملتا ہے تو اپنا راستہ بدل لیتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

32۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا، یہ محل کس کا ہے؟ جواب ملا، عمر بن خطاب کا

میں نے ارادہ کیا کہ اندر داخل ہو کر اسے دیکھوں لیکن تمہاری غیرت یاد آ گئی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا میں آپ پر غیرت کر سکتا ہوں۔ (بخاری، مسلم)

33۔ حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا، میں سویا ہوا تھا کہ مجھ پر لوگ پیش کیے گئے جنہوں نے قمیصیں پہنی ہوئیں تھیں۔ کسی کی قمیص سینے تک اور کسی کی اس سے بھی کم تھی۔ پھر مجھ پر عمر بن خطاب پیش کیے گئے تو ان پر بھی قمیص تھی اور وہ اسے گھسیٹ رہے تھے۔ لوگ عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اس قمیص سے کیا تعبیر لی ہے؟ فرمایا، دین۔ (بخاری، مسلم)

34۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا۔ میں نے پیا، یہاں تک کہ سیرابی کو اپنے ناخنوں سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ پھر بچا ہوا دودھ میں نے عمر بن خطاب کو دے دیا۔ لوگ عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ ﷺ! آپ اس (دودھ) سے کیا مراد لیتے ہیں؟ فرمایا، علم۔ (بخاری، مسلم)

35۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری فرما دیا ہے۔ (ترمذی)

36۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان پر رکھ دیا ہے کہ وہ ہمیشہ حق بولتے ہیں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم)

37۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم اس بات میں شک نہیں کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر سکینہ بولتا ہے یعنی ان کے ارشاد پر سب کو دلی سکون ملتا ہے۔ اسے امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ (مشکوٰۃ)

38۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا کی، اے اللہ!

اسلام کو ابو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے عزت دے۔ صبح ہوئی تو اگلے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور مسجد میں اعلانیہ نماز پڑھی۔ (احمد، ترمذی)

39۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے دعا فرمائی، اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب کے ذریعے غلبہ عطا فرما۔ (مستدرک للحاکم)

اس حدیث میں مذکور دعا میں کسی دوسرے شخص کا نام شامل نہیں ہے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے سنن میں اُمُ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اسی حدیث کو طبرانی نے اوسط میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور معجم کبیر میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۸۳)

40۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! آسمان والے حضرت عمر کے ایمان لانے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ (ابن ماجہ، حاکم)

41۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے اس وقت سے ہم مسلسل کامیاب ہوتے آرہے ہیں۔ (بخاری)

42۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا، اے رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے بہتر۔ حضرت ابو بکر نے کہا، آپ تو یوں کہتے ہیں حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو عمر سے بہتر ہو۔ (ترمذی)

43۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا، رسول کریم ﷺ کے وصال کے بعد میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا نیک اور سخی نہیں دیکھا گویا یہ خوبیاں تو آپ کی ذات پر ختم ہوگئی تھیں۔ (بخاری)

44۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔ (ترمذی، حاکم)

45۔ حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ کے لیے نکلے۔ جب واپس تشریف لائے تو ایک کالی لونڈی حاضر بارگاہ ہو کر عرض گزار ہوئی، یارسول اللہ ﷺ! میں نے نذر مانگی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو بخیریت واپس لوٹائے تو میں آپ کی خدمت میں دف بجاؤں گی۔

رحمتِ عالم ﷺ نے اس سے فرمایا، اگر تم نے نذر مانی تھی تو بجالو، اور نہیں مانی تھی تو نہ بجاؤ۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بجاتی رہی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بجاتی رہی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بجاتی رہی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو اس نے دف اپنے نیچے رکھی اور اس پر بیٹھ گئی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اے عمر! شیطان تم سے ڈرتا ہے۔ میں بیٹھا تھا لیکن یہ بجاتی رہی۔ ابوبکر آئے اور یہ بجاتی رہی، علی آئے اور یہ بجاتی رہی۔ پھر عثمان آئے اور یہ بجاتی رہی۔ جب اے عمر! تم اندر داخل ہوئے تو اس نے دف نیچے رکھ لی۔ رضی اللہ عنہ (ترمذی)

46۔ حضرت انس اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تین باتوں میں میرے رب نے میری موافقت فرمائی۔

۱) میں عرض گزار ہوا، یارسول اللہ ﷺ! کاش ہم مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالیں تو حکم نازل ہوا، "اور ٹھہرالو مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ"۔ (۲:۱۲۵)

۲) میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ہماری عورتوں کے پاس بھلے اور برے آتے ہیں، کاش! آپ انہیں پردے کا حکم فرمائیں۔ اس پر پردے کی آیت نازل ہوگئی۔

۳) نیز جب نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات غیرت کھا کر جمع ہوگئیں تو میں عرض گزار ہوا، "اگر آپ انہیں طلاق دے دیں تو قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ان سے بہتر

بدلے میں عطا فرمائے"۔ پس اسی طرح آیت نازل ہوگئی۔ (بخاری، مسلم)

47۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دوسرے لوگوں پر چار باتوں سے فضیلت دی گئی ہے۔

۱) بدر کے قیدیوں کے بارے میں جب آپ نے اُن کو قتل کرنے کے لیے کہا تو اللہ تعالیٰ نے (آپ کی تائید میں) فرمایا، "اگر اللہ پہلے فیصلہ نہ کر چکا ہوتا جو تم نے کیا تو تم کو بڑا عذاب پہنچتا"۔ (۶۸:۸)

۲) اور پردے کے معاملے میں جب آپ نے نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات سے پردے کے لیے کہا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا، اے ابنِ خطاب! آپ ہم پر بھی حکم چلاتے ہیں حالانکہ وحی ہمارے گھر میں نازل ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا، "اور جب تم نے کوئی چیز ان سے مانگنی ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو"۔ (۵۳:۳۳)

۳) اور حضور ﷺ کی دعا کے باعث کہ "اے اللہ! عمر کے ذریعے اسلام کی مدد فرما"۔

۴) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کے فیصلے کے باعث کہ سب سے پہلے اِنہوں نے بیعت کی۔ (احمد، مشکوٰۃ)

48۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلے میں اور تمام اہلِ دنیا کا علم ترازو کے دوسرے پلے میں رکھ کر تولا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلہ ہی بھاری رہے گا کیونکہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے علم آپ کو دیا گیا ہے۔ (طبرانی، حاکم، تاریخ الخلفاء:۱۹۵)

49۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میری امت سے وہ آدمی جنت میں بڑے بلند درجے والا ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم، ہم اس آدمی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی مراد لیا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ اپنے

راستے پر چلے گئے یعنی وصال فرما گئے۔ (ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ)

50۔ حضرت مِسوَر بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا اور انہوں نے تکلیف محسوس کی تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا، اے امیر المومنین! کیا آپ پریشان ہیں حالانکہ آپ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے اور اچھا ساتھ نبھایا۔ پھر جب وہ جدا ہوئے تو آپ سے راضی تھے پھر آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے اور اچھا ساتھ نبھایا۔ پھر جب وہ جدا ہوئے تو آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ کی صحابہ کرام سے صحبت رہی اور اچھی صحبت رہی۔ اگر آپ ان سے جدا بھی ہو جائیں تو وہ آپ سے راضی ہیں۔

فرمایا، تم نے رسول کریم ﷺ کی صحبت اور رضامندی کا ذکر کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ جو اس نے مجھ پر فرمایا۔ تم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صحبت اور رضامندی کا ذکر کیا تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا۔ اور جو تم میری پریشانی دیکھ رہے ہو یہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم! اگر میرے پاس زمین بھر سونا بھی ہوتا تو میں اللہ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے اس کا فدیہ ادا کر دیتا۔

(بخاری باب مناقب عمر بن خطاب)

51۔ حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ عرفہ پر عموماً اور حضرت عمر پر خصوصاً فخر کیا ہے۔ جتنے انبیاء کرام مبعوث ہوئے ہیں، ہر ایک کی امت میں ایک محدَّث ضرور ہوا ہے اگر میری امت کا کوئی محدَّث ہے تو وہ عمر ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! محدَّث کون ہوتا ہے؟ فرمایا، جس کی زبان سے ملائکہ گفتگو کریں۔

اس حدیث کی اسناد درست ہیں۔ (طبرانی فی الاوسط، تاریخ الخلفاء: ۱۹۴)

52۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میرے بعد حق عمر کے ساتھ رہے گا خواہ وہ کہیں ہوں۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۳، طبرانی)

53۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مرض الوصال میں دریافت کیا گیا، اگر آپ سے اللہ تعالیٰ یہ دریافت فرمائے کہ تم نے عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں خلیفہ منتخب کیا تو آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟ فرمایا، میں عرض کروں گا کہ میں نے ان لوگوں پر ان میں سے سب سے بہتر شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۵، طبقات ابن سعد)

54۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، عمر اہلِ جنت کا چراغ ہیں۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۳، البزار، ابن عساکر)

55۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب جاننے والے آقا ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا، یہی وہ ہستی ہے جس کے باعث فتنہ وفساد کے دروازے بند ہیں اور یہ جب تک زندہ رہے گا اس وقت تک تم میں کوئی پھوٹ اور فتنہ وفساد نہیں ڈال سکے گا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۳، ازالۃ الخفاء)

56۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے، مجھ سے جبرئیل نے کہا ہے کہ اسلام عمر کی موت پر روئے گا یعنی ان کی وفات سے اسلام کو بہت نقصان پہنچے گا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۴، طبرانی)

57۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی شخص سے واقف نہیں جس نے جرأت کے ساتھ راہِ خدا میں ملامت سنی ہو۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۵)

58۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے آقا و مولیٰ ﷺ نے مجھ سے (از راہِ کرم وعنایت) یہ فرمایا، ''اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا''۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

وہ عمر جس کے اعداء پہ شیدا سَقَر — اُس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

فضائلِ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما، قرآن میں:

1۔ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔(التحریم:۴)

''بیشک اللہ اُن کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے''۔(کنزالایمان)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صالح مومنین سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔(تفسیر بغوی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عمر، ابن عباس اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔(تفسیر مظہری)

2۔ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (آل عمران:۱۵۹) ''کاموں میں ان سے مشورہ لو''۔

(کنزالایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس آیت میں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ابوبکر و عمر سے مشورہ کیا کرو۔ اس آیت کے نزول پر سرکار دو عالم ﷺ نے حضراتِ شیخین سے فرمایا، جب تم دونوں کسی رائے پر متفق ہو جاؤ تو میں تمہارے خلاف نہیں کرتا۔

(ازالۃ الخفاء: ج ۲:۳۳، مستدرک للحاکم، تفسیر ابن کثیر)

3۔ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ۔(آل عمران:۱۴۵)

''اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں''۔(کنزالایمان)

جو (غزوہ اُحد میں نبی کریم ﷺ کی شہادت کی جھوٹی افواہ سن کر) نہ پھرے اور اپنے دین پر ثابت رہے، انکو شاکرین فرمایا کیونکہ انہوں نے اپنے ثبات سے نعمتِ اسلام کا شکر ادا کیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھی جو اپنے دین پر قائم رہے وہ شاکرین ہیں۔ (جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت

علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ امیر الشاکرین ہیں۔(ازالۃ الخفاء:ج ۲:۳۵، تفسیر خزائن العرفان)

4۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ O (الحجرات:۳)

"بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے"۔
(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

آیت لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ (اپنی آواز نبی کریم ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو) کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابو بکر و عمر اور بعض اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت احتیاط لازم کر لی اور خدمتِ اقدس میں بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے۔ ان حضرات کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے دل اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیے ہیں، جو انہیں فاسق مانے وہ اس آیت کا منکر ہے۔ (نور العرفان)

فضائلِ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما، احادیث میں:

59۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آقا و مولیٰ ﷺ سے سوال کیا، قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا، یہ بتاؤ کہ تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اُس نے عرض کی، میرے پاس تو کوئی عمل نہیں سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، تم اُنہی کے ساتھ ہو گے جن سے محبت رکھتے ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جس قدر خوشی یہ فرمان سن کر ہوئی کہ "تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو"۔ میں آقا

ومولیٰ نبی کریم ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں لہٰذا مجھے امید ہے کہ میں اُن سے محبت کی وجہ سے انکے ساتھ رہوں گا اگرچہ میرے اعمال اُن جیسے نہیں۔(صحیح بخاری باب مناقبِ عمر بن خطاب)

60۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایک آدمی گائے کو ہانک رہا تھا۔ جب تھک گیا تو اس پر سوار ہوگیا۔ اس نے کہا، ہمیں اس لیے پیدا نہیں کیا گیا ہے بلکہ ہمیں زمین کی کاشت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا، سبحان اللہ! گائے بولتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اس بات کو میں نے مانا اور ابوبکر وعمر نے'' حالانکہ وہ دونوں وہاں موجود نہ تھے۔

پھر فرمایا، ایک آدمی اپنی بکریوں میں تھا جب کہ بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کیا اور اسے پکڑ لیا۔ اس کے مالک نے وہ بکری چھڑالی۔ بھیڑیے نے اس سے کہا، یومِ سبع کو اس کی حفاظت کون کرے گا جبکہ میرے سوا کوئی چرواہا نہیں ہوگا۔ لوگوں نے کہا، سبحان اللہ! بھیڑیا باتیں کرتا ہے۔ فرمایا، ''میں نے اس بات کو مانا اور ابوبکر وعمر نے بھی''۔ حالانکہ وہ وہاں موجود نہ تھے۔ (بخاری، مسلم)

61۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسولُ اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لاتے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے سوا کوئی اور سر نہ اٹھاتا۔ یہ حضور ﷺ کو دیکھ کر مسکراتے اور حضور ﷺ انہیں دیکھ کر تبسم فرماتے۔(ترمذی)

62۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد انکے لیے دعا کر رہے تھے جب کہ وہ تختے پر تھے تو ایک آدمی نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھ کر کہا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ مجھے امید ہے کہ وہ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں سے ملادے گا کیونکہ میں نے اکثر رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، ''میں اور ابوبکر وعمر تھے، میں نے اور ابوبکر وعمر نے کیا، میں اور

ابوبکر وعمر گئے، میں اور ابوبکر وعمر اندر داخل ہوئے، میں اور ابوبکر وعمر باہر نکلے"۔ میں نے مڑکر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (بخاری، مسلم)

63۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مجھے نہیں معلوم کہ میں تم میں کتنے دن اور رہوں گا لہٰذا میرے بعد والوں میں سے ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا۔ (ترمذی)

64۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بیشک جنتی لوگ علیین والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم چمک دار تارے کو آسمان کے کنارے پر دیکھتے ہو۔ اور بیشک ابوبکر وعمر اُنہی میں سے ہیں اور دونوں خوب تر ہیں۔ (مشکوٰۃ، ترمذی، ابنِ ماجہ)

65۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ابوبکر وعمر انبیائے کرام و مرسلینِ عظام کے سوا تمام اہلِ جنت کے عمر رسیدہ لوگوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

66۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر میں سے ایک آپ کے دائیں جانب اور ایک بائیں جانب تھے۔ آپ نے دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا، میں قیامت کے روز اسی طرح اٹھایا جاؤں گا۔ (ترمذی)

67۔ حضرت عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر فرمایا، یہ دونوں کان اور آنکھ ہیں (یعنی میرے لیے اس قدر اہم ہیں جیسے جسم کے لیے کان اور آنکھ)۔ (ترمذی)

68۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تمہارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا پس حضرت ابوبکر آئے۔ پھر فرمایا کہ تمہارے پاس ایک جنتی

شخص آئے گا۔ پس حضرت عمر آئے۔ (ترمذی)

69۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، کوئی نبی نہیں مگر اس کے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو زمین والوں میں سے ہوتے تھے، میرے دو آسمانی وزیر جبریل و میکائیل ہیں اور زمین پر میرے وزیر ابو بکر و عمر ہیں۔ (ترمذی)

70۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک چاندنی رات میں رسول کریم ﷺ کا سرِ مبارک میری گود میں تھا۔ میں عرض گزار ہوئی، یا رسول اللہ ﷺ! کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہیں؟ فرمایا، ہاں! عمر کی۔ میں نے عرض کی، اور حضرت ابو بکر کی نیکیوں کا کیا حال ہے؟ فرمایا، عمر کی ساری نیکیاں ابو بکر کی ایک نیکی جیسی ہیں۔ (مشکوٰۃ)

71۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تو میں نے کہا، مجھ سے عمر بن خطاب کے فضائل بیان کرو۔ انہوں نے کہا، اگر عمر کے فضائل بیان کرنے کے لیے مجھے حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی مل جائے تو بھی عمر کے فضائل ختم نہ ہوں حالانکہ عمر کے تمام فضائل، ابو بکر کے فضائل کا ایک جزو ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ:۱۲۱، تاریخ الخلفاء:۱۱۴، ابو یعلی)

72۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ہر نبی کے اصحاب میں سے کچھ خاص لوگ ہوتے ہیں۔ میرے اصحاب میں سے خاص لوگ ابو بکر اور عمر ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ:۱۱۸، تاریخ الخلفاء:۱۱۵، طبرانی)

73۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میرے بعد میری امت میں بہترین افراد ابو بکر اور عمر ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ:۱۱۸، ابن عساکر)

74۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اُس خدا کا شکر ہے جس نے تم کو میرا مددگار بنایا۔ (تاریخ الخلفاء:۱۱۴، بزار، حاکم)

75۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ عہدِ نبوی میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا؟ جواب دیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی عالم نہیں تھا اس لیے یہی دونوں حضرات فتویٰ دیا کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۱۵، طبقات ابن سعد)

76۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، میرے بعد ابو بکر و عمر کی پیروی کرنا کیونکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی پھیلائی ہوئی رسی ہیں۔ جو ان کا دامن تھام لے گا وہ کبھی نہ کھلنے والی گرہ تھام لے گا۔ (الصواعق المحرقۃ: ۱۱۶، طبرانی)

77۔ حضرت ابو اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، لوگو! تم جانتے ہو کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دینِ اسلام میں کیا مقام ہے۔ وہ اسلام کے لیے ایسے تھے جیسے (اولاد کے لیے) ماں باپ۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۷)

78۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، جس نے میرے اصحاب میں سے کسی کو ابو بکر و عمر پر فضیلت دی، اُس نے مہاجرین وانصار پر زیادتی کی۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۱۰، طبرانی فی الاوسط)

79۔ حضرت شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جس شخص میں ذرا سی بھی نیکی ہے وہ کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۷)

80۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر کی نشانی ہے۔

(تاریخ الخلفاء: ۱۱۵، الصواعق المحرقۃ: ۱۲۲، ابن عساکر)

اصدق الصادقیں ، سیدُ المتقین چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام
ترجمانِ نبی ، ہم زبانِ نبی جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆

خلیفۂ سوم سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کے بعد ایمان لائے۔ آپ نے اسلام کے لیے دوبار ہجرت کی، ایک بار حبشہ کی طرف اور دوسری بار مدینہ منورہ کی طرف۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا شمار اُن چھ خوش نصیب ہستیوں میں کیا جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری وصال تک راضی رہے۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے قرآن پاک کو لغتِ قریش پر جمع کیا۔

حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مناسکِ حج کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ آپ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو چھیالیس (۱۴۶) احادیث روایت کی ہیں۔ آپ کی حیا اور سخاوت بہت مشہور ہے۔ آپ نے اپنے مال سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نفع پہنچایا اور کئی بار جنت کی بشارت حاصل کی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کا لقب ذُوالنورَین اس لیے ہوا کیونکہ آپ کے سوا کسی شخص کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں نہیں آئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، وہ ایسی ہستی ہیں جو ملاءِ اعلیٰ میں ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہیں۔

آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے، ''میں نے اپنی صاحبزادیوں کے نکاح عثمان سے وحی الٰہی کے ذریعہ سے کیے تھے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے چھ جید صحابہ کرام پر مشتمل جو کمیٹی بنائی تھی اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تخلیہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے؟ آپ نے فرمایا، علی سے۔ پھر میں

نے اسی طرح تنہائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے؟ انہوں نے فرمایا، عثمان سے۔ پھر میں نے دیگر صحابہ سے مشورہ کیا تو اکثر کی رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف پائی۔

حضرت ابی وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیوں بیعت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیوں بیعت نہ کی؟ انہوں نے جواب دیا، اس میں میرا کچھ قصور نہیں۔ میں نے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے کہا تھا کہ میں آپ سے کتابُ اللہ، سنتِ رسولُ اللہ ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سنت پر بیعت کرتا ہوں۔ تو انہوں نے کہا، مجھ میں اِس کی استطاعت نہیں ہے۔ پھر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہی باتیں کیں تو انہوں نے جواب دیا، بہت اچھا۔ پس میں نے ان سے بیعت کر لی۔

اس روایت کی بنیاد پر گمان یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب عام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا رجحان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں دیکھا تو آپ نے صحابہ کرام کی مرضی کے خلاف زبردستی اُن کا خلیفہ بننا پسند نہ فرمایا اور خلافت کا منصب قبول کرنے سے معذرت کر لی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آپ کے دورِ خلافت میں بھی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ ملک روم کا وسیع علاقہ، قبرص، افریقہ، اندلس (اسپین) اور ایران کے کئی علاقے فتح ہوئے۔ خاص بات یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے اسلامی بحری بیڑے کے ذریعے قبرص پر حملہ کر کے اسے فتح کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی چھ سالوں میں لوگوں کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی البتہ بعدازاں بعض گورنروں کی وجہ سے لوگوں کو شکایات ہوئیں۔ دراصل مسلمانوں کی عظیم سلطنت کو نقصان پہنچانے کے لیے یہودی روز بروز سازشوں میں

مصروف تھے چنانچہ انکے ایجنٹ عبداللہ بن سبا نے مذکورہ شکایات کو بنیاد بنا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک مذموم پروپیگنڈا مہم شروع کردی۔ وہ اور اسکے ساتھی جگہ جگہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ناانصافی اور اقربا پروری کی داستانیں مشہور کرنے لگے۔ معاملہ اسوقت سنگین ہوگیا جب اہلِ مصر نے اپنے گورنر ابن ابی سرح کے خلاف شکایات کیں اور آپ نے اسے بذریعہ خط سخت تنبیہ فرمائی۔ لیکن گورنر مصر نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ جو مصری لوگ شکایات لے کر مدینہ منورہ آئے تھے، انہیں قتل کرادیا۔ اس طرح حالات مزید خراب ہوئے۔

چنانچہ تاریخِ طبری کے مطابق بصرہ، کوفہ اور مصر سے تقریباً دو ہزار فتنہ پرداز افراد حاجیوں کی وضع میں مدینہ شریف پہنچ گئے، انکے عزائم اچھے نہ تھے۔ مصریوں نے گورنر کو معزول کرنے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا، تم کوئی اور شخص بتاؤ، میں اسے گورنر مقرر کردوں گا۔ مصری وفد نے کہا، محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمادیجیے۔ چنانچہ آپ نے ابن ابی سرح کی معزولی اور انکی تقرری کا فرمان جاری کردیا۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی کچھ صحابہ کے ہمراہ قافلے کی صورت میں مصر روانہ ہوئے۔

راستے میں ایک حبشی غلام سانڈنی پر سوار تیزی سے اس قافلے کے پاس سے گزرا تو انہیں اس پر شک ہوا کہ کسی کا قاصد ہے یا کوئی مفرور ہے۔ اسے پکڑ کر پوچھا، تو کون ہے؟ بولا، میں امیر المومنین کا غلام ہوں، پھر کہنے لگا، میں مروان کا غلام ہوں۔ پوچھا، تجھے کہاں بھیجا ہے؟ بولا، عاملِ مصر کے پاس خط دیکر بھیجا ہے۔ تلاشی لینے پر خط برآمد ہوگیا۔ اس میں گورنر کے نام یہ تحریر تھا،

"جس وقت تمہارے پاس محمد بن ابوبکر اور فلاں فلاں لوگ پہنچیں تو تم کسی حیلے سے انہیں قتل کردو اور اس فرمان کو کالعدم قرار دو اور حسبِ سابق اپنا کام جاری رکھو"۔ خط پر امیر المومنین کی مہر ثبت تھی۔ یہ پڑھ کر سب دنگ رہ گئے۔ مدینہ منورہ واپس آکر اکابر

صحابہ کو جمع کر کے یہ خط پڑھوایا گیا۔ اس پر سب لوگ برہم ہوئے۔ محمد بن ابوبکر، انکے قبیلہ بنو تمیم اور باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔

یہ صورتحال دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت کیا، یہ غلام آپ کا ہے؟ فرمایا، ہاں۔ پھر پوچھا، کیا یہ اونٹنی بھی آپ کی ہے؟ فرمایا، ہاں۔ پھر آپ نے وہ خط پیش کر کے کہا، کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نہیں۔ خدا کی قسم! نہ میں نے یہ خط لکھا، نہ کسی کو لکھنے کا حکم دیا اور نہ اسکے متعلق مجھے کچھ معلوم ہے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تعجب کی بات ہے کہ غلام آپ کا، اونٹنی آپ کی، مہر بھی آپ کی مگر آپ کو کوئی علم نہیں۔ آپ نے پھر قسم کھائی کہ مجھے اس بارے میں کچھ علم نہیں۔ اس پر صحابہ کو یقین ہو گیا کہ آپ اس سازش سے بری ہیں۔

بعد میں کچھ لوگوں نے غور کر کے پہچانا کہ یہ تحریر مروان کی ہے۔ چونکہ وہ آپ ہی کے پاس مقیم تھا اس لیے لوگوں نے مطالبہ کیا کہ مروان کو ہمارے حوالے کریں مگر آپ نے انکار فرما دیا کیونکہ لوگ غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے اس لیے آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ وہ مروان کو قتل کر دیں گے۔ نیز چونکہ ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہو سکتی ہے اور شبہ کا فائدہ ملزم کو پہنچتا ہے اس لیے آپ نے مروان کو انکے سپرد نہیں کیا۔

بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے خلافت سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کیا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا، میرے آقا و مولیٰ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا، "اے عثمان! عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا یعنی خلافت عطا کرے گا۔ اگر لوگ اسے اُتارنا چاہیں تو تم نہ اُتارنا"۔ پس میں اپنے آقا کریم ﷺ کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا، "بیشک حضور ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا اور میں اس پر صابر ہوں"۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

آپ کے انکار پر محاصرہ اور سخت کر دیا گیا جو کہ مسلسل چالیس دن تک قائم رہا یہاں تک کہ آپ پر پانی بھی بند کر دیا۔ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اوپر سے جھانک کر مجمع سے پوچھا، کیا تم میں علی ہیں؟ لوگوں نے کہا، نہیں۔ پھر پوچھا، کیا تم میں سعد ہیں؟ جواب ملا، نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا، کوئی شخص علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچا دے کہ وہ ہمارے لیے پانی مہیا کر دیں۔ یہ خبر سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے پانی سے بھرے ہوئے تین مشکیزے بھجوا دیے لیکن یہ پانی ان تک سخت کوشش کے بعد پہنچا اور اس دوران بنو ہاشم اور بنو امیہ کے چند لوگ زخمی بھی ہو گئے۔ اس بات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اندازہ ہو گیا کہ بلوائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے درپے ہیں۔ اکابر صحابہ نے بلوائیوں کو سمجھانے کے لیے متعدد تقریریں کیں مگر اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ تلواریں لیکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر چوکس کھڑے رہو اور خبردار! کسی بلوائی کو ہرگز اندر نہ جانے دینا۔ اسی طرح حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے بیٹوں کو انکی حفاظت کا حکم دیا اور یہ سب نہایت مستعدی سے مسلسل ان کی حفاظت کرتے رہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے محاصرہ کے دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کی، آپ امیر المؤمنین ہیں۔ میری تین باتوں میں سے ایک ضرور مان لیجیے۔ اول یہ کہ آپ حق پر ہیں اور وہ باطل پر نیز یہاں آپ کے حامیوں کی عظیم جماعت موجود ہے۔ آپ حکم دیجیے کہ ان باغیوں کو مقابلہ کر کے نکال دیں۔ دوم یہ کہ آپ پچھلی طرف سے نکل کر مکہ مکرمہ چلے جائیے۔ وہاں حرم کعبہ کی وجہ سے یہ لوگ آپ پر حملہ نہیں کریں گے۔ سوم یہ کہ آپ ملک شام چلے جائیے وہاں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور انکی فوج موجود ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا، رسول اللہ ﷺ کا

خلیفہ ہوکر میرے لیے یہ ناممکن ہے کہ میں اپنی حکومت کی بقا کے لیے مسلمانوں کی خونریزی کراؤں۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ مکہ معظمہ جانا مجھے اس لیے پسند نہیں کہ ان لوگوں سے یہ توقع نہیں کہ یہ حرمِ مکہ کی حرمت کا کوئی لحاظ کریں گے اس لیے میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے اس مقدس شہر کی حرمت پامال ہو۔ اور تیسری صورت کا جواب یہ ہے کہ میں اپنی ہجرت کے مقام اور رسول کریم ﷺ کے محبوب شہر کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتا۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن زبیر، زید بن ثابت انصاری، حضرت ابوہریرہ اور کئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے باغیوں سے لڑنے کی اجازت مانگی مگر آپ نے سب کو منع کیا اور فرمایا، ''اللہ کی قسم! خونریزی سے پہلے قتل ہوجانا مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں خونریزی کے بعد قتل کیا جاؤں''۔ مطلب یہ ہے کہ جب آقا و مولیٰ ﷺ نے مجھے شہادت کی بشارت دیدی ہے تو اگر تم جنگ بھی کرو گے تو مجھے قتل ہونے سے نہیں بچا سکو گے۔

مسلسل سخت پہرہ دیکھ کر آخرکار بلوائیوں نے دور ہی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تیر چلائے۔ ایک تیر لگنے سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ زخمی ہوگئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک غلام کے علاوہ محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہوئے۔ اس پر محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ خوف ہوا کہ اگر بنو ہاشم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زخمی دیکھ لیا تو وہ بگڑ جائیں گے۔ لہٰذا وہ دو بلوائیوں کے ساتھ ایک انصاری کے مکان میں داخل ہوئے اور وہاں سے دیوار پھاند کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں پہنچ گئے۔ یوں باہر اور چھت پر موجود لوگوں کو خبر نہ ہوئی۔

نیچے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تلاوت فرمارہے تھے اور انکے پاس صرف انکی اہلیہ تھیں۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قریب پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک پکڑ لی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''اگر تیرے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ تجھے یہ حرکت کرتے دیکھتے تو وہ کیا کہتے''۔ یہ سن کر انہوں نے آپ کی داڑھی چھوڑ دی اور نادم ہوکر پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن دوسرے دو

بلوائیوں نے آگے بڑھ کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس دوران آپ کی زوجہ محترمہ نے بہت چیخ و پکار کی لیکن بلوائیوں کا شور اس قدر تھا کہ کوئی ان کی آواز نہ سن سکا۔ پھر وہ چھت پر گئیں اور لوگوں کو بتایا کہ امیر المؤمنین شہید کر دیے گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے وہاں پہنچے اور اپنے فرزندوں پر غصہ ہوئے کہ تمہارے ہوتے ہوئے امیر المؤمنین کس طرح شہید ہوئے۔ غصہ سے آپ نے ایک طمانچہ حضرت حسن کے اور ایک گھونسا حضرت حسین کے سینے پر مارا۔ محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی برا بھلا کہا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سے قاتلوں کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا، میں انہیں تو نہیں جانتی مگر انکے ساتھ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا، میں قتل کے ارادے سے داخل ضرور ہوا تھا مگر جب انہوں نے میرے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کر دیا تو میں انہیں چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ میں اپنے اس فعل پر نادم ہوں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں۔ خدا کی قسم! میں نے نہ ان کو پکڑا اور نہ ہی قتل کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کسی مصری نے شہید کیا تھا۔

۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو جمعہ کا دن تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تشریف فرما ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں، "عثمان! جلدی کرو۔ آج تم ہمارے ساتھ افطار کرنا۔" اسی دن آپ شہید کیے گئے۔

آپ کی عظمت کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ آپ کے باغی کم وبیش دو ہزار تھے اور آپ کے حامی کئی ہزار۔ آپ نے چالیس روز محاصرہ میں رہنا، بھوک اور پیاس برداشت کرنا اور جام شہادت نوش کرنا قبول کر لیا مگر اپنی ایک جان کی خاطر یا اپنی حکومت کی خاطر کسی کلمہ گو کا خون بہانا گوارہ نہ کیا۔

(ماخوذ از تاریخ الخلفاء و تاریخ طبری و طبقاتِ ابن سعد)

فضائلِ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، قرآن میں:

1۔اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَا اَذًی لَّھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (البقرہ:۲۶۲)

''وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دینے کے بعد نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں۔ان کا اجران کے رب کے پاس ہےاور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک میں ایک ہزار اونٹ مع سامان کے بارگاہ نبوی میں پیش کئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر بغوی،تفسیر مظہری)

2۔اَمَّنْ ھُوَ قَانِتٌ اٰنَاءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَائِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَۃَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَۃَ رَبِّہٖ قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔(الزمر)

''کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں، آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے، کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا؟ تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان (ہرگز نہیں)''۔(کنزالایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

(تفسیر بغوی،تفسیر مظہری،خزائن العرفان)

3۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا''جو شخص بیئر رومہ خرید کر راہ خدا میں دے گا، اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا''۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے خرید لیا تو سرکار نے فرمایا''کیا تمھاری نسبت یہ ہے کہ اسے لوگوں کی سیرابی کا ذریعہ بناؤ؟عرض کی، ہاں۔اس پر اللہ تعالیٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ

آیات نازل فرمائیں۔

یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔(الفجر:۲۷ تا ۳۰)

''اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری طرف جنت میں آ''۔

(کنزالایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

علامہ ابن کثیر نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔(تفسیر ابن کثیر)

4۔ وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً رَّجُلَیْنِ ..... وَھُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم''۔(النحل)

''اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی، دو مرد (ہیں جن میں) ایک گونگا جو کچھ کام نہیں کر سکتا اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے، جدھر بھیجے کچھ بھلائی نہ لائے۔کیا برابر ہو جائے گا یہ اور وہ جو انصاف کا حکم کرتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر ہے''۔(کنزالایمان)

ابن جریر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام اسید کے بارے میں نازل ہوئی، یہ غلام اسلام کو ناپسند کرتا تھا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو صدقہ اور نیکی سے منع کرتا تھا۔(تفسیر مظہری، ازالۃ الخفاء ج۲:۱۴۳)

5۔ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَال'' صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ فَمِنْھُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ۔(الاحزاب:۲۳)

''مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں سے کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے''۔(کنزالایمان)

یہ آیت حضرت عثمان اور ان جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے رب تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں جہاد کا موقع ملا تو ہم ثابت قدم رہیں گے اور

انہوں نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ حضرت حمزہ ومصعب شہید ہو گئے اور حضرت عثمان و طلحہ رضی اللہ عنہما شہادت کا انتظار کر رہے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

6۔ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًاO (الفتح:۱۸)

''بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو اُن کے دلوں میں ہے تو اُن پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا''۔ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں حدیبیہ میں نبی کریم ﷺ سے بیعت کرنے والوں کو رضائے الٰہی، سکون واطمینان اور فتح ونصرت کی بشارت دی گئی۔ بیعت رضوان اور اس سے متعلق آیات کے نزول کا سبب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ تھی جب وہ حضور اکرم ﷺ کے سفیر بن کر مکہ مکرمہ گئے اور انہیں کافروں نے روک لیا۔ اس پر آقا ومولیٰ ﷺ نے صحابہ سے کفار کے مقابل جہاد میں ثابت قدم رہنے پر بیعت لی۔

علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک منافق کا درخت تھا جو اسکے انصاری پڑوسی کے مکان پر جھکا ہوا تھا اسلیے اس کا پھل اس انصاری کے مکان میں گرتا تھا۔ انصاری نے اسکا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو حضور ﷺ نے اس منافق سے (جس کا نفاق ابھی ظاہر نہ ہوا تھا) فرمایا، تم وہ درخت انصاری کو بیچ دو، اسکے عوض تمہیں جنت کا درخت ملے گا۔ اس منافق نے انکار کر دیا۔

جب اس بات کی خبر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے پورا باغ دیکر اسکے عوض منافق سے وہ درخت خرید لیا اور انصاری کو دیدیا۔ اس پر آپ کی شان میں اور اُس منافق کی مذمت میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰی وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی الَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْكُبْرٰی۔

''عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بد بخت دور رہے گا جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا''۔ (الاعلیٰ، ۱۰-۱۲، تفسیر روح البیان)

فضائلِ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، احادیث میں:

81۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کسی کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے اور پھر دیگر اصحاب پر کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔
(صحیح بخاری باب مناقبِ عثمان)

82۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا، جو رومہ کنوئیں کو خریدے، اس کے لیے جنت ہے، اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خریدا اور مزید کھدوایا۔ نبی کریم ﷺ نے تبوک کے موقع پر فرمایا، جو تنگی والے لشکر کا سامان مہیا کردے اس کے لیے جنت ہے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سامان فراہم کردیا۔ (بخاری باب مناقبِ عثمان)

83۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے باغ کے دروازے کا خیال رکھنے کے لیے فرمایا۔ پس ایک صاحب آئے تو میں نے حضور ﷺ سے اجازت مانگی۔ غیب بتانے والے آقا ﷺ نے فرمایا، انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو۔ وہ صاحب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر ایک صاحب آئے اور اجازت مانگی تو حضور ﷺ نے فرمایا، انہیں بھی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو۔ وہ صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔
پھر ایک اور صاحب نے اجازت مانگی تو حضور ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا، انہیں بھی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو لیکن ایک مصیبت کے ساتھ جو انہیں پہنچے گی۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ (بخاری باب مناقبِ عثمان)

84۔ صحیح مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا، ''اے اللہ!

اُس مصیبت پر مجھے صبر عطا فرما"۔(باب من فضائل عثمان)

85۔ حضرت انس ﷛ نے فرمایا کہ جب رسولُ اللہ ﷺ نے بیعتِ رضوان کے لیے حکم فرمایا تو حضرت عثمان ﷛ کو رسول کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ بھیجا ہوا تھا۔ پس صحابہ نے بیعت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک عثمان، اللہ اور اسکے رسول کے کام سے گئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے ایک دستِ اقدس کو دوسرے پر رکھ کر انکی طرف سے بیعت کی۔ پس حضرت عثمان ﷛ کے لیے رسول اللہ ﷺ کا دستِ مبارک لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے بہتر رہا۔(ترمذی)

86۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں پس حضرت ابو بکر ﷛ نے اجازت مانگی اور آپ نے انہیں اجازت دے دی اور آپ اسی حالت میں رہے۔ پھر حضرت عمر ﷛ نے اجازت طلب کی تو انہیں بھی اجازت دے دی اور اسی حالت میں رہے اور انہوں نے گفتگو کی۔ پھر حضرت عثمان ﷛ نے اجازت طلب کی تو رسول کریم ﷺ بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے۔

جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، حضرت ابو بکر ﷛ حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی۔ پھر حضرت عمر ﷛ حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی بھی کوئی پرواہ نہ کی۔ پھر حضرت عثمان ﷛ حاضر ہوئے تو آپ بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست فرما لیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

87۔ دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا، عثمان ﷛ بہت زیادہ حیا والے ہیں لہٰذا مجھے خدشہ تھا کہ اگر میں نے انہیں ایسی حالت میں اجازت دے دی تو وہ مجھ سے اپنی حاجت بیان نہیں کر سکیں گے۔(صحیح مسلم باب من فضائلِ عثمان)

88۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم نورِ مجسم ﷺ نے فرمایا، ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہے۔ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

89۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میرے صحابہ میں مجھ سے مشابہہ عثمان ہیں۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۳۶، ابن عساکر)

90۔ حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ لشکر تبوک کے لیے رغبت دلا رہے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ ﷺ! سو اونٹ اللہ کی راہ میں جھولوں اور کجاووں سمیت میرے ذمے۔

پھر آپ نے لشکر کے متعلق ترغیب دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے، اللہ کی راہ میں دو سو اونٹ جھولوں اور کجاووں سمیت میرے ذمے۔

پھر آپ نے لشکر کے متعلق ترغیب دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے، اللہ کی راہ میں تین سو اونٹ جھولوں اور کجاووں سمیت میرے ذمے۔

پس میں نے رسولُ اللہ ﷺ کو دیکھا کہ منبر سے اتر آئے اور فرما رہے تھے، اس کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں وہ گناہ نہیں۔ اس کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں اس کا کوئی گناہ نہیں۔ (ترمذی)

91۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک ہزار دینار اپنی آستین میں لے کر حاضر ہوئے جب کہ لشکرِ تبوک کا بندوبست کیا جا رہا تھا اور وہ حضور کی گود میں ڈال دیے۔ پس میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ انہیں اپنی گود میں الٹ پلٹ رہے تھے اور دو مرتبہ آپ نے فرمایا، آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں وہ انہیں نقصان نہیں دے گا۔ (مسند احمد)

92۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا، اے عثمان! یہ جبریل ہیں جو مجھے بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری بیٹی رقیہ کے مہر کے مثل پر میری دوسری بیٹی ام کلثوم کو بھی تیری زوجیت میں دیا ہے اس لیے اس کے ساتھ بھی ویسا ہی حسنِ سلوک کرنا۔ (الصواعق المحرقۃ: ۱۶۸، ابن ماجہ)

93۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا جو آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے (انکی زوجہ اور نبی کریم ﷺ کی دوسری بیٹی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال پر) فرما رہے تھے کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو بھی میں یکے بعد دیگرے اُن سب کا نکاح تم سے کر دیتا۔
(تاریخ الخلفاء: ۲۳۶، الصواعق المحرقۃ: ۱۷۰، ابن عساکر)

94۔ حضرت مُرَّہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے عنقریب واقع ہونے والے فتنوں کا ذکر سنا۔ پس ایک آدمی کپڑے سے سر کو ڈھانپے ہوئے گزرا تو فرمایا، یہ اُس روز ہدایت پر ہوں گے۔ میں نے جا کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان تھے۔ پس انہیں آپ کے روبرو کر کے عرض کی کہ یہ؟ فرمایا، ہاں۔
امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

95۔ حضرت ثمامہ بن حزن قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اوپر سے جھانکتے ہوئے (بلوائیوں سے) فرمایا، میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو بئرِ رومہ کے سوا میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہ تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، کون ہے جو بئرِ رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے، اُس نعمت کے بدلے جو جنت میں اس سے بہتر ہے۔ پس میں نے اسے اپنے مال سے خریدا اور آج تم مجھے اس کے پانی سے روکے ہوئے ہو۔ لوگوں نے کہا، یہ بات ہم جانتے ہیں۔

فرمایا، میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ مسجدِ نبوی نمازیوں کے لیے تنگ تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ کون ہے جو آلِ فلاں کے قطعہ زمین کو خرید کر مسجد میں داخل کر دے، اس نعمت کے بدلے جو جنت میں اس سے بہتر ہے۔
پس میں نے اسے اپنے مال سے خریدا اور آج تم مجھے اس میں دو رکعتیں پڑھنے سے بھی روکتے ہو۔ لوگوں نے کہا، یہ بات ہم جانتے ہیں۔
فرمایا، میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ میں نے لشکرِ تبوک کا بندوبست اپنے مال سا کیا تھا؟ لوگوں نے کہا، یہ بات ہم جانتے ہیں۔
فرمایا، میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول کریم ﷺ مکہ مکرمہ کے کوہِ ثبیر پر تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور میں تھا۔ پہاڑ ہلنے لگا یہاں تک کہ پتھر لڑھکنے لگے تو آپ نے پیر سے ٹھوکر مار کر فرمایا، اے ثبیر! ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔
لوگوں نے کہا، یہی بات ہے۔ آپ نے تکبیر کہی اور تین مرتبہ فرمایا، ربِ کعبہ کی قسم! لوگوں نے گواہی دے دی کہ میں شہید ہوں۔ (ترمذی، نسائی، دار قطنی)

96۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، اے عثمان! عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص (یعنی خلافت) پہنائے گا۔ اگر لوگ اسے اتارنا چاہیں تو تم نہ اتارنا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

97۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنے کا ذکر کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ یہ اس فتنے میں مظلوم ہونگے اور شہید کر دیے جائیں گے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

98۔ عثمان بن موہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مصر سے حج کے لیے آیا۔ اس نے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے دیکھ کر پوچھا، یہ کون ہیں؟ کسی نے بتایا، یہ قریش ہیں۔

پوچھا، ان میں سردار کون ہے؟ بتایا گیا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ کہنے لگا، اے ابنِ عمر! ایک بات بتایئے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ احد سے فرار ہوئے تھے؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ پھر کہا، کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے؟ فرمایا، ہاں۔ پھر کہا، کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے بیعتِ رضوان نہ کی اور غائب رہے۔ فرمایا، ہاں۔ تو اس مصری نے اللہ اکبر کہا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں ان واقعات کی حقیقت بیان کرتا ہوں۔ انہوں نے غزوۂ احد سے راہِ فرار اختیار کی تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا اور انہیں بخش دیا۔

اُن کا غزوۂ بدر میں شریک نہ ہونا اس وجہ سے تھا کہ رسول کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں تھیں اور وہ اسوقت بیمار تھیں۔ تو رسول کریم ﷺ نے خود ان سے فرمایا تھا کہ تمہیں بدر میں شریک ہونے والوں کے برابر اجر اور حصہ ملے گا۔

رہا اُن کا بیعتِ رضوان سے غائب ہونا تو یہ بات جان لو کہ اگر اہلِ مکہ کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی دوسرا معزز ہوتا تو رسول کریم ﷺ ان کی بجائے اسے مکہ بھیجتے۔ اور بیعتِ رضوان کا واقعہ توانکے مکہ جانے کے بعد پیش آیا۔

چنانچہ آقا و مولیٰ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کے لیے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اسے اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا، یہ عثمان کی بیعت ہے۔

پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اب جا اور ان بیانات کو بھی ساتھ لیتا جا۔

(صحیح بخاری باب مناقبِ عثمان)

99۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوا، میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اتری۔ پس

آپ کو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تولا گیا تو آپ وزنی رہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تولا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وزنی رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تولا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وزنی رہے پھر ترازو اٹھالی گئی۔
رسول اللہ ﷺ کو اس کا صدمہ ہوا اور فرمایا، یہ خلافتِ نبوت ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو چاہے دے۔ (ترمذی، ابوداؤد)
چنانچہ مخبرِ صادق ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم بالترتیب خلیفہ ہوئے۔

100۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کوہِ اُحد پر تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے تو اُحد پہاڑ ہلنے لگا۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے اسے ٹھوکر لگا کر فرمایا، ٹھہر جا اُحد! تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (صحیح بخاری باب مناقبِ عثمان)
مذکورہ اکثر احادیث خصوصاً آخر الذکر حدیث مبارکہ نبی کریم ﷺ کے علمِ غیب کی وسعت پر روشن دلائل میں سے ہے۔ بات بات پر بخاری کے حوالے طلب کرنے والوں کو صحیح بخاری میں ایسی احادیث کیوں نظر نہیں آتیں؟ رب تعالیٰ جل جلالہ تعصب سے بچائے اور اپنے محبوب رسول ﷺ کی عظمت کو دل سے ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

زاہدِ مسجدِ احمدی پر درود دولتِ جیشِ عُسرت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحبِ قمیصِ ہُدیٰ حلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام
اصلِ نسلِ صفا، وجہِ وصلِ خدا بابِ فصلِ ولایت پہ لاکھوں سلام
شیرِ شمشیر زن، شاہِ خیبر شکن پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆

خلیفۂ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بچپن ہی میں اسلام لائے۔ بعض صحابہ کے نزدیک سب سے پہلے آپ ہی نے اسلام قبول کیا۔ آپ رسول کریم ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب کے فرزند ہیں۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے بچپن ہی میں آپ کی پرورش اپنے ذمہ لے لی تھی۔ حضور ﷺ نے اپنی چھوٹی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کیا۔

علم کی قوت، ارادے کی پختگی، استقلال اور شجاعت و بہادری میں آپ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ جتنی احادیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہیں، کسی اور کی فضیلت میں نہیں آئیں۔

آپ سے نبی کریم ﷺ کی ایک سو چھیاسی ۸۶ احادیث مروی ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا، کیا سبب ہے کہ آپ زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں؟ فرمایا، اس کا سبب یہ ہے کہ جب کبھی میں حضور ﷺ سے کچھ دریافت کرتا تو آپ مجھے خوب اچھی طرح سمجھایا کرتے اور جب میں خود سے کچھ نہیں پوچھتا تو آپ خود ہی بتایا کرتے تھے۔

آپ تمام غزوات میں سوائے غزوۂ تبوک کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے اور شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ غزوۂ تبوک میں آقا و مولیٰ ﷺ نے آپ کو اپنا نائب بنا کر مدینہ منورہ میں چھوڑ دیا تھا۔

جنگِ خیبر میں آپ نے اپنی پشت پر خیبر کا دروازہ اٹھالیا اور مسلمان اس دروازے پر چڑھ کر قلعہ کے اندر داخل ہو گئے، بعد ازاں آپ نے وہ دروازہ پھینک دیا۔ فتح کے بعد جب اس دروازے کو گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈالا جانے لگا تو چالیس افراد نے مل کر اسے اٹھایا تھا۔ جنگ خیبر ہی کے موقع پر آپ نے یہ شعر پڑھا جو بہت مشہور ہوا،

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہْ كَلَیْثِ غَابَاتٍ كَرِیْہِ الْمَنْظَرَہْ

"میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام "شیر" رکھا ہے، میری صورت جنگل میں

رہنے والے شیر کی طرح خوفناک ہے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اٹھارہ ایسی صفات ہیں جو کسی اور صحابی میں نہیں ہیں۔ جس جگہ قرآن کریم میں یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا آیا ہے وہاں یہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان ایمان والوں کے امیر وشریف ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن میری آنکھوں میں آقا ومولیٰ ﷺ نے اپنا لعابِ دہنِ اقدس لگایا تھا اور عَلَم عطا فرمایا تھا، اُس دن سے نہ میری آنکھیں دُکھنے آئیں اور نہ میرے سر میں درد ہوا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ ہم اہلِ مدینہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔ جلیلُ القدر تابعی حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کا علم اب حضرت علی، حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم تک محدود رہ گیا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے تو ابن الکواء اور قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر دریافت کیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسولُ اللہ ﷺ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہو گے، یہ بات کہاں تک سچ ہے؟ آپ نے فرمایا،

یہ بات بالکل غلط ہے۔ جب میں نے سب سے پہلے حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی تو اب آپؐ پر جھوٹ کیوں تراشوں؟ اگر حضور ﷺ نے مجھ سے اس قسم کا کوئی وعدہ کیا ہوتا تو میں حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کو منبر پر کیوں کھڑا ہونے دیتا، میں اُن دونوں کو قتل کر ڈالتا خواہ میرا ساتھ دینے والا کوئی بھی نہ ہوتا۔

یہ سب جانتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی وفات اچانک نہیں ہوئی بلکہ آپ چند روز بیمار رہے اور جب آپ کی بیماری نے شدت اختیار کی اور مؤذن نے حسب معمول آپ کو

نماز پڑھانے کے لیے بلایا تو آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور انہوں نے نماز پڑھائی اور حضور ﷺ نے مشاہدہ فرمایا۔ اس عرصہ میں ایک بار آپ کی ایک زوجہ مطہرہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے اس ارادے سے باز رکھنا چاہا تو حضور ﷺ کو غصہ آیا اور آپ نے فرمایا، تم تو یوسف کے زمانے کی عورتیں ہو! جاؤ ابوبکر ہی کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

جب حضور ﷺ کا وصال ہوا اور ہم نے اپنے معاملات میں (یعنی خلافت کے متعلق) غور کیا تو اسی شخص کو اپنی دنیا کے لیے اختیار کر لیا جس کو آقا و مولیٰ ﷺ نے ہمارے دین (امامت) کے لیے منتخب فرمایا تھا کیونکہ حضور ﷺ دین و دنیا دونوں کے قائم رکھنے والے تھے۔ لہٰذا ہم سب نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور سچی بات یہی ہے کہ آپ اس کے اہل تھے اسی لیے کسی نے آپ کی خلافت میں اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے روگردانی کی۔ میں نے بھی اسی بناء پر آپ کا حق ادا کیا اور آپ کی اطاعت کی۔ آپ لے لشکر میں شریک ہو کر کافروں سے جنگ کی، مالِ غنیمت اور بیت المال سے آپ نے جو دیا وہ بخوشی قبول کر لیا، اور جہاں کہیں آپ نے مجھے جنگ کے لیے بھیجا، میں گیا اور دل کھول کر لڑا یہاں تک کہ ان کے حکم سے شرعی سزائیں بھی دیں۔

جب آپ کا وصال ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے اور وہ خلیفۂ اول کے بہترین جانشین اور سنتِ نبوی پر عمل پیرا ہوئے تو ہم نے ان کے ہاتھ پر بھی بیعت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے پر بھی کسی شخص نے اختلاف نہیں کیا، نہ کسی نے روگردانی کی اور نہ ہی کوئی شخص ان کی خلافت سے بیزار ہوا۔ پہلے کی طرح میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھی حقوق ادا کیے اور انکی مکمل اطاعت کی۔ جو کچھ انہوں نے مجھے دیا وہ میں نے لیا۔ انہوں نے مجھے جنگوں میں بھیجا جہاں میں نے دشمنوں سے مقابلے کیے اور انکے عہد میں بھی اپنے کوڑوں سے مجرموں کو سزا دی۔

جب انکے وصال کا وقت قریب آیا تو میں نے حضور ﷺ کے ساتھ اپنی قرابت، اسلام لانے میں اپنی سبقت، اپنے اعمال اور اپنی بعض دیگر فضیلتوں پر غور کیا تو مجھے خیال ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میری خلافت میں اعتراض نہیں کریں گے لیکن شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خوف ہوا کہ وہ کہیں ایسا خلیفہ نامزد نہ کر دیں جس کے اعمال کا خود انہیں قبر میں جواب دینا پڑے۔ اس خیال کے پیش نظر انہوں نے اپنی اولاد کو بھی نظر انداز کر دیا اور اسے خلافت کے لیے نامزد نہیں فرمایا۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود کسی کو خلیفہ بناتے تو لازمی طور پر اپنے بیٹے کو خلیفہ بناتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ خلیفہ کا انتخاب چھ قریشیوں پر چھوڑ دیا جن میں ایک میں بھی تھا۔

جب ان چھ ارکان کا اجلاس ہوا تو مجھے خیال آیا کہ اب خلافت کا بار میرے کندھوں پر رکھ دیا جائے گا اور یہ مجلس میرے برابر کسی دوسرے کو حیثیت نہیں دے گی اور مجھے ہی خلیفہ منتخب کرے گی۔ وہاں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہم سب سے عہد لیا کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جس کو خلیفہ بنا دے، ہم سب اس کی اطاعت کریں گے اور اسکے احکام برضا و رغبت بجالائیں گے۔

اسکے بعد انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ میں نے سوچا کہ میری اطاعت میری بیعت پر غالب آ گئی اور مجھ سے جو وعدہ لیا گیا وہ اصل میں دوسرے کی بیعت کے لیے تھا۔ بہر حال میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور پہلے خلفاء کی طرح ان کی اطاعت کی، انکے حقوق ادا کیے، انکی قیادت میں جنگیں لڑیں، انکے عطیات کو قبول کیا اور مجرموں کو شرعی سزائیں بھی دیں۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مجھے خیال ہوا کہ وہ دونوں خلیفہ جن سے میں نے لفظ بالصلوٰۃ کے ساتھ بیعت کی تھی، وہ وصال فرما چکے اور جن کے لیے مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا وہ بھی رخصت ہو گئے لہٰذا یہ سوچ کر میں نے بیعت لینا شروع کر دی

چنانچہ مجھ سے مکہ و مدینہ اور بصرہ و کوفہ کے لوگوں نے بیعت کر لی۔ اب خلافت کے لیے میرے مقابل وہ شخص کھڑا ہوا ہے (یعنی امیر معاویہ ﷛) جو قرابت، علم اور سبقتِ اسلام میں میرے برابر نہیں اس لیے میں ہر طرح اس شخص کے مقابلے میں خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۶۵)

حضرت علی ﷛ کے اس تفصیلی ارشادِ گرامی سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ نے اپنے بعد خلافت کے لیے اُنہیں نامزد نہیں فرمایا تھا اور نہ ہی ان سے کسی قسم کا وعدہ فرمایا تھا۔ اسی لیے آپ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت و اطاعت کی اور کبھی ان کی مخالفت نہیں کی۔

''آپ کے دورِ خلافت میں جو فسادات یا جھگڑے ہوئے وہ آپ کے استحقاقِ خلافت پر نہیں تھے بلکہ وہ ایک اجتہادی غلطی تھی جس میں حضرت عثمان ﷛ کے قاتلوں کی سزا میں جلدی کا مطالبہ تھا''۔ (تکمیل الایمان: ۱۶۰)

(اس کے متعلق آئندہ صفحات میں گفتگو کی جائے گی) حضرت علی ﷛ سے کسی نے پوچھا، کیا وجہ ہے کہ پہلے تینوں خلفاء کا دورِ خلافت بڑے انتظام سے گزرا اور کسی گوشے سے اختلاف و مخالفت نہیں ہوئی مگر آپ کے دورِ خلافت میں ہر طرف انتشار اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا، اُن کے دورِ خلافت میں ہم ان کے معاون تھے اور ہمارے دورِ خلافت کے معاون تم ہو۔ (ایضاً: ۱۵۸)

۱۷ یا ۱۹ رمضان المبارک ۴۰ ھ کی صبح حضرت علی ﷛ نماز فجر پڑھانے کے لیے گھر سے نکلے۔ راستے میں آپ لوگوں کو نماز کے لیے آواز دیکر جگاتے جا رہے تھے کہ اچانک ابنِ ملجم خارجی سامنے آ گیا اور اس نے تلوار کا وار کر کے آپ کو شدید زخمی کر دیا۔ آپ نے فرمایا، فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَة۔ ''ربِ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا''۔ دو دن بقیدِ حیات رہ کر ۱۹ یا ۲۱ رمضان کو آپ کی روح بارگاہِ قدس میں پرواز کر گئی۔

(ماخوذ از تاریخ الخلفاء)

فضائلِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، قرآن میں:

1۔ یَا اَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقَۃً ذٰلِکَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَاَطْھَرُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

''اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔ یہ تمھارے بہت بہتر اور بہت ستھرا ہے، پھر اگر تمھیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔ (المجادلۃ: ۱۲، کنز الایمان)

سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں جب اغنیاء نے عرض و معروض کا سلسلہ دراز کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ فقراء کو اپنی عرض پیش کرنے کا موقع کم ملنے لگا تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض پیش کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم دیا گیا۔ اس حکم پر حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا اور ایک دینار صدقہ کر کے دس مسائل دریافت کئے۔

عرض کیا، وفا کیا ہے؟ فرمایا، توحید اور توحید کی شہادت دینا۔ عرض کیا، فساد کیا ہے؟ فرمایا، کفر و شرک۔ عرض کیا، حق کیا ہے؟ فرمایا، اسلام، قرآن و حدیث جب تجھے ملے، عرض کیا، حیلہ (یعنی تدبیر) کیا ہے؟ فرمایا، ترکِ حیلہ۔ عرض کیا، مجھ پر کیا لازم ہے؟ فرمایا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت۔ عرض کیا، اللہ تعالیٰ سے کیسے دعا مانگوں؟ فرمایا، صدق و یقین کے ساتھ۔ عرض کیا، کیا مانگوں؟ فرمایا، عاقبت۔ عرض کیا، اپنی نجات کے لئے کیا کروں؟ فرمایا، حلال کھا اور سچ بول۔ عرض کیا سرور کیا ہے؟ فرمایا، جنت۔ عرض کیا، راحت کیا ہے؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ کا دیدار۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سوالوں سے فارغ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی۔ سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی اور کو اس پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملا۔

(خزائن العرفان بحوالہ خازن و مدارک)

ابن ابی شیبہ نے مصنف اور حاکم نے مستدرک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

کہ کتاب اللہ میں ایک آیت ایسی ہے کہ جس پر میرے سوا کسی نے عمل نہیں کیا۔ میرے پاس ایک دینار تھا میں نے اس کے دس درھم لئے میں جب بھی حضور ﷺ سے مناجات کرتا تو ایک درھم صدقہ کرتا۔ (تفسیر مظہری)

2۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ۔ (التوبۃ:١٩)

''تو کیا تم نے حاجیوں کی سبیل اور مسجد حرام کی خدمت اس کے برابر ٹھہرائی جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں''۔

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ)

اس آیت کریمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے جب طلحہ بن شیبہ نے فخریہ کہا، میں بیت اللہ کا خادم ہوں اور اسکی چابیاں میرے پاس ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت کرتا ہوں۔ ان کے یہ فخریہ جملے سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے معلوم نہیں کہ تم کس بات پر فخر کر رہے ہو جبکہ میں چھ سال سے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہوں یعنی تم لوگوں سے پہلے میں نے اسلام قبول کیا تھا اور میں مجاہد ہوں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(تفسیر مظہری، تفسیر بغوی)

3۔ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ○ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُوْرًا ○ (الدھر:٧،٨،٩)

''اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی (یعنی شدت اور سختی) پھیلی ہوئی ہے۔ اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ اُن سے کہتے ہیں، ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں، تم سے کوئی بدلہ یا شکر

گزاری نہیں مانگتے''۔ (کنز الایمان)

حضرت ابن عباس ﷜ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضٰی ﷜ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر بغوی، تفسیر مظہری)

صدرُ الافاضل لکھتے ہیں، یہ آیات حضرت علی مرتضٰی، حضرت فاطمہ اور ان کی کنیز فضہ کے حق میں نازل ہوئیں۔ حسنین کریمین ﷟ بیمار ہوئے۔ ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی، اللہ تعالیٰ نے صحت دی۔ نذر پوری کرنے کے لئے انہوں نے روزے رکھے۔ ایک یہودی سے تین صاع لے کر آئے۔

حضرت خاتون جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا تو ایک روز ایک مسکین، ایک روز ایک یتیم اور ایک روز ایک اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں اور تینوں دن پانی سے روزہ افطار فرمایا اور پانی ہی سے رکھا گیا۔ (تفسیر خزائن العرفان)

یہ واقعہ تفسیر کبیر، تفسیر روح البیان، تفسیر خازن، تفسیر بغوی اور تفسیر بیضاوی میں بھی ذرا مختلف الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ ایک روایت میں یہ حصہ زائد ہے کہ تینوں دن ایثار کرنے پر حضرت جبرائیل ؑ حاضر ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! اللہ آپ کے اہلبیت کے بارے میں مبارک باد دیتا ہے۔ اور پھر یہ آیات تلاوت کیں۔

4۔ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ (الحج:١٩)

''یہ دو فریق ہیں کہ اپنے رب (کے بارے) میں جھگڑے''۔ (کنز الایمان)

ان فریقوں میں سے ایک مومنوں کا ہے اور دوسرا کافروں کا۔ بخاری و مسلم میں سیدنا ابوذر ﷜ سے مروی ہے، یہ آیت حضرت علی، حضرت حمزہ، حضرت عبیدہ ﷢ اور ان سے مقابلہ کرنے والے کافروں عتبہ، شیبہ اور ولید کے بارے میں نازل ہوئی۔

علامہ بغوی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی ﷜ نے فرمایا، کفار سے جھگڑا کرنے کے

سب قیامت کے دن رحمت الٰہی کے سامنے سب سے پہلے دوزانو ہو کے بیٹھنے والا میں ہی ہوں گا۔(تفسیر بغوی،تفسیر مظہری)

5۔اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ O (البقرۃ:۲۷۴)

''وہ جو مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں، چھپے اور ظاہر،اُن کے لئے اُن کا اجراُن کے رب کے پاس ہے،اُن کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم''۔(کنزالایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔(تفسیر در منثور)

آپ ہی سے مروی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کثیر دینار اصحاب صفہ کی طرف بھیجے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رات کے اندھیرے میں ایک وسق (تقریباً چھ من) کھجوریں بھیجیں تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔دن اور اعلانیہ طریقے سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ،رات اور مخفی طریقے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صدقہ مراد ہے۔(بغوی،مظہری)

6۔ وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِنْ غِلٍّ ۔(الاعراف ۴۳)

''اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لیے،(جنت میں) اُن کے نیچے نہریں بہیں گی۔اور کہیں گے،سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی''۔

(کنزالایمان از امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت ہم اہلِ بدر کے حق میں نازل ہوئی اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، مجھے امید ہے کہ میں،عثمان،طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم اُن میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(تفسیر خازن،مظہری)

صدرُ الافاضل رحمہ اللہ اس کے بعد فرماتے ہیں،''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اِس ارشاد نے

رفض کی بیخ و بنیاد کا قلع قمع کر دیا''۔(خزائن العرفان)

7۔اَفَمَنۡ کَانَ مُؤۡمِنًا کَمَنۡ کَانَ فَاسِقًا لَا یَسۡتَوٗنَ ۔(السجدۃ:۱۸)

''تو کیا جو ایمان والا ہے، اُس جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہے، یہ برابر نہیں ہیں''۔

(کنزالایمان از اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ولید بن عقبہ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ اس کافر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا، تم خاموش رہو کیونکہ تم بچے ہو جبکہ میں تم سے زیادہ زبان دراز اور بہادر ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا، خاموش ہو جا کیونکہ تو فاسق ہے۔ اس پر آپ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر خازن، تفسیر مظہری)

8۔اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ۔

''بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لئے رحمٰن (لوگوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا''۔(مریم:۹۶، کنزالایمان)

طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ رب تعالیٰ ان کی محبت تمام مومنوں کے دلوں میں اور ساری کائنات میں پیدا فرما دے گا۔(تفسیر مظہری)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم دعا کرو کہ الٰہی! مجھے اپنی بارگاہِ رحمت سے عہد عطا فرما اور مجھے اپنی محبت کا مستحق بنا لے اور میری محبت مومنوں کے دلوں میں پیدا فرما دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا کی تو مذکورہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔(تفسیر درمنثور)

9۔اِنَّمَا اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّ لِکُلِّ قَوۡمٍ ہَادٍ۔(الرعد:۷)

''تم تو ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے ہادی (ہو)''۔(کنزالایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے سینۂ انور پر دستِ اقدس رکھا اور فرمایا، میں منذر یعنی ڈر سنانے والا ہوں اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر دست مبارک رکھ کر فرمایا،

''اَنْتَ الْهَادِیْ الْمُهْتَدُوْنَ مِنْ م بَعْدِیْ''۔''اے علی! تو ہادی ہے اور میرے بعد راہ پانے والے تجھ سے راہ پائیں گے''۔(تفسیر در منثور، تفسیر کبیر)

یعنی تجھ سے ولایت کے سلسلے جاری ہونگے اور امت کے تمام اولیاء کرام اور صالحین تجھ سے فیض پائیں گے۔

10۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمْ۔

''اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں''۔(المائدہ:۸۷، کنز الایمان)

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت جماعت صحابہ کی ایک جماعت کے بارے میں ہوئی جن میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ جب انہوں نے عہد کیا کہ دنیا ترک کر کے رہبانیت اختیار کر لیں، ٹاٹ کا لباس پہنیں، گوشت و روغن نہ کھائیں، ہمیشہ روزہ رکھیں صرف بقدر ضرورت کھائیں، عورتوں کے پاس نہ جائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اعتدال کا راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔(تفسیر مظہری، تفسیر در منثور)

11۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَهُمْ رٰکِعُوْنَ (المائدہ:۵۵)

''تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اللہ کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں''(کنز الایمان)

طبرانی نے اوسط میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے پاس ایک سائل آیا جبکہ آپ نفل نماز کے رکوع میں تھے۔ آپ نے حالتِ رکوع میں اپنی انگوٹھی اتار کر سائل کو دے دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کی سند میں بعض راوی مجہول ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایسی بعض اسناد کا ذکر کر کے قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ وہ شواہد ہیں جن میں بعض بعض کو قوت پہنچاتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ آیت مومنوں کے حق میں نازل ہوئی۔ آپ سے عرض کی گئی، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تو مومنوں میں شامل ہیں۔ (ایضاً)

شیعہ حضرات اس آیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں ولی کا مفہوم مسلمانوں کے امور میں تصرف کرنا ہے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت ثابت ہوئی اور چونکہ ''انما'' کلمۂ حصر ہے اس لئے ان کے سوا خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی نفی ثابت ہوئی۔

علماء اہلسنت اس کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

(ا) یہاں ولی کا مطلب خلیفہ نہیں ہو سکتا، اس کی دو وجوہ ہیں اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو بھی ولی فرمایا اور وہ کسی کے خلیفہ نہیں۔ نیز ایک لفظ بیک وقت متعدد معنی میں استعمال نہیں ہو سکتا۔ دوم یہ کہ اس آیت کے نزول کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے۔ اگر اس آیت میں حضور ﷺ کے بعد کا زمانہ مراد لیا جائے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت نہیں ہوتی۔ تین خلفاء کے بعد کا زمانہ بھی حضور ﷺ ہی کا زمانہ کہلائے گا۔

(ب) اگر لفظ ''انما'' سے جو حصر کے لئے ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں خلافت و

امامت منحصر مان لی جائے اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت وامامت کا انکار کر دیا جائے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے ائمہ اہلبیت کی بھی نفی ہو جائے گی اور یہ بات مخالفین کے نزدیک بھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔

قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ، تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں، اگر اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات ہے تو بصریوں کے قول کے مطابق ''انما'' سے حصر اضافی مراد ہوگا اور وہ یہود و نصاریٰ ہوں گے جن کو خارج کیا جائے گا مومنوں کو اس سے خارج نہیں کیا جائے گا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان 'وما محمد الا رسول' میں حصر اضافی مراد ہے۔

(ج)۔ پس یہاں ولی بمعنی دوست اور محبوب کے ہے یا بمعنی مددگار کے۔ جیسا کہ حدیث پاک ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کے تحت آگے تفصیل آئے گی۔

فضائلِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، احادیث میں:

101۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں چھوڑ دیا۔ آپ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت ہارون علیہ السلام کو تھی ماسوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (متفق علیہ)

102۔ حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نبی اُمی ﷺ نے مجھ سے عہد فرمایا ہے کہ مجھ سے مومن ہی محبت کرے گا اور مجھ سے بغض رکھنے والا منافق ہی ہوگا۔ (مسلم، ترمذی)

103۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقا و مولیٰ ﷺ نے خیبر کے روز فرمایا، کل یہ جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دیگا، وہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے نیز اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت

رکھتے ہیں۔ اگلے روز صبح کے وقت ہر آدمی یہی تمنا رکھتا تھا کہ جھنڈا اسی کو دیا جائے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، علی ابنِ ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ ﷺ! اُن کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ فرمایا، انہیں بلاؤ۔ انہیں بلایا گیا اور رسول کریم ﷺ نے ان کی آنکھوں پر لعابِ دہن لگا دیا۔ ان کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں جیسے کوئی تکلیف ہی نہ ہوئی تھی اور انہیں جھنڈا دے دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ ﷺ! میں اُن سے لڑوں گا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ فرمایا، نرمی اختیار کرو، جب اُن کے میدان میں اتر جاؤ تو انہیں اسلام کی دعوت دو اور اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ان پر لازم ہیں وہ انہیں بتاؤ۔ خدا کی قسم! تمہارے ذریعے اگر اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو بھی ہدایت عطا فرما دی تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

104۔ ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ فلاں شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر بیٹھ کر برا بھلا کہتا ہے۔ انہوں نے پوچھا، وہ کہتا کیا ہے؟ جواب دیا، وہ انہیں ابوتراب کہتا ہے۔ یہ ہنس پڑے اور فرمایا، خدا کی قسم! ان کا یہ نام تو آقا و مولیٰ ﷺ نے رکھا ہے اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ نام اپنے اصل نام سے زیادہ پیارا ہے۔ پس راوی نے کہا، اے ابوعباس! پورا واقعہ بتائیں۔

فرمایا، ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پھر کسی وجہ سے مسجد میں آکر لیٹ گئے۔ آقا و مولیٰ ﷺ گھر آئے تو ان سے دریافت فرمایا، علی کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا، وہ مسجد میں ہیں۔ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے ہیں، ان کی چادر ڈھلکی ہوئی ہے اور ان کی کمر مٹی سے آلودہ ہے۔ آقا کریم ﷺ اپنے مبارک ہاتھ سے وہ مٹی جھاڑنے لگے اور آپ نے دو بار فرمایا، اے ابوتُراب اٹھو، اے ابوتُراب اٹھو۔ (بخاری باب مناقبِ علی)

105۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک بھنا ہوا پرندہ تھا۔ آپ نے دعا کی، اے اللہ! میرے پاس اس شخص کو بھیج جو تجھے اپنی مخلوق میں سب سے پیارا ہو، تا کہ وہ اس پرندے کو میرے ساتھ کھائے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر بارگاہ ہوئے اور آپ کے ساتھ اسے کھایا۔ (ترمذی)

106۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ (متفق علیہ)

107۔ حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، علی مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں اور وہ ہر ایمان والے کے یار و مددگار ہیں۔ (ترمذی)

108۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جس کا میں مددگار ہوں، اس کے علی بھی مددگار ہیں۔ (احمد، ترمذی)

109۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طائف کے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے سرگوشی فرمائی۔ لوگوں نے کہا، آپ نے اپنے چچا کے بیٹے سے بہت لمبی سرگوشی فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں نے اُن سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے سرگوشی فرمائی ہے یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان سے سرگوشی کی ہے۔ (ترمذی)

110۔ حضرت حُبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ ﷺ نے فرمایا، ''علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔ میری طرف سے میرے یا علی کے سوا کوئی دوسرا ادا نہیں کر سکتا''۔ (ترمذی)

111۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انکی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ عرض گزار ہوئے کہ آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم

فرمادیا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی)

112۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جب کوئی چیز مانگتا تو آپ عطا فرماتے اور اگر میں خاموش رہتا تو حضور مجھ سے ابتداء فرماتے۔ (ترمذی)

113۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ (ترمذی، حاکم)

114۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے، میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ (طبرانی، البزار، تاریخ الخلفاء: ۲۵۷)

115۔ حضرت سعید بن میّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''ہم اس مشکل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں جس کو علی رضی اللہ عنہ حل نہ کر سکیں''۔

صحابہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہتا ہو کہ مجھ سے پوچھو البتہ علی رضی اللہ عنہ یہ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے پوچھا کرو۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۵۸، الصواعق المحرقہ: ۱۹۶)

116۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، حالتِ جنابت میں کسی کے لیے اس مسجد سے گزرنا جائز نہیں ہے سوائے میرے اور تمہارے۔ (ترمذی)

117۔ حضرت امِ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا، جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمارہے تھے، اے اللہ! مجھے وفات نہ دینا جب تک میں علی کو نہ دیکھ لوں۔ (ترمذی)

118۔ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، کوئی منافق علی سے محبت نہیں رکھے گا اور کوئی مومن اس سے بغض نہیں رکھے گا۔ (مسند احمد، ترمذی)

119۔ ان سے ہی روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، جس نے علی کو گالی دی

اس نے مجھے گالی دی۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ)

120۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا، تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ یہود نے ان سے عداوت رکھی یہاں تک کہ ان کی والدہ ماجدہ پر بھی بہتان جڑ دیا اور نصاریٰ نے ان سے محبت رکھی یہاں تک کہ انہیں اس مقام پر پہنچا دیا جو ان کا حق نہیں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرے متعلق دو آدمی ہلاک ہو جائیں گے۔ محبت میں افراط کرنے والا کہ ایسی باتیں کہے گا جو مجھ میں نہیں ہیں۔ دوسرا عداوت رکھنے والا جس کو دشمنی ابھارے گی کہ مجھ پر بہتان جڑے۔ (احمد، مشکوٰۃ)

121۔ حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھنے لگا۔ آپ نے ان کے نیک اعمال بیان کر کے فرمایا، یہ باتیں تجھے بری لگی ہونگی؟ اس نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل وخوار کرے۔ پھر اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے ان کی بھی خوبیاں بیان کیں اور فرمایا، وہ ایسے ہیں کہ ان کا گھر نبی کریم کے گھروں کے درمیان ہے۔ پھر پوچھا، یہ باتیں بھی تجھے بری لگی ہونگی؟ اس نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل وخوار کرے۔ جا دفع ہو اور مجھے نقصان پہنچانے کی جو کوشش کر سکتا ہو کر لے۔ (بخاری باب مناقبِ علی)

122۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا سوائے دروازۂ علی کے۔ (ترمذی)

123۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مین مجھے ایک قرب حاصل تھا جو کسی دوسرے کو حاصل نہ تھا۔ میں علی الصبح حاضرِ بارگاہ ہوتا اور عرض کرتا، یا نبی اللہ! آپ پر سلام ہو۔ اگر آپ کھنکارتے تو اپنے گھر والوں کی طرف واپس لوٹ

آتا ورنہ حاضرِ خدمت ہو جاتا۔ (نسائی)

124۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بیمار تھا تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے اسوقت میں کہہ رہا تھا، اے اللہ! اگر میری موت کا وقت آ پہنچا ہے تو مجھے راحت پہنچا اور دیر ہے تو صحت بخش اور اگر آزمائش ہے تو صبر عطا فرما۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم نے کیا کہا؟ میں نے جو کہا تھا وہ دہرا دیا۔ حضور ﷺ نے پائے اقدس سے مجھے ٹھوکر ماری اور کہا، اے اللہ! اسے عافیت اور صحت عطا فرما۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اس کے بعد وہ تکلیف مجھے پھر نہیں ہوئی۔ (ترمذی)

125۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا، علی کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

(حاکم، طبرانی، الصواعق المحرقۃ: ۱۹۰)

126۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (ابن عساکر، تاریخ الخلفاء: ۱۶۴)

127۔ حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک جنگ سے واپسی پر چار افراد نے بارگاہِ رسالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ حضورِ اکرم ﷺ کے چہرۂ انور پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا، تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔ (ترمذی)

128۔ حضرت اسحٰق بن براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے بارگاہِ نبوی میں خط کے ذریعے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ اس پر نبی کریم ﷺ ناراض ہوئے اور آپ نے فرمایا، تمہارا اُس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول ﷺ کو وہ محبوب ہے۔ (ترمذی)

129۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پیسنے سے تکلیف ہوتی

تھی۔ وہ یہ عرض کرنے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گئیں لیکن کاشانۂ اقدس پر آپ کو نہ پایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آنے کی وجہ بتا کر آ گئیں۔ جب رسول کریم ﷺ کو ام المؤمنین نے خبر دی تو آقا و مولیٰ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں اٹھنے لگا تو آپ نے فرمایا، اپنی اپنی جگہ رہو۔ پس آپ ہمارے درمیان رونق افروز ہو گئے یہانتک کہ میں نے آپ کے مبارک قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ آقا کریم ﷺ نے فرمایا،

کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں جو اس سے بہتر ہے جس کا تم نے سوال کیا؟ جب تم اپنے بستروں پر لیٹنے لگو تو ۳۴ بار اللہ اکبر، ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ پڑھ لیا کرو، یہ تم دونوں کے لیے خادم سے بہتر ہے۔ (بخاری باب مناقب علی)

130۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں حوضِ کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے۔ (طبرانی فی الاوسط، الصواعق المحرقۃ: ۱۹۱)

131۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ حضرت علی کی گود میں سر مبارک رکھے ہوئے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نمازِ عصر نہیں پڑھی تھی۔ اس دوران سورج غروب ہو گیا۔ آقائے دو جہاں ﷺ نے دعا فرمائی، اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے اس لیے ان کے لیے سورج لوٹا دے۔ تو سورج غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا۔ اس حدیث کو امام طحاوی نے صحیح قرار دیا ہے، قاضی عیاض مالکی نے بھی کتاب الشفاء میں اسے صحیح کہا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی اور دیگر محدثین نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

132۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ

سے محبت کی۔اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔اس حدیث کی سند حسن ہے۔
(طبرانی فی الکبیر،الصواعق المحرقہ:۱۹۰)

133۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقا و مولیٰ ﷺ سے شکایت کی کہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں۔تو آپ نے فرمایا، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے لوگوں میں چوتھے تم ہو؟ وہ چار لوگ مَیں،تم، حسن اور حسین ہیں۔(مسند احمد،طبرانی فی الکبیر،مجمع الزوائد)

134۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا،
چار آدمیوں کی محبت کسی منافق کے دل میں جمع نہیں ہوسکتی اور نہ ہی مومن کے سوا کوئی ان چاروں سے محبت کرسکتا ہے وہ چاروں لوگ ابوبکر،عمر،عثمان اور علی ہیں رضی اللہ عنہم۔
(ابن عساکر،الصواعق المحرقہ:۱۱۹)

135۔ حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم انصار کے لوگ منافقوں کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کی وجہ سے پہچان لیتے تھے۔(ترمذی ابواب المناقب)

136۔حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے چار لوگوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔لوگوں نے عرض کی، ہمیں ان کے نام بتا دیجیے۔ آپ نے تین بار فرمایا، ان میں سے ایک علی ہیں۔ پھر فرمایا، دیگر تین لوگ ابوذر، مقداد اور سلمان ہیں۔(ترمذی ابواب المناقب)

137۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، تم لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہو! میں اور علی ایک ہی درخت سے ہیں۔(تاریخ الخلفاء:۲۵۸)

138۔حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ، جب سرکارِ دوعالم ﷺ غصہ کی

حالت میں ہوتے تھے تو سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ آپ سے گفتگو کر سکے۔ (طبرانی، تاریخ الخلفاء: ۲۵۹)

139۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی جانب قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کی، میں ابھی ناتجربہ کار ہوں اور معاملات طے کرنا نہیں جانتا۔ آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مبارک مار کر فرمایا، الٰہی! اسکے قلب کو روشن فرمادے، اسکی زبان کو تاثیر عطا فرمادے۔ خدا کی قسم! اس دعا کے بعد سے مجھے کبھی کسی مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے شک و تردد پیدا نہیں ہوا اور میں نے درست فیصلے کیے۔ (حاکم)

140۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دو شخص سب سے زیادہ شقی و بدبخت ہیں۔ ایک وہ جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ ہے جو تمہارے سر پر تلوار مارے گا اور تمہاری داڑھی خون سے تر ہو جائے گی۔ (مستدرک للحاکم، مسند احمد)

141۔ حضرت براء بنِ عازب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمِ غدیر پر اترے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، کیا تم جانتے نہیں کہ میں ہر صاحبِ ایمان سے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں؟ لوگ عرض گزار ہوئے، کیوں نہیں؟ فرمایا، کیا تم جانتے نہیں کہ میں مسلمانوں کا اُن کی جان سے بھی زیادہ مالک ہوں؟ عرض کیا، کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا،

اے اللہ! جس کا میں دوست ہوں اس کے علی بھی دوست ہیں۔ اے اللہ! اس سے دوستی رکھ جو اِن سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو اِن سے دشمنی رکھے۔

اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اُن سے ملے تو فرمایا، اے ابنِ ابو طالب! آپ کو مبارک ہو کہ آپ ہر صبح و شام ہر ایمان والے مرد و عورت کے دوست ہیں۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ)

☆☆☆☆

عشرہ مبشرہ کے فضائل، قرآن میں:

1۔ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَاناً (الفتح:۲۹)

''اور انکے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل ورضا چاہتے۔ (کنز الایمان)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانا سے مراد باقی عشرہ مبشرہ ہیں۔

(تفسیر مظہری، تفسیر بغوی)

2۔ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی اُولٰٓئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ ○

''بے شک وہ ہیں جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا ہے، وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں''۔ (الانبیا:۱۰۱، کنز الایمان)

ابوداوٗد، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جہنم سے دور رکھے جانے والوں میں سے، میں (یعنی علی) ہوں اور ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعید، سعد، عبدالرحمن بن عوف اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم ہیں۔ پھر نماز کے لئے اقامت کہی گئی تو آپ اپنی چادر کھینچتے ہوئے کھڑے ہوئے اور اس سے اگلی آیت تلاوت کی، لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَھَا وَھُمْ فِیْ مَا اشْتَھَتْ اَنْفُسُھُمْ خٰلِدُوْنَ ○

ترجمہ: ''اور اس (جہنم) کی بھنک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے''۔ (کنز الایمان)

عشرہ مبشرہ کے فضائل، احادیث میں:

اب وہ احادیث بیان ہونگی جن میں عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک صحابی کی یا ان میں سے بعض صحابہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

142۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ حرا پہاڑ پر تھے، آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ پہاڑ ہلنے لگا تو آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، ٹھہر جا! تجھ پر صرف نبی ہے یا صدیق یا شہید۔ (مسلم)

143۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ابوبکر جنت میں ہے، عمر جنت میں ہے، عثمان جنت میں ہے، علی جنت میں ہے، طلحہ جنت میں ہے، زبیر جنت میں ہے، عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہے، سعد بن ابی وقاص جنت میں ہے، سعید بن زید جنت میں ہے، اور ابوعبیدہ ابن الجراح جنت میں ہے۔ رضی اللہ عنہم (ترمذی، ابنِ ماجہ)

144۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خلیفہ بننے کا ان حضرات سے زیادہ کوئی مستحق نہیں جن سے وصال فرمانے تک رسولُ اللہ ﷺ راضی رہے۔ پھر آپ نے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کے نام لیے۔ (بخاری)

145۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آقا و مولیٰ ﷺ کو کسی کے لیے اپنے والدین کو جمع کرتے ہوئے نہیں سنا سوائے حضرت سعد کے۔ میں نے غزوہ اُحد کے دن فرماتے سنا، ''اے سعد! تیر چلاؤ۔ تم پر میرے ماں باپ قربان''۔ (بخاری، مسلم)

146۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔ (بخاری، مسلم)

147۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کا امین ابوعبیدہ ابن الجراح ہے۔ (بخاری، مسلم)

148۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ اُحد کے دن نبی کریم ﷺ پر دو زرہیں تھیں۔ آپ ایک پتھر پر چڑھنا چاہتے تھے لیکن نہ چڑھ سکے۔ پس حضرت طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ پتھر پر چڑھ گئے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، طلحہ نے (جنت) واجب کرلی۔ (ترمذی)

149۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ فرمایا، جو ایسے شخص کو دیکھنا چاہے کہ زمین پر چلتے ہوئے اپنا وعدہ پورا کر چکا ہو تو اس کی طرف دیکھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو اِس بات سے خوش ہوتا ہے کہ زمین پر چلتے ہوئے شہید کو دیکھے تو اُسے طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھنا چاہیے۔ (ترمذی)

150۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی، آپ اپنے بعد کس کو امیر بناتے ہیں؟ غیب بتانے والے آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، اگر تم ابوبکر کو امیر بناؤ گے تو انہیں امانت دار، دنیا سے منہ موڑنے والا اور آخرت کی رغبت رکھنے والا پاؤ گے۔ اگر تم عمر کو امیر بناؤ گے تو انہیں طاقتور اور امانت دار پاؤ گے جو اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرے۔ اور اگر تم علی کو امیر بناؤ گے اور میرے خیال میں تم ایسا کرنے والے نہیں ہو، تو انہیں ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے جو تمہیں سیدھے راستے پر لے جائے۔ رضی اللہ عنہم (مسند احمد، مشکوٰۃ)

151۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میری امت میں ابوبکر سب سے زیادہ مہربان ہیں۔ اللہ کے کاموں میں عمر سب سے زیادہ سخت ہیں، حیا میں عثمان ان سب سے آگے ہیں، ان میں فرائض کو سب سے زیادہ جاننے والے زید بن ثابت ہیں، ابی بن کعب سب سے بڑے قاری ہیں، ان میں حلال و حرام کا

سب سے زیادہ علم معاذ بن جبل کو ہے اور ہر امت کا ایک امین ہوتا تھا اور اس امت کے امین ابوعبیدہ ابن الجراح ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ان میں سب سے بڑے قاضی علی ہیں۔ رضی اللہ عنہم (مشکوٰۃ، ترمذی)

152۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی، مجھے ہجرت کے گھر کی طرف سوار کر کے لے گئے، غار میں میرا ساتھ دیا، اور بلال کو اپنے مال کے ذریعے آزاد کیا۔ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے جو حق بات کہتے ہیں خواہ کسی کو کڑوی معلوم ہو، اور حق نے اُنہیں ایسا کر چھوڑا کہ اُن کا کوئی دوست نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے جن سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے، اے اللہ! جہاں علی جائے حق اس کے ساتھ رہے۔ رضی اللہ عنہم (ترمذی)

153۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میری امت میں سب سے زیادہ رحمدل ابوبکر ہیں۔ سب سے زیادہ حسنِ اخلاق والے ابوعبیدہ ابن الجراح ہیں۔ زیادہ صحیح لہجہ والے ابوذر ہیں۔ حق کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں، اور سب سے زیادہ اچھے فیصلے کرنے والے علی ہیں۔ رضی اللہ عنہم (ابن عساکر)

154۔ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر فرمایا، لوگو! ابوبکر نے مجھے کبھی رنج نہیں پہنچایا، اسے یاد رکھو۔ لوگو! میں ان سے راضی ہوں اور عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمٰن اور مہاجرین الاولین سے بھی خوش ہوں۔ رضی اللہ عنہم (تاریخ الخلفاء: ۱۱۵)

155۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، چار آدمیوں کی محبت کسی منافق کے دل میں جمع نہیں ہوسکتی اور نہ ہی مومن کے سوا کوئی ان چاروں سے محبت کرتا ہے، وہ چار افراد ابوبکر، عمر، عثمان اور علی ہیں۔ رضی اللہ عنہم
(ابن عساکر، الصواعق المحرقۃ: ۱۱۹)

اہلِ بیتِ اطہار﷡ :

عام طور پر اہلِ بیت یعنی گھر والوں سے بیوی اور اولاد مراد ہوتی ہے۔قرآن کریم میں اہلِ بیت کا اطلاق بیویوں پر کیا گیا ہے۔

سورۃ ھود کی آیت ۷۱،۷۲ اور ۷۳ ملاحظہ کیجیے۔ جب فرشتوں نے سیدنا ابراھیم علیہ السلام کی بیوی کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دی تو انہوں نے تعجب سے کہا، کیا اس بڑھاپے میں میرے بچہ پیدا ہوگا؟ اس پر فرشتوں نے کہا،

اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ۔

''کیا تم اللہ کے کام پر تعجب کرتی ہو؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اے گھر والو!''۔(ھود:۷۳)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ بیویاں اہلِ بیت میں داخل ہیں۔سورہ طٰہٰ کی آیت ۱۰ ملاحظہ فرمائیے۔جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے اہل وعیال کے ہمراہ وادیٔ سینا سے گزرے تو کوہِ طور کی سمت انہیں آگ نظر آئی۔ارشادِ باری تعالیٰ ہوا،

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْکُثُوْا اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا ۔

''جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی بی بی سے کہا، ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے''۔(طٰہٰ:۱۰)

یہاں بھی ''اہل'' سے بیوی مراد ہے۔عام گفتگو میں بیوی ہی کو گھر والی کہتے ہیں۔

قرآن کریم سے ایک اور حوالہ پیشِ خدمت ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام جب شیر خوار بچے کے طور پر فرعون کے محل میں پہنچ جاتے ہیں اور فرعون کی بیوی کو ایسی عورت کی تلاش ہوتی ہے جو اس بچہ کو دودھ پلا سکے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کہتی ہے،

هَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی اَهْلِ بَیْتٍ یَّکْفُلُوْنَهٗ لَکُمْ ۔(سورۃ القصص:۱۲)

''کیا میں تمہیں بتادوں ایسے گھر والے کہ تمہارے اس بچہ کو پال دیں''۔(کنزالایمان)

صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، نبی کریم ﷺ کے اہلبیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج اہلِ بیت سے نہیں؟ انہوں نے فرمایا، آپ کی ازواج بھی اہلِ بیت میں سے ہیں لیکن آپ کے اہل بیت وہ بھی ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام کر دیا گیا۔ پوچھا گیا، وہ کون ہیں؟ فرمایا، وہ آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس ہیں رضی اللہ عنہم۔ (باب فضائل علی بن ابی طالب)

آیات واحادیث کی روشنی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر علماء کرام کی تحقیق کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے کہ بیت تین طرح کے ہیں۔

(۱) بیت نسب (خاندان)، (۲) بیت ولادت (اولاد)،

(۳) بیت سکنی (کاشانہ مبارکہ میں رہنے والے)۔

پس نسب کے اعتبار سے حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں سے بنو ہاشم نبی کریم ﷺ کے اہلِ بیت ہیں۔ قریبی دادا کی اولاد کو بیت کہتے ہیں مثلاً کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں بزرگ کا بیت یعنی خاندان ہے۔ سکونت و رہائش کے اعتبار سے ازواجِ مطہرات رسول کریم ﷺ کے اہلِ بیت ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور انکے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بھی چونکہ آپ کے کاشانہ اقدس میں رہتے تھے اس لیے صاحبِ مشکوٰۃ نے مناقبِ اہلبیت کے باب میں ان کا بھی ذکر کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی اولادِ مبارکہ ولادت کے اعتبار سے اہلِ بیت ہے۔ اگرچہ آقا و مولیٰ ﷺ کی تمام اولاد آپ کے اہلِ بیت میں داخل ہے تاہم ان میں سے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم زیادہ عظمت و فضیلت کے ساتھ نمایاں شان کے حامل ہیں اس لیے جب لفظ اہلبیت بولا جاتا ہے تو ذہن انہی کی طرف جاتا ہے۔ ان نفوسِ قدسیہ کے فضائل ومناقب اور عظمت و کرامت کے بارے میں بیشمار احادیث وارد ہیں۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ)

فضائلِ اہلبیت، قرآن میں:

اب اہلِ بیتِ اَطہار کی فضیلت وشان، قرآن کریم کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

1۔ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ۝ (الاحزاب:۳۳)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے''۔ (کنز الایمان)

علماء فرماتے ہیں، رِجس کا اطلاق گناہ، نجاست، عذاب اور عیوب پر ہوتا ہے اور رب تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ تمام چیزیں اہلبیت کرام سے دور فرما دیں۔ گویا اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے اہل بیت! اگرچہ تم پاک ہو مگر اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا پاک کرنا چاہتا ہے کہ تمہیں پاکیزگی کا اعلیٰ ترین مقام حاصل ہو جائے نیز رب کریم تمہاری پاکی کو ہمیشہ برقرار رکھنا چاہتا ہے۔

اس آیت سے پچھلی آیت کا آغاز یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ کے مبارک کلمات سے ہو رہا ہے جن کا ترجمہ ہے، ''اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو''۔ اس آیت مقدسہ کا آغاز وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ کے الفاظِ مبارکہ سے ہوا ہے جن کا ترجمہ ہے، (اے نبی کی بیبیو!) ''اپنے گھروں میں ٹھہری رہو''۔

اس آیت کریمہ کے بعد والی آیت ملاحظہ فرمائیے۔ اس کا آغاز یوں ہو رہا ہے، وَاذۡکُرۡنَ مَا یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ۔ اس میں بھی ازواجِ مطہرات کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں تلاوت کی جانے والی آیات کو یاد کریں۔ گویا آیتِ تطہیر سے قبل بھی اور بعد میں بھی ازواجِ مطہرات ہی سے خطاب کیا گیا ہے۔ اس لیے ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ میں اہلِ بیت سے مراد رسول کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات ہی ہیں۔

امام رازی رحمہ اللہ آیۂ تطہیر کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ آیت نبی کریم کی ازواجِ مطہرات کو

شامل ہے کیونکہ آیتِ کریمہ کی روش اس پر دلالت کرتی ہے لہٰذا انہیں اس آیت سے خارج کرنا اور اس آیت کو انکے سوا دوسرے لوگوں سے مخصوص کرنا صحیح نہیں۔

اہلِ بیت میں ازواجِ مطہرات اور نبی کریم ﷺ کی اولا دامجاد بھی ہے، امام حسن، امام حسین اور حضرت فاطمہ ؓ بھی ان میں داخل ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے معاشرت کی بناء پر حضرت علی مرتضیٰ ؓ بھی اہل بیت میں سے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ)

بعض لوگ اہلِ بیت میں سے صرف حضرت علی و فاطمہ وحسن وحسین ؓ ہی کومراد لیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان نفوسِ قدسیہ کو اپنی چادر مبارک میں لے کر آیتِ تطہیر تلاوت فرمائی اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یہ دعا فرمائی،

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ ۔اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔

(مسلم باب فضائلِ الحسنِ والحسین، مشکوٰۃ باب مناقبِ اہلِ بیت)

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ اپنے دیگر عزیز واقارب اور ازواجِ مطہرات کو بھی اکٹھا کیا۔ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے صحیح روایت میں ہے کہ میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں بھی اہلِ بیت میں سے ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، بیشک اِنْ شَاءَ اللہ۔ (الصواعق المحرقۃ:۲۲۲)

ابن جریر، ابنِ منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے بھی اس چادر میں اپنا سر داخل کر کے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ نے دو بار فرمایا، ''تم بھلائی پر ہو''۔ پھر علامہ نبہانی رحمہ اللہ نے شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی ؓ کے لیے فرمایا، ''سلمان ہم میں سے، اہلِ بیت میں سے ہے''۔ (الشرف المؤبد لآل محمد)

حق یہ ہے کہ جب آیتِ تطہیر نازل ہوئی تو ازواجِ مطہرات سے خطاب ہونے کی بناء پر یہ گمان تھا کہ کہیں کوئی اولادِ رسول ﷺ کو اہلِ بیت سے خارج نہ سمجھے اس لیے آپ نے انکے لیے خاص طور پر آیتِ تطہیر تلاوت کی اور دعا فرمائی۔

دوسری بات یہ ہے کہ نسب عام طور پر باپ کی طرف سے چلتا ہے۔ اس قاعدے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد، ابوطالب کی اولاد کہلانی چاہیے تھی نہ کہ اولادِ رسول ﷺ۔ لیکن رب تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد، اولادِ مصطفیٰ ﷺ شمار ہوتی ہے۔

2۔ قُلْ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا۔ (الشوریٰ:۲۳)

''تم فرماؤ، میں اس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھائیں''۔

(کنزالایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، اس سے مراد حضور ﷺ کے قرابت دار ہیں۔ اس پر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس کے ساتھ حضور کی رشتہ داری نہ ہو، اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مراد یہ ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے تم اس کا لحاظ کرو۔ (صحیح بخاری باب المناقب)

اہلِ عرب اگرچہ خاندانی عصبیت کی بناء پر قرابت کا پاس رکھتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کو دعوتِ حق کی وجہ سے ایذا دیتے تھے۔ اس پر آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، تم کم از کم قرابت ہی کا لحاظ کرو اور مجھے ستانے سے باز رہو اور مجھے دعوتِ حق پہنچانے دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اور قول یہ مروی ہے کہ جب آقا و مولیٰ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور انصار نے دیکھا کہ حضور کے ذمہ مصارف بہت ہیں اور مال کچھ بھی نہیں ہے تو انہوں نے بہت سا مال جمع کر کے بارگاہِ نبوی میں پیش کیا اور عرض گذار ہوئے، آقا کریم ! آپ کی بدولت ہمیں ہدایت ملی اور ہم نے گمراہی سے نجات پائی۔ یہ مال آپ کی نذر ہے قبول فرمایئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضور ﷺ نے وہ اموال واپس فرما دیے اور فرمایا، میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم اپنے اقربا سے محبت کرو۔ (تفسیر کبیر، خزائن العرفان)

امام احمد رحمہ اللہ نے بروایت مجاہد رحمہ اللہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، میں نے تمہیں جو روشن دلیلیں اور جو ہدایت دی ہے، اس پر کسی اجر کا طلبگار نہیں سوائے اس کے کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور اس کی اطاعت کے ذریعے اس کا قرب حاصل کر لو۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔ (تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر)

پس پہلے قول کے مطابق قرابت سے مراد حضور ﷺ کا قریش کو اپنی رشتہ داری یاد دلانا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق مسلمانوں کا اپنے اقربا سے اور باہم محبت کرنا ہے۔ تیسرے قول کے مطابق رب تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ چوتھا قول جو امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اسکے مطابق اَلْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى سے مراد حضور ﷺ کے قرابت دار یعنی اہلبیت اطہار سے محبت ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے تفسیر دُرِّ منثور میں اس آیت کے تحت یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول کریم ﷺ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا، یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ ارشاد فرمایا: علی، فاطمہ اور انکے بیٹے حسن و حسین رضی اللہ عنہم۔ اس حدیث کی سند پر علماء نے کلام کیا ہے جبکہ اس

ضمن میں بعض دیگر روایات بھی موجود ہیں۔ امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ایسے طرق سے بیان کیا ہے جن میں بعض حسن ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں فرمایا، میں ان اہلبیت میں سے ہوں جن سے محبت اور دوستی کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے اور فرمایا ہے، قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔ (الصواعق المحرقۃ: ۲۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا میں نیکیاں کرنے سے مراد آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے۔ (ایضاً)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا، ''اس سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت ہے''۔ (تفسیر ابن کثیر)

جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو قید کر کے دمشق لایا گیا تو ایک شامی نے کہا، خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کرایا، تمہاری جڑ کاٹ دی اور تمہارا فتنہ ختم کیا۔ آپ نے اسے فرمایا، کیا تو نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی، قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔ اس نے کہا، کیا وہ تم ہو؟ فرمایا، ہاں۔ (تفسیر ابن کثیر، الصواعق المحرقۃ: ۲۵۹، طبرانی)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے، اِرْقَبُوْا مُحَمَّدًا فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ ۔ ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے اہلِ بیت کے بارے میں لحاظ رکھو''۔ (بخاری کتاب المناقب) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے حقوق اور مراتب کا خیال رکھو۔

صحیح بخاری ہی میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد موجود ہے جو آپ نے سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا،

''اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے حسنِ سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں کے سلوک سے بھی زیادہ پیارا ہے''۔ (بخاری کتاب المناقب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا، خدا کی قسم! آپ کا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ اچھا لگا کیونکہ آپ کا اسلام رسولِ کریم ﷺ کو خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب تھا۔ یہ روایت لکھ کر علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ آلِ رسول اور اہلِ بیت کے ساتھ وہی معاملہ رکھے جو سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا انکے ساتھ تھا یعنی اہلبیت اطہار کے ساتھ حسنِ ادب اور حسنِ عقیدت سے پیش آنا چاہیے۔ (تفسیر ابن کثیر)

آقا و مولیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے، ہم اہلِ بیت سے محبت لازم رکھو کیونکہ ہماری محبت والا جو شخص بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوگا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں جائے گا۔ اُس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! ہمارا حق پہچانے بغیر کسی بندے کا عمل اسے فائدہ نہیں دے گا۔ (الشرف المؤبد لآلِ محمد)

صدرُ الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ نے بھی بڑی پیاری بات کہی، فرماتے ہیں، اس آیت کی رو سے جب مسلمانوں میں باہم ایک دوسرے کے ساتھ محبت واجب ہوئی تو سید عالمین ﷺ کے ساتھ کس قدر محبت فرض ہوگی .... حضور سیدِ عالم ﷺ کی محبت اور حضور کے اقارب کی محبت دین کے فرائض میں سے ہے"۔
(تفسیر خزائن العرفان)

3۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب:۵۶)

"بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو"۔ (کنز الایمان)

حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ہمیں رب تعالیٰ نے آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو سکھا دیا

ہے اب آپ یہ فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کیسے پیش کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، تم اس طرح درود بھیجو۔ **اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراهیم وعلی ال ابراهیم انک حمید مجید.....الخ** ۔''اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد پر اور آلِ محمد پر..........''۔(متفق علیہ، مشکوٰۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ درود بھیجنے کے حکم کی تعمیل میں آقا و مولیٰ ﷺ نے اپنے ساتھ اپنی آل کو بھی شامل فرما کر ان کی عظمت اُجاگر کی ہے۔آپ کا ایک ارشادِ گرامی ہے، مجھ پر کٹا ہوا درود نہ بھیجا کرو۔عرض کی گئی، کٹا ہوا درود کیا ہے؟ ارشاد ہوا، صرف اللھم صل علی محمد کہنا۔تم یوں کہا کرو، اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد۔ معلوم ہوا کہ آل کا ذکر کیے بغیر درود پڑھنا کٹا ہوا درود ہے اور آل کے ذکر کے ساتھ پڑھنا پورا درود ہے جو کہ آقا کریم ﷺ کو پسند ہے۔(الصواعق المحرقۃ:۲۲۵)

4۔ **فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَاَبْنَاءَ كُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ كُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ** ۔(آل عمران:۶۱)

''تو ان سے فرمادو، آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں، اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں، پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں''۔(کنزالایمان)

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب نجران کے عیسائی مناظرہ میں لاجواب ہو کر جھگڑنے لگے تو آقا و مولیٰ ﷺ نے انہیں مباہلے کی دعوت دی جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔تین دن بعد عیسائی بڑے بڑے پادریوں کو ساتھ لیکر آئے۔جبکہ نبی کریم ﷺ اس شان سے تشریف لائے کہ آپ کی گود میں امام حسین رضی اللہ عنہ تھے اور امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کا دست مبارک پکڑے ہوئے تھے، خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور شیرِ خدا سیدنا علی رضی اللہ عنہ دونوں آپ کے پیچھے تھے اور آقا و مولیٰ ﷺ ان سے فرمارہے تھے، جب

میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔
یہ منظر دیکھ کر انکا سب سے بڑا پادری بولا، بیشک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ پہاڑ اسکی جگہ سے ہٹا دے تو وہ پہاڑ اسکی جگہ سے ہٹا دے گا۔ خدا کے لیے ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔ پس انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی،
اے ابوالقاسم! ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے، آپ اپنے دین پر رہیں اور ہمیں ہمارے دین پر چھوڑ دیں۔ پھر انہوں نے جزیہ دینے پر صلح کر لی۔
آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، خدا کی قسم! اگر وہ مباہلہ کرتے تو وہ سب بندر اور سُور بن جاتے اور انکا جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران کے چرند پرند تک ہلاک ہو جاتے۔ (تفسیر کبیر، تفسیر خزائن العرفان)
بعض کم فہم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں تو وہ مباہلے میں کیوں شریک نہ ہوئیں؟ جواب یہ ہے کہ مباہلہ ۱۰ ھ میں ہوا جبکہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۲ ھ میں، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ۸ ھ میں اور سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال ۹ ھ میں ہو چکا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کی چار بیٹیاں ہونا تو شیعہ فرقہ کی معتبر ترین کتاب اصولِ کافی سے بھی ثابت ہے۔ ''حضرت خدیجہ کے بطن سے حضور کی یہ اولاد پیدا ہوئی۔ بعثت سے پہلے قاسم، رقیہ، ام کلثوم اور بعثت کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ''۔ رضی اللہ عنہم اجمعین (اصول کافی ج ا ص ۴۳۹ مطبوعہ تہران)

5۔ سَلَامٌ" عَلٰی اِلْیَاسِیْنَ۔ ''سلام ہو الیاسین پر''۔ (الصّٰفّٰت: ۲۴)

مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد آل رسول ﷺ پر سلام پڑھنا ہے اور کلبی رحمہ اللہ نے بھی یہی کہا ہے جبکہ جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد حضرت الیاس علیہ السلام ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد

ہے، نحن آل محمد ال یاسین۔ ''اِل یاسین ہم آلِ محمد ﷺ ہی ہیں''۔
(ابن ابی حاتم، طبرانی، درِ منثور، الصواعق المحرقۃ: ۲۲۸)

6۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا ۔ ''اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر''۔
(آل عمران: ۱۰۳، کنز الایمان)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، نحن حبل الله الذی قال الله فيه۔ ''ہم اہلبیت وہ اللہ کی رسی ہیں جس کے بارے میں رب تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے''۔ (الصواعق المحرقۃ: ۲۳۳)

7۔ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ ○ ۔''اور انہیں ٹھہراؤ، ان سے پوچھنا ہے''۔
(الصّٰفّٰت: ۲۴، کنز الایمان))

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، وَقِفُوْهُمْ یعنی انہیں ٹھہراؤ کیونکہ ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، پوچھے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تبلیغِ رسالت پر جو اقرباء کی محبت طلب کی تھی، اسکے متعلق پوچھا جائے گا کہ کیا انہوں نے حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق حقِ موالات ادا کیا ہے یا اسے بیکار خیال کیا ہے۔
(الصواعق المحرقۃ: ۲۲۹)

حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، (قیامت میں) ہر شخص سے چار چیزوں کے متعلق پوچھا جاتا ہے۔ اپنی عمر کس کام میں صَرف کی، اپنے جسم کو کس کام میں استعمال کیا، مال کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور ہم اہلِ بیت کی محبت کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔
(طبرانی، الشرف المؤبد)

اہلبیت اطہار کی محبت سے متعلق احادیثِ مبارکہ کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

8۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ (الانفال: ۳۳)

''اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو''۔ (کنز الایمان از امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ)

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے اپنے اہلبیت میں ان معنوں کے پائے جانے کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ وہ بھی نبی کریم ﷺ کی طرح زمین والوں کے لیے امان ہیں۔ اسکے متعلق بہت سی احادیث ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ''ستارے آسمان والوں کے لیے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کے لیے امان ہیں''۔ امام احمد کی دوسری روایت میں ہے کہ جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان والے بھی ختم ہو جائیں گے اور جب میرے اہلبیت ختم ہو جائیں گے تو اہلِ زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔ (الصواعق المحرقۃ: ۲۳۴)

9۔ وَاِنِّیْ لَغَفَّار'' لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی O

''اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا''۔ (طٰہٰ: ۸۲، کنز الایمان)

حضرت ثابت البنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثُمَّ اهْتَدٰی سے مراد اہلبیت کی طرف ہدایت پانے والا ہے۔ امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔

ابن سعد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے آقا و مولیٰ ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ جنت میں پہلے میں، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین داخل ہونگے رضی اللہ عنہم۔ میں نے عرض کی، ہم سے محبت کرنے والوں کا کیا ہوگا؟ فرمایا، وہ تمہارے پیچھے آئیں گے۔ (الصواعق المحرقۃ: ۲۳۵)

یہ حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے کہ مومن کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کا بغض جمع نہیں ہو سکتے۔ اس ضمن میں علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے خوب لکھا ہے۔ فرماتے ہیں، وہ شخص اس قوم کی محبت کا کیسے گمان کرتا ہے جس نے کبھی

انکے اخلاق میں سے کسی وصف کونہیں اپنایا اور نہ کبھی انکے کسی قول پر عمل کیا ہے اور نہ کبھی انکے کسی فعل کی پیروی کی ہے اور نہ انکے افعال میں سے کسی چیز کے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت میں یہ محبت نہیں بلکہ ائمہ شریعت وطریقت کے نزدیک بغض ہے جبکہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت کی جائے۔ اور نفس کی محبوب ومرغوب چیزوں کے مقابلے میں محبوب کی مرضی اور محبت کوترجیح دی جائے نیز اسکے اخلاق وآداب سے ادب سیکھا جائے۔

خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد پیشِ نظر رہے کہ میری محبت اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بغض کسی مومن کے دل میں اکٹھے نہیں ہوسکتے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جوجمع نہیں ہوسکتیں۔ (الصواعق المحرقہ:۲۳۸)

10۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ○

''اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے''۔ (الضحیٰ:۵، کنزالایمان)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی رضا میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے اہلبیت مین سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہو۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے بسندِ صحیح روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، رب تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہلبیت میں سے جوتوحیدورسالت کا اقرار کرے گا اور یہ بھی کہ میں نے رب تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا ہے، اسے وہ عذاب نہیں دے گا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے، میں نے یہ دعا کی، الٰہی! میرے اہلبیت میں سے کسی کوجہنم میں نہ ڈالنا، تواس نے میری یہ دعا قبول فرمالی۔ (الصواعق المحرقہ:۲۴۴)

آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے — اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خونِ خیرُ الرُسُل سے ہے جن کا خمیر — اُن کی بےلوث طینت پہ لاکھوں سلام

فضائلِ اہلِ بیت، احادیث میں:

بعض جہلاء کو یہ کہتے سنا گیا کہ امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے اہلبیتِ اطہار کی فضیلت میں کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے، حالانکہ یہ عظیم بہتان ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتابُ المناقب میں ''مناقبِ علی بن ابی طالب'' کے عنوان سے سات حدیثیں، ''مناقب قرابۃِ رسولُ اللہ ومنقبۃ فاطمۃ علیہا السلام'' کے عنوان سے تین حدیثیں اور ''مناقبِ الحسن والحسین'' کے عنوان سے آٹھ حدیثیں روایت کیں ہیں۔

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ نے سیدنا علی کے فضائل کے باب میں تیرہ احادیث، سیدہ فاطمہ کے فضائل کے باب میں آٹھ احادیث اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے فضائل کے باب میں چھ احادیث روایت کیں ہیں۔ ان احادیث کے علاوہ بھی انہوں نے اپنی کتب میں ان نفوسِ قدسیہ کے متعلق بیشمار احادیث روایت کیں ہیں۔

اہلبیت کرام کے فضائل پر مبنی اکثر احادیث اس کتاب میں تحریر کی جا چکیں اور بعض اب تحریر کی جارہی ہیں۔ چونکہ اہلبیت اطہار میں ازواجِ مطہرات کو خاص مقام حاصل ہے اس لیے ان کی فضیلت میں مخصوص آیات اور احادیث علیحدہ سے بیان ہونگی۔

1۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسولُ اللہ ﷺ ہمیں خم نامی چشمے پر خطبہ دینے کھڑے ہوئے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور وعظ و نصیحت فرمائی پھر ارشاد فرمایا، اے لوگو! میں بشر ہوں۔ قریب ہے کہ اللہ کا قاصد میرے پاس آئے اور میں اسے قبول کرلوں۔ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جن میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس اللہ کی کتاب کو لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔ آپ نے اللہ کی کتاب کی طرف ابھارا اور اسکی ترغیب دی۔

پھر فرمایا، دوسرے میرے اہلِ بیت ہیں اور میں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں تمہیں

اللہ یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں تمہیں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں تمہیں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ (مسلم باب من فضائلِ علی)

2۔ حضرت جابر ﷜ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج کے موقع پر عرفات میں دیکھا کہ اپنی قصواء اونٹنی پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا، اے لوگو! میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر انہیں پکڑے رہو گے تو گمراہ نہیں ہوگے، وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہلِ بیت ہیں۔ (ترمذی)

3۔ حضرت زید بن ارقم ﷜ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بہت عظمت والی ہے یعنی اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی رسی ہے اور میرے اہلِ بیت۔ اور یہ دونوں ہرگز الگ نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر مجھے ملیں گے۔ پس خیال رکھنا کہ تم میرے بعد ان سے کیسا سلوک کرتے ہو۔ (ترمذی)

4۔ حضرت ابن عباس ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے اور اللہ سے محبت رکھنے کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو، اور مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ (ترمذی، المستدرک)

5۔ حضرت علی ﷜ فرماتے ہیں، اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ۔ اپنے نبی ﷺ کی محبت، آپ کے اہلِ بیت کی محبت اور قرآن مجید پڑھنا۔ (جامع الصغیر ۱:۱۷)

6۔ حبیبِ کبریا ﷺ نے ارشاد فرمایا، اے بنو عبد المطلب! میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ تمہارے دیندار کو استقامت، بے علم کو علم اور بے راہ کو ہدایت دے۔ اگر کوئی شخص رکن اور مقامِ ابراھیم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے

اور روزے رکھے۔ پھر وہ اہل بیت سے بغض رکھتے ہوئے مرجائے تو وہ آگ میں داخل کیا جائے گا۔ (طبرانی، حاکم، الصواعق المحرقۃ: ۲۶۵)

7۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! ہم اہلِ بیت سے کوئی بغض نہ رکھے ورنہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا۔
(المستدرک للحاکم، الصواعق المحرقۃ: ۲۶۴)

8۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اور میری اولاد اُسے اسکی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں، اور اُسے مجھ سے اپنی ذات سے زیادہ اور میری اولاد سے اپنی اولاد کی بنسبت زیادہ محبت نہ ہو جائے۔
(الصواعق المحرقۃ: ۲۶۲، بیہقی)

9۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، میرے اہلِ بیت کو اپنے درمیان وہ جگہ دو جو جسم میں سر کی اور سر میں آنکھوں کی جگہ ہے اور سر آنکھوں ہی سے ہدایت پاتا ہے۔ (الشرف المؤبد لآل محمد)

10۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے لیے تین عزتیں ہیں۔ جو ان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کے معاملے کی حفاظت فرمائے گا اور جو ان کی حفاظت نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت نہیں فرمائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا، اسلام کی عزت، میری عزت اور میرے قرابت داروں کی عزت۔ (طبرانی، الصواعق المحرقۃ: ۲۳۱)

11۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، تم میں پلِ صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جو میرے اہلِ بیت اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔ (ابن عدی، الصواعق المحرقۃ: ۲۸۳)

12۔ سیدِ عالم، نورِ مجسم ﷺ نے فرمایا، میرے اہلِ بیت حوضِ کوثر پر آئیں گے اور

میرے امت میں سے اُن سے محبت کرنے والے بھی اُن کے ساتھ ایسے ہونگے جیسے دو انگلیاں باہم قریب ہوتی ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ: ۲۳۵، الشرف المؤبد لآل محمد)
اس حدیث کی تائید بخاری و مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ ''جو جس سے محبت کرتا ہے وہ اسی کے ساتھ ہوگا''۔

13۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا، تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو میرے بعد میرے اہلِ بیت کے لیے بہتر ہوگا۔ (الصواعق: ۲۸۲، حاکم)

14۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس نے میرے اہلِ بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری اولاد کے بارے میں اذیت دی، اُس پر جنت حرام کردی گئی۔
(الشرف المؤبد لآل محمد)

15۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا دروازہ پکڑے ہوئے فرمایا، میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے،
''خبردار ہوجاؤ! تم میں میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہے جو اس میں سوار ہوا، وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا وہ ہلاک ہوگیا''۔ (احمد، مشکوٰۃ)

کتاب کے آغاز میں یہ حدیث بیان ہوچکی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے''۔ اس حدیث میں صحابہ کرام کو آسمانِ ہدایت کے ستارے فرمایا اور مذکورہ بالا حدیث میں اپنے اہلبیت کو کشتی کی مثل قرار دیا۔ گویا منزل پر پہنچنے کے لیے اہلبیت اطہار کی محبت کی کشتی میں سوار ہونا بھی ضروری ہے اور منزل کے حصول کے لیے ستاروں سے راہنمائی لینا بھی ضروری ہے۔ الحمدللہ! اہلسنت ہی اہلبیت اطہار کی محبت کی کشتی میں سوار ہوکر نجومِ ہدایت یعنی صحابہ کرام سے روشنی لیتے ہوئے منزلِ مقصود حاصل کرتے ہیں۔

اہلِ سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور   نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

فضائلِ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا:

16۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز صبح کے وقت باہر تشریف لے گئے۔ آپ کے اوپر سیاہ اُون سے بُنی ہوئی چادر تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے اُنہیں اس چادر میں داخل کرلیا۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے تو اُنہیں بھی اس چادر میں داخل کرلیا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو انہیں بھی داخل کرلیا، پھر حضرت حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے اُنہیں بھی اس چادر میں لے لیا۔ پھر فرمایا، ''بے شک اللہ یہ چاہتا ہے کہ اے گھر والو! کہ تم سے گندگی دور کردے اور تمہیں خوب پاک صاف کردے''۔
(صحیح مسلم، مصنف ابن ابی شیبہ، المستدرک للحاکم)

17۔ حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡس...... الخ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے کاشانۂ اقدس میں نازل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر چادر اوڑھائی پھر دعا مانگی، اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں، ان سے گندگی دور رکھ اور انہیں خوب پاک وصاف بنادے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ آپ نے فرمایا، تم اپنی جگہ پر ہو اور تم خیر کی جانب ہو۔ (ترمذی ابواب المناقب)

انہی احادیث کی بنا پر ان نفوسِ قدسیہ کو پنجتن پاک کہا جاتا ہے۔

18۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چھ ماہ تک نبی کریم ﷺ کا یہ معمول رہا کہ جب نمازِ فجر کے لیے نکلتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس سے گزرتے تو فرماتے، اے اہلِ بیت! نماز قائم کرو۔ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡس...... الخ ۔ ''بے شک اللہ یہ چاہتا ہے کہ اے گھر والو! ۔

تم سے گندگی دور کردے اور تمہیں خوب پاک صاف کردے"۔

(مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، المستدرک للحاکم)

19۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَاَبْنَاءَ کُمْ ...... الخ۔ "فرمادو، آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو"۔ تو رسول کریم ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلایا اور فرمایا، اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ رضی اللہ عنہم (صحیح مسلم)

20۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج آپ کے پاس جمع تھیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آگئیں ان کا چلنا رسول اللہ ﷺ کے چلنے سے مختلف نہیں تھا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو فرمایا، میری بیٹی خوش آمدید۔ پھر انہیں بٹھایا اور ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی تو وہ بہت زیادہ روئیں۔ اُن کا غم دیکھ کر آپ نے دوبارہ سرگوشی فرمائی تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے پوچھا، آقا و مولیٰ ﷺ نے تم سے کیا سرگوشی فرمائی تھی؟ کہا، میں رسولُ اللہ ﷺ کے راز کو فاش نہیں کرسکتی۔

جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو میں نے کہا، میں تمہیں اس حق کا واسطہ دیتی ہوں جو میرا تم پر ہے کہ مجھے وہ بات بتادو۔ کہا، ہاں اب بتادیتی ہوں۔ پہلی دفعہ جب آپ نے مجھ سے سرگوشی فرمائی تو بتایا کہ جبرئیل میرے ساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے اس سال دو مرتبہ کیا ہے، میرے خیال میں میرا آخری وقت قریب آگیا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیونکہ میں تمہارے لیے اچھا پیش رو ہوں۔ یہ سن کر میں روئی۔ آپ نے جب میری پریشانی ملاحظہ فرمائی تو دوبارہ سرگوشی کی اور ارشاد فرمایا،

"اے فاطمہ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم ایمان والی عورتوں کی سردار ہو یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو"۔ (صحیح مسلم)

21۔ آپ ہی سے دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے سرگوشی فرمائی کہ اسی مرض میں میرا وصال ہو جائے گا تو میں رونے لگی۔ پھر آپ نے سرگوشی فرماتے ہوئے مجھے بتایا کہ میرے اہلِ بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے آملوگی، تو میں ہنس پڑی۔ (بخاری، مسلم)

22۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عادات واطوار اور نشست و برخاست میں رسول کریم ﷺ سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔

(المستدرک، فضائل الصحابۃ للنسائی)

23۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مل کر سفر پر روانہ ہوتے اور جب سفر سے تشریف لاتے تو بھی سب سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے۔ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے، میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

(المستدرک للحاکم، صحیح ابن حبان)

24۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

(بخاری، مسلم)

25۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی لڑکی کے لیے نکاح کا پیغام دیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بیشک فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے اور مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اُسے کوئی تکلیف پہنچے۔ خدا کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ (بخاری، مسلم)

26۔ اُنہی سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، بنو ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے

یہ اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی علی بن ابی طالب سے کردیں۔ میں اُن کو اجازت نہیں دیتا، میں ان کو اجازت نہیں دیتا، پھر میں ان کو اجازت نہیں دیتا۔ ہاں اگر ابنِ ابی طالب چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دیدے اور پھر اُنکی بیٹی سے شادی کر لے۔ کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا حصہ ہے۔ جو چیز اُسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے اور جو چیز اُسے تکلیف دیتی ہے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔

(مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

27۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اسے تکلیف دینے والا مجھے تکلیف دیتا ہے اور اسے مشقت میں ڈالنے والا مجھے مشقت میں ڈالتا ہے۔ (مسند احمد، المستدرک)

28۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ تیری ناراضگی پر ناراض اور تیری رضا پر راضی ہوتا ہے۔

(المستدرک، طبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد)

29۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کردوں۔

(طبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد)

30۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان کی شادی کے موقع پر خاص دعا فرمائی، اے اللہ! میں اپنی اس بیٹی کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ (صحیح ابن حبان، طبرانی فی الکبیر)

31۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شادی کی رات حضورِ اکرم ﷺ نے اُن پر پانی چھڑکا اور فرمایا، اے اللہ! ان دونوں کے حق میں برکت دے اور ان دونوں پر برکت نازل فرما اور ان دونوں کے لیے ان کی

اولاد میں برکت عطا فرما۔ (طبقات ابن سعد، اُسدُ الغابہ)

32۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، قیامت کے دن میرے حسب ونسب کے سوا ہر سلسلۂ نسب منقطع ہو جائے گا۔ ہر بیٹے کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے سوائے اولادِ فاطمہ کے کہ ان کا باپ بھی میں ہی ہوں اور ان کا نسب بھی میں ہی ہوں۔ (مصنف عبدالرزاق، سنن الکبریٰ للبیہقی، طبرانی فی الکبیر)

33۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا، میں اُن سے لڑنے والا ہوں جو اِن سے لڑیں اور اُن سے صلح کرنے والا ہوں جو اِن سے صلح کریں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

34۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا، عورت کے لیے کون سی بات سب سے بہتر ہے؟ اس پر صحابہ کرام خاموش رہے۔ میں نے گھر آ کر یہی سوال سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کیا تو انہوں نے جواب دیا، عورت کے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ اسے غیر مرد نہ دیکھے۔ میں نے اس جواب کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا، فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ (مسند بزار، مجمع الزوائد)

35۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا، بیشک فاطمہ نے اپنی عصمت و پارسائی کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد پر آگ حرام کر دی ہے۔ (المستدرک للحاکم، مسند بزار)

36۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری اولاد کو آگ کا عذاب نہیں دے گا۔ (طبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد) علامہ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

37۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، آج رات ایک فرشتہ جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہ اترا تھا، اُس نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ

مجھے سلام کرنے کے لیے حاضر ہو اور یہ خوشخبری دے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(ترمذی، مسند احمد، فضائل الصحابۃ للنسائی، المستدرک للحاکم)

38۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا، سب سے پہلے جنت میں تم، فاطمہ، حسن اور حسین داخل ہوگے رضی اللہ عنہم۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ہم سے محبت کرنے والے کہاں ہونگے؟ حضور ﷺ نے فرمایا، وہ تمہارے پیچھے ہونگے۔ (المستدرک للحاکم، الصواعق المحرقۃ: ۲۳۵)

39۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، میں، تم اور یہ دونوں (یعنی حسن و حسین) اور یہ سونے والا (سیدنا علی جو کہ اُسوقت سوکر اُٹھے ہی تھے) قیامت کے دن ایک ہی جگہ ہونگے۔ رضی اللہ عنہم

(مسند احمد، مجمع الزوائد)

40۔ اُمُ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آقا و مولیٰ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور ﷺ انہیں مرحبا کہتے، کھڑے ہوکر اُن کا استقبال کرتے، اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُسے بوسہ دیتے اور اُنہیں اپنی نشست پر بٹھا لیتے۔ (المستدرک، فضائل الصحابۃ للنسائی)

41۔ حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے پوچھا، لوگوں میں سے رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا؟ فرمایا، فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ پوچھا، مردوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا، ان کے شوہر یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

(ترمذی، المستدرک، طبرانی فی الکبیر)

42۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ

نبوی میں عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! آپ کو میرے اور فاطمہ میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ آقا و مولیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا، فاطمہ مجھے تم سے زیادہ پیاری ہے اور تم مجھے اس سے زیادہ عزیز ہو۔ (طبرانی فی الاوسط، مجمع الزوائد)

43۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور فرمایا، اے فاطمہ! خدا کی قسم! میں نے آپ سے زیادہ کسی ہستی کو رسول کریم ﷺ کے نزدیک محبوب نہیں دیکھا۔ اور خدا کی قسم! لوگوں میں سے سوائے آپ کے والد رسولِ کریم ﷺ کے مجھے کوئی اور آپ سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، المستدرک للحاکم)

44۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصال سے قبل حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا، میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تدفین کے وقت، پردے کا پورا لحاظ رکھنا۔ انہوں نے کہا، میں نے حبش میں دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر ان پر پردہ ڈال دیتے ہیں (اس طرح جسم کی ہیئت نمایاں نہیں ہوتی)۔ پھر انہوں نے کھجور کی شاخیں منگوا کر ان پر کپڑا ڈال کر سیدہ کو دکھایا۔ آپ نے پسند کیا پھر بعد وصال اسی طرح آپ کا جنازہ اٹھا۔ (اُسدُ الغابہ، استیعاب)

45۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آقا و مولیٰ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا غیب سے آواز دے گا، اے اہلِ محشر! اپنی نگاہیں جھکالو تا کہ فاطمہ بنتِ محمد ﷺ گزر جائیں۔ (المستدرک للحاکم، اسدُ الغابہ)

سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

فضائلِ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ و سیدنا حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل پر چالیس احادیث تحریر کی جارہی ہیں، پڑھیے اور اپنے دل میں اہلبیت اطہار خصوصاً نوجوانانِ

جنت کے سرداروں کی محبت کی شمع فروزاں کیجیے۔

46۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے مبارک کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے، "اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت فرما"۔
(بخاری، مسلم)

47۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں دن کے ایک حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا، آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رہائش گاہ پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا، کیا بچہ یہاں ہے؟ یعنی حسن رضی اللہ عنہ۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ دوڑتے ہوئے آ گئے یہاں تک کہ دونوں ایک دوسرے کے گلے سے لپٹ گئے۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، "اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور اس سے بھی محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے"۔ (بخاری، مسلم)

48۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے، جس نے ان دونوں یعنی حسن و حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ (فضائل الصحابۃ للنسائی)

49۔ حضرت ایاس رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں اس سفید خچر کی لگام پکڑ کر چلا ہوں جس پر میرے آقا نبی کریم ﷺ اور حضرت حسن و حضرت حسین سوار تھے یہانتک کہ وہ نبی کریم کے حجرۂ مبارکہ میں داخل ہو گئے۔ رسول کریم ﷺ آگے سوار تھے اور حسنین کریمین آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ (مسلم)

50۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حسن پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حمزہ رکھا اور جب حسین پیدا ہوئے تو ان کا نام جعفر رکھا۔ مجھے آقا و مولیٰ ﷺ نے بلا کر فرمایا، مجھے انکے نام تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے عرض کی، اللہ اور اسکا رسول بہتر

جانتے ہیں۔تو حضور نے ان کے نام حسن اور حسین رکھے۔(مسند احمد، حاکم)

51۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز تھے اور حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے کبھی آپ لوگوں کی جانب متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف، پھر آپ نے ارشاد فرمایا،

"میرا یہ بیٹا حقیقی سردار ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بہت بڑے گروہوں میں صلح کروادے گا"۔(بخاری، ترمذی)

52۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے نانا نانی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے چچا اور پھوپھی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے ماموں اور خالہ کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے ماں باپ کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ وہ حسن اور حسین ہیں۔ان کے نانا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ، انکی نانی خدیجہ بنت خویلد، ان کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ، انکے والد علی بن ابی طالب، انکے چچا جعفر بن ابی طالب، انکی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب، انکے ماموں قاسم بن رسول اللہ اور انکی خالہ اللہ کے رسول کی بیٹیاں زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں رضی اللہ عنہن۔ان کے نانا، نانی، والد، والدہ، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ سب جنت میں ہونگے اور وہ دونوں یعنی حسن و حسین بھی جنت میں ہونگے۔(طبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد)

53۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حسن اور حسین کی پیدائش کے ساتویں دن اُن کی طرف دو دو بکریاں عقیقہ میں ذبح کیں۔

(مصنف عبد الرزاق، ابن حبان)

54۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ مشابہت رکھنے والا کوئی نہیں تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی فرمایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ (بخاری، ترمذی)

55۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن سینے سے سر تک رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھتے ہیں اور حضرت حسین سینہ سے نیچے (پاؤں تک) نبی کریم ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ (ترمذی)

اعلیٰ حضرت مجدِّدِ دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ نے خوب فرمایا،

معدوم نہ تھا سایۂ شاہِ ثقلین　　اس نور کی جلوہ گہ تھی ذاتِ حسنین
تمثیل نے اس سائے کے دو حصے کیے　　آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین

56۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو رسول کریم ﷺ کے مرض الوصال کے دوران آپ کی خدمت میں لائیں اور عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں۔ آقا کریم ﷺ نے فرمایا، حسن میری ہیبت اور سرداری کا وارث ہے اور حسین میری جرأت اور سخاوت کا وارث ہے۔ (طبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد)

57۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور فرمایا، اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت رکھ۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ انہیں پکڑ کر اپنی ایک ران پر بٹھا لیتے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دوسری رانِ مبارک پر۔ پھر یہ کہتے، اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ میں بھی ان پر مہربانی کرتا ہوں۔ (بخاری)

58۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اِن دونوں یعنی حسن وحسین سے بھی محبت

کرے۔(فضائل الصحابۃ للنسائی، صحیح ابن خزیمہ، مجمع الزوائد)

59۔ حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے حسن بن علی ﷺ کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا تو ایک آدمی نے کہا، اے لڑکے! کیا خوب سواری پر سوار ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سوار بھی تو بہت خوب ہے۔(ترمذی)

60۔ حضرت عمر فاروق ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن و حسین کو آقا و مولیٰ ﷺ کے مبارک کندھوں پر سوار دیکھا تو اُن سے کہا، آپ کی سواری کتنی اچھی ہے! نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، یہ بھی تو دیکھو کہ سوار کتنے اچھے ہیں۔(مسند بزار، مجمع الزوائد)

61۔ حضرت عقبہ بن حارث ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر ﷺ نے نماز عصر پڑھی پھر باہر نکلے اور ان کے ساتھ حضرت علی ﷺ تھے۔ حضرت ابوبکر ﷺ نے حضرت حسن ﷺ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو اسے اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا، میرا باپ قربان! تم نبی کریم ﷺ سے مشابہت رکھتے ہو اور علی سے مشابہت نہیں رکھتے جبکہ حضرت علی ﷺ ہنس رہے تھے۔(بخاری)

62۔ حضرت ابوسعید ﷺ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، حسن اور حسین دونوں جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔(ترمذی، مسند احمد، صحیح ابن حبان)

63۔ حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا، حسن اور حسین دونوں دنیا میں سے میرے دو پھول ہیں۔(ترمذی، مسند احمد، صحیح ابن حبان)

64۔ حضرت اسامہ بن زید ﷺ سے روایت ہے کہ ایک رات میں کسی کام سے میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آقا و مولیٰ ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ نے چادر میں کوئی چیز لی ہوئی تھی اور مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ چیز کیا ہے۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو عرض گزار ہوا، میرے آقا! آپ نے کس چیز پر چادر لپیٹی ہوئی ہے؟ آپ نے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ آپ کی دونوں رانوں پر حسن اور حسین موجود

ہیں۔فرمایا، یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی اِن سے محبت رکھ اور اُن سے بھی محبت رکھ جواِن دونوں سے محبت رکھیں۔(ترمذی،صحیح ابن حبان)

65۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اپنے اہل بیت سے آپ کو سب سے پیارا کون ہے؟ فرمایا، حسن اور حسین۔آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے ،میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ۔پھر آپ دونوں کو سونگھا کرتے اور انہیں اپنے ساتھ لپٹا لیا کرتے۔(ترمذی،مسند ابویعلیٰ)

66۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ اس دوران حسن اور حسین آگئے۔ان کے اوپر سرخ قمیصیں تھیں اور وہ گرتے پڑتے چلے آرہے تھے تو رسول کریم ﷺ منبر سے اترے ، دونوں کو اٹھایا اور سامنے بٹھالیا۔پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے،انما اموالکم واولادکم فتنة۔''بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں''۔(۲۸:۸) میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ گرتے پڑتے آرہے ہیں تو میں صبر نہ کرسکا اور اپنی بات چھوڑ کر ان دونوں کو اٹھالیا۔(ترمذی،ابوداؤد،نسائی)

67۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین کے لیے (خاص طور پر) کلماتِ تعوذ کے ساتھ دَم فرماتے۔آپ نے یہ ارشاد فرمایا،تمہارے جدِ امجد یعنی ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے صاحبزادوں اسماعیل علیہ السلام و اسحاق علیہ السلام کے لیے اِن کلمات کے ساتھ دَم کرتے تھے۔

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّامَّۃٍ۔

''میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ذریعے ہر شیطان اور بلا سے اور ہر نظرِ بد سے پناہ مانگتا ہوں''۔(بخاری،ابن ماجہ)

68۔ حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔ حسین میری اولاد میں سے ایک فرزند ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

69۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، جس نے حسن اور حسین سے محبت کی، اس نے درحقیقت مجھ ہی سے محبت کی۔ اور جس نے حسن اور حسین سے بغض رکھا، اس نے درحقیقت مجھ ہی سے بغض رکھا۔
(ابن ماجہ، فضائل الصحابۃ للنسائی، طبرانی فی الکبیر)

70۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آقا و مولیٰ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، جس نے حسن اور حسین سے محبت کی، اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی، اُس سے اللہ تعالیٰ نے محبت کی اور جس سے اللہ نے محبت کی، اُس نے اسے جنت میں داخل کردیا۔
اور جس نے حسن اور حسین سے بغض رکھا، اُس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہوگیا اور جو اللہ کے نزدیک مبغوض ہوا، اللہ تعالیٰ نے اسے آگ میں داخل کردیا۔ (المستدرک للحاکم)

71۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول کریم ﷺ نے حسن اور حسین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، جس نے مجھ سے اور اِن دونوں سے محبت کی اور اِن کے والد اور اِنکی والدہ سے محبت کی، وہ قیامت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (مسند احمد، طبرانی فی الکبیر)

72۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا، جو تم سے لڑے گا میں اُس سے لڑوں گا اور جو تم سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔ جو تمہارا دوست ہے وہ میرا بھی دوست ہے۔ (مسند احمد، المستدرک للحاکم، طبرانی فی الکبیر)

73۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آقا ومولیٰ ﷺ کے ساتھ نماز عشاء ادا کر رہے تھے۔ جب آپ سجدے میں گئے تو حسن اور حسین آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ جب آپ نے سجدے سے سر اٹھایا تو دونوں شہزادوں کو اپنے پیچھے سے نرمی کے ساتھ پکڑ کر نیچے بٹھا دیا۔ جب آپ دوبارہ سجدے میں گئے تو وہ پھر کمر مبارک پر سوار ہو گئے۔ یہانتک کہ آپ نے نماز مکمل کر لی۔ پھر آپ نے دونوں کو اپنے مبارک زانوؤں پر بٹھالیا۔ (مسند احمد، المستدرک للحاکم، طبرانی فی الکبیر)

74۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے کہ اس دوران حضرت حسن اور حضرت حسین آپ کی کمر مبارک پر سوار ہو گئے۔ لوگوں نے ان کو منع کیا تو آقا کریم ﷺ نے فرمایا، اِن کو چھوڑ دو، اِن پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، صحیح ابن حبان، طبرانی فی الکبیر)

75۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا ومولیٰ ﷺ نماز کے سجدے میں ہوتے تو حسن یا حسین آ کر آپ کی کمر مبارک پر سوار ہو جاتے اور اس وجہ سے آپ سجدوں کو طویل کر دیتے۔ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں عرض کی گئی، یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے سجدے طویل کر دیے ہیں؟ ارشاد فرمایا، مجھ پر میرا بیٹا سوار تھا اس لیے مجھے اچھا نہ لگا کہ میں سجدوں سے اٹھنے میں جلدی کروں۔ (مسند ابویعلی، مجمع الزوائد)

76۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا ومولیٰ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ کے مبارک شانوں پر حضرت حسن اور حضرت حسین سوار تھے۔ آپ دونوں شہزادوں کو باری باری چومنے لگے۔ (مسند احمد، المستدرک للحاکم)

77۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا ومولیٰ ﷺ کے سامنے حسنین کریمین کشتی لڑ رہے تھے اور آپ فرما رہے تھے، حسن! جلدی کرو۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! آپ صرف حسن ہی کو ایسے کیوں فرما رہے ہیں؟

حضور ﷺ نے فرمایا، کیونکہ جبریل امین، حسین کو ایسا کہہ کر حوصلہ دلا رہے ہیں۔
(اسدُ الغابہ، الاصابہ)

78۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آقا و مولیٰ ﷺ کے ساتھ سفر پر نکلے۔ راستے میں آپ نے حسنین کریمین کے رونے کی آواز سنی تو آپ انکے پاس تشریف لے گئے اور رونے کا سبب پوچھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ انہیں سخت پیاس لگی ہے۔ حضور ﷺ پانی کے لیے مشکیزے کی طرف بڑھے تو پانی ختم ہو چکا تھا۔ آپ نے لوگوں سے دریافت کیا مگر (گرمی کی وجہ سے زیادہ استعمال کے باعث) کسی کے پاس پانی موجود نہ تھا۔ آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، ایک صاحبزادہ مجھے دیدو۔ انہوں نے پردے کے نیچے سے ایک شہزادہ دے دیا۔ آپ نے اسے سینے سے لگالیا لیکن وہ سخت پیاس کی وجہ سے مسلسل رو رہا تھا۔

پس آپ ﷺ نے اُس کے منہ میں اپنی مبارک زبان ڈال دی۔ وہ اسے چوسنے لگا یہانتک کہ سیراب ہو گیا۔ پھر میں اسکے دوبارہ رونے کی آواز نہ سنی جبکہ دوسرا ابھی تک رو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دوسرا صاحبزادہ لے کر اس کے منہ میں بھی اسی طرح اپنی مبارک زبان ڈال دی تو وہ بھی سیراب ہو کر خاموش ہو گیا۔ (طبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد، خصائص کبریٰ)

79۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا، الٰہی! میں اِن دونوں (یعنی حسن و حسین) سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اِن سے محبت فرما۔
(مسند احمد، طبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد)

80۔ حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسولُ اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں، یارسول اللہ ﷺ! آج رات میں نے برا خواب دیکھا ہے۔ فرمایا، وہ کیا ہے؟ عرض کیا، آپ کے جسمِ انور کا ایک ٹکڑا کاٹ کر

میری گود میں رکھا گیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ فاطمہ کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوگی جو تمہاری گود میں ہوگا۔ پس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور وہ میری گود میں تھے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔

ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو رسول کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ میں عرض گزار ہوئی، یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا بات ہے؟ فرمایا، جبرئیل میرے پاس آئے تھے اور مجھے بتایا کہ عنقریب میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کرے گی۔ میں نے کہا، اِنہیں (یعنی حسین کو)؟ فرمایا، ہاں! اور وہ میرے پاس اس جگہ کی مٹی لائے جو سرخ ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، مشکوٰۃ)

81۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس لاکر طشت میں رکھا گیا تو وہ اسے چھیڑنے لگا اور اُس نے آپ کے حسن و جمال پر نکتہ چینی کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا، ''خدا کی قسم! یہ رسول اُللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے ہیں''۔ امامِ عالی مقام نے وسمہ کا خضاب کیا ہوا تھا۔ (بخاری)

82۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس تھا جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا تو وہ ایک چھڑی ان کی ناک پر مارنے لگا اور طنزاً بولا، میں نے ایسا حسن والا نہیں دیکھا تو پھر انکا ذکر کیوں ہوتا ہے۔ میں نے کہا، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ رسول اُللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ (ترمذی)

83۔ عبدالرحمٰن بن ابو نعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے احرام کے متعلق مسئلہ پوچھا۔ شعبہ نے کہا، میرے خیال میں مکھی مارنے

کے متعلق پوچھا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ عراق والے مجھ سے مکھی مارنے کے متعلق مسئلہ پوچھتے ہیں حالانکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو شہید کر دیا تھا جبکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (بخاری)

84۔ حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ رو رہی تھیں۔ میں نے عرض کی، آپ کیوں روتی ہیں؟ فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ سرِ اقدس اور داڑھی مبارک گرد آلود ہے۔ میں عرض گزار ہوئی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو کیا ہوا؟ تو آپ نے فرمایا، میں ابھی حسین کی شہادت گاہ میں گیا تھا۔ (ترمذی)

85۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ گیسوئے مبارک بکھرے ہوئے ہیں اور دست مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون تھا۔ میں عرض گذار ہوا، میرے ماں باپ آپ پر قربان! یہ کیا ہے؟ فرمایا، یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں دن بھر اسے جمع کرتا رہا ہوں۔ میں نے وہ وقت یاد رکھا تو معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اسی وقت شہید کیے گئے تھے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، مسند احمد)

مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وہ حسن مجتبیٰ سیدُ الاسخیاء　　راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام
اوجِ مہرِ ہدیٰ موجِ بحرِ ندیٰ　　روحِ روحِ سخاوت پہ لاکھوں سلام
شہد خوارِ لعابِ زبانِ نبی　　چاشنی گیرِ عصمت پہ لاکھوں سلام
اُس شہیدِ بلا شاہِ گلگوں قبا　　بیکسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام

اہلبیتِ اطہار میں سے سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کے مناقب کے بعد چند متفرق فضائل کی احادیث پیشِ خدمت ہیں۔

دیگر اہلِ بیت کے فضائل:

86۔ حضرت براء ﷜ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے لختِ جگر حضرت ابراہیم ﷜ کا انتقال ہوا تو آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، ''بیشک اس کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے''۔ (بخاری)

87۔ حضرت انس ﷜ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط سے دوچار ہوتے تو حضرت عمر ﷜ ہمیشہ حضرت عباس بن عبدالمطلب ﷜ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے۔ وہ کہتے، اے اللہ! ہم تیرے نبی کے وسیلے سے بارش مانگا کرتے تھے اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔ پس ہم پر بارش برسا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر بارش ہو جاتی۔ (بخاری باب ذکرُ العباس)

88۔ حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ ﷜ سے روایت ہے کہ حضرت عباس ﷜ غصے کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں بھی وہاں موجود تھا۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، تمہیں کس نے ناراض کیا؟ عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ ﷺ! قریش کا ہمارے ساتھ یہ کیا سلوک ہے کہ جب آپس میں ملیں تو خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ اور جب ہم سے ملیں تو دوسری طرح۔ پس رسول اللہ ﷺ ناراض ہو گئے یہاں تک کہ پُرنور چہرہ سرخ ہو گیا پھر فرمایا،

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! ایمان کسی آدمی کے دل میں داخل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی خاطر تم سے محبت نہ کرے۔

پھر فرمایا، اے لوگو! جس نے میرے چچا جان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی کیونکہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ (ترمذی)

89۔ حضرت ابن عباس ﷜ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، عباس مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ (فضائل الصحابۃ للنسائی، ترمذی)

90۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا، پیر کی صبح اپنے بیٹوں سمیت میرے پاس آنا تاکہ میں تمہارے لیے ایسی دعا مانگوں جو تمہیں نفع دے۔ چنانچہ جب ہم حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ہم پر ایک چادر اوڑھا کر دعا مانگی، الٰہی! عباس اور اسکی اولاد کی ظاہری و باطنی مغفرت فرما، تاکہ کوئی گناہ باقی نہ رہے اور انہیں انکی اولاد میں معزز فرما۔ (ترمذی)

91۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے مبارک سینے سے لگا کر کہا، اے اللہ! اسے حکمت سکھا دے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اسے کتاب سکھا دے۔ (بخاری)

92۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے لیے پانی رکھ دیا۔ جب باہر نکلے تو فرمایا، یہ کس نے رکھا ہے؟ آپ کو بتایا گیا تو آپ نے میرے لیے دعا فرمائی، اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔ (بخاری، مسلم)

93۔ غیب جاننے والے آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر لکھا ہوا ہے کہ حمزہ رضی اللہ عنہ اسدُ اللہ اور اسدُ الرسول ہیں۔ (مواھب الدنیہ، مدارج النبوۃ)

94۔ رسول کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، میرے تمام چچاؤں میں سب سے بہتر حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مدارج النبوۃ)

95۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَهٗ (یعنی ان میں سے کوئی شہید ہو چکا ہے) سے مراد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تفسیر ابن عباس، مواھب الدنیہ)

96۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول کریم ﷺ کو کبھی

ایسے آنسو بہاتے نہ دیکھا جیسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر آپ کے آنسو بہے۔ آپ ان کے جنازے پر اس قدر روئے کہ آپ کو غش آ گیا۔ آپ نے فرمایا، اے حمزہ! اے رسول اللہ ﷺ کے چچا! اے اللہ کے شیر اور اس کے رسول کے شیر! اے نیکیاں کرنے والے! اے سختیاں جھیلنے والے! اے حمزہ! اے رسول اللہ ﷺ کے روئے انور کو چمکانے والے''۔ (مواہب الدنیہ، مدارج النبوۃ)

97۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو مسکین لوگوں سے محبت تھی، آپ ان کے پاس بیٹھتے اور ان سے گھل مل کر باتیں کیا کرتے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان کی کنیت ابو المساکین رکھی ہوئی تھی۔ (ترمذی)

98۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں نے جعفر کو دیکھا کہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے ہیں۔ (ترمذی)

99۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہو۔ (ترمذی)

100۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب عبداللہ ابنِ جعفر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تو فرماتے، ''اے دو پروں یا دو بازوؤں والے کے بیٹے! تم پر سلام ہو''۔ (بخاری)

101۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سفر سے واپس آتے تو ہم آپ سے ملاقات کرتے۔ ایک بار سفر سے واپسی پر میں اور حسن یا حسین آپ سے ملے تو آپ ﷺ نے ہم میں سے ایک کو سواری پر آگے بٹھایا اور دوسرے کو پیچھے یہانتک کہ ہم مدینہ میں داخل ہوئے۔ (مسلم)

102۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقا و مولیٰ نے فرمایا، ہر نبی کو سات نجیب و رفیق یا رقیب دیے گئے جبکہ مجھے چودہ عطا ہوئے۔ پوچھا گیا، وہ

کون ہیں؟ فرمایا، میں، میرے دونوں بیٹے حسن اور حسین، جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، مقداد، حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود۔ (ترمذی)

103۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور فرمایا، اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت رکھ۔

104۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ انہیں پکڑ کر اپنی ایک ران پر بٹھا لیتے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دوسری رانِ مبارک پر۔ پھر یہ کہتے، اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ میں بھی ان پر مہربانی کرتا ہوں۔ (بخاری)

105۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اس کا سپہ سالار مقرر فرمایا بعض لوگوں نے ان کو امیر بنانے پر نکتہ چینی کی چنانچہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا،

تم اس کی امارت ہی کو ناپسند نہیں کرتے بلکہ تم تو اس کے باپ کی امارت میں بھی اس سے پہلے نکتہ چینی کر چکے ہو۔ حالانکہ خدا کی قسم! وہ امارت کے لائق تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو مجھے بہت پیارے تھے اور یہ اُن بعد والوں میں سے ہے جو مجھے سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

106۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کر کے قریش کو پریشانی میں مبتلا کر دیا اور وہ کہنے لگے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے سوا نبی کریم ﷺ سے اُس کی سفارش کی جرأت کون کر سکتا ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ کو ان سے محبت ہے۔ (بخاری کتاب المناقب)

107۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ مسجد نبوی کے گوشے میں کپڑے پھیلا رہا ہے۔ تو آپ نے فرمایا، دیکھو یہ کون ہے؟ کسی نے کہا، اے

ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ اسے نہیں پہچانتے؟ یہ تو محمد بن اسامہ رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا سر جھکا لیا اور دونوں ہاتھوں سے زمین کریدنے لگے پھر فرمایا، اگر رسول کریم ﷺ اسے دیکھتے تو ضرور اس سے محبت کرتے۔ (بخاری)

108۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے تین ہزار پانچ سو اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے لیے تین ہزار وظیفہ مقرر فرمایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ آپ نے اسامہ کو کس وجہ سے ترجیح دی جبکہ خدا کی قسم! وہ کسی موقع پر مجھ سے سبقت نہیں لے جاسکے؟ فرمایا،
چونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ کو تمہارے والد سے زیادہ پیارے تھے اور خود اسامہ تمہاری نسبت رسول کریم ﷺ کو زیادہ محبوب تھے پس میں نے رسول اللہ ﷺ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دی ہے۔ (ترمذی)

109۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی کریم ﷺ اسامہ کی ناک صاف کرنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں، یارسول اللہ ﷺ! آپ چھوڑیں، میں صاف کر دیتی ہوں۔ ارشاد فرمایا، اے عائشہ! اس سے محبت رکھو کیونکہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ (ترمذی)

110۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے تو ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کو رسول کریم ﷺ کے گھر کثرت سے آنے جانے اور آپ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے یہ سمجھتے رہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیت ہیں۔ (صحیح مسلم)

اہلبیتِ اطہار میں سے سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم اور بعض دیگر اہلبیت کرام کے فضائل ومناقب میں 151 احادیث پیش کرنے کے بعد اب ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن کا ذکر کرتے ہیں۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن:

رسول کریم ﷺ کو دنیا سے جو چیزیں محبوب و پسندیدہ تھیں انہی میں سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں اہلِ جنت کے سوا کسی سے نکاح نہ کروں تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول فرمالیا۔ (حاکم، طبرانی)

حضور ﷺ اپنی ازواج مطہرات سے خود بھی حسنِ سلوک فرماتے تھے اوران کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جانا آپ کو محبوب تھا۔ سیدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آقا و مولیٰ ﷺ کو اپنی ازواجِ مطہرات سے فرماتے ہوئے سنا، میرے بعد تم پر دل کھول کر خرچ کرنے والا سچا نیکوکار ہوگا۔ (مسند احمد)

اب ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی شان میں چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۔(الاحزاب:۳۲)

''اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو''۔ (کنزالایمان)

اللہ تعالیٰ بے مثل ہے، اُس کا قرآن بے مثل ہے، اُس کا رسول ﷺ بے مثل ہے اور اُس کے رسول ﷺ کی ازواج بھی بے مثل ہیں۔ اس آیتِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ ازواجِ مطہرات عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ اُن سے افضل اور بے مثل ہیں۔

صدرُ الافاضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ ہے اور تمہارا اَجر سب سے بڑھ کر ہے، جہان کی عورتوں میں کوئی تمہاری ہمسر نہیں''۔ (خزائن العرفان)

2۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ ۔(الاحزاب:۶)

''یہ نبی مسلمانوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اِس کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں''۔ (کنزالایمان از امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں رسول کریم ﷺ کے مالک و مختار ہونے کی صفت

بیان فرما کر آپ کی ازواجِ مطہرات کو تمام ایمان والوں کی مائیں قرار دیا ہے، اسی لیے ازواجِ مطہرات کو امہاتُ المؤمنین یعنی ''مومنوں کی مائیں'' کہا جاتا ہے۔ جس طرح ماں کا درجہ تمام عورتوں سے زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح ازواجِ مطہرات تمام عورتوں سے اعلیٰ و افضل ہیں اور اُن کی تعظیم و تکریم سب مومنوں پر لازم ہے۔

3۔ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۔(الاحزاب:۲۹)

''اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول اور آخرت کا گھر چاھتی ہو، تو بیشک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے''۔(کنز الایمان)

اس آیت میں آقا و مولیٰ ﷺ کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی برکت سے ازواجِ مطہرات کو اجرِ عظیم کی بشارت دی گئی ہے۔ چونکہ تمام ازواجِ مطہرات نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی خاطر دنیا اور اس کی لذتوں اور آسائشوں کو ٹھکرا دیا اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت کو تمام دنیا پر ترجیح دی اس لیے وہ اس بشارت کی مستحق ہوگئیں جو اس آیت میں مذکور ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تمام ازواجِ مطہرات جنتی ہیں۔

4۔ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا۔(الاحزاب:۳۱)

''اور جو تم میں فرمانبردار رہے اللہ اور رسول کی اور اچھا کام کرے، ہم اسے اوروں سے دونا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے''۔

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ)

رسول کریم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے پر رب تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کے لیے اجرِ عظیم کو دوگنا کرنے کی خوشخبری دی اور عزت والا رزق دینے کا اعلان بھی فرما دیا۔ ازواجِ مطہرات کے لیے دُگنے اجر کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے عمل کی دو جہتیں

ہیں۔اول: اللہ اور رسول کی اطاعت، دوم: رسول کریم ﷺ کی رضا جوئی۔
(تفسیر خزائن العرفان)

5۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا
"اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے"۔(الاحزاب:۳۳، کنزالایمان)

سورۃ الاحزاب کی اس سے سابقہ آیات میں رب کریم عزوجل نے ازواجِ مطہرات کی فضیلت وعظمت بیان فرما کر انہیں پرہیزگاری کی تلقین فرمائی اور اس آیت میں انکی پاکیزگی کو بیان فرمایا۔گویا جن مقدس خواتین کے سروں پر زوجیتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا مبارک تاج سجانا تھا، رب تعالیٰ نے انہیں طہارت و پاکیزگی کا پیکر بنا کر کاشانۂ نبوت کی زینت بنا دیا۔اس آیت کے حوالے سے تفصیلی گفتگو پہلے ہو چکی ہے۔

6۔ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ م بَعْدِهٖ اَبَدًا ۔(الاحزاب:۵۳)
"اور تمہیں (حق) نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو، اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی بیبیوں سے نکاح کرو"۔(کنزالایمان)

اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے اس لیے آقا و مولیٰ ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد کوئی ان سے نکاح نہیں کر سکتا۔دوسری بات یہ ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ کو روضۂ اقدس میں حقیقی جسمانی حیات حاصل ہے اس لیے بھی آپ کی ازواج دوسرا نکاح نہیں کر سکتیں۔حیاتِ انبیاء کرام کے عقیدے پر تفصیلی دلائل فقیر کی کتاب "مزاراتِ اولیاء اور توسل" میں ملاحظہ فرمائیں۔قرآن وحدیث کے مضامین کی امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ نے کیا خوب ترجمانی فرمائی ہے،

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے　　مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

پھر اُسی آن کے بعد اُنکی حیات   مثلِ سابق وہی جسمانی ہے
اُس کی ازواج کو جائز ہے نکاح   اُس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ اُن کا   جسمِ پُرنور بھی روحانی ہے

7۔ تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِیْ اِلَیْکَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْکَ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَلاَ یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ بِمَا اٰتَیْتَهُنَّ کُلُّهُنَّ ۔ (الاحزاب:۵۱)

"(آپ کو اختیار ہے کہ) پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو۔ اور جسے تم نے کنارے (یعنی دور) کر دیا تھا اُسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ امر اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں، اور تم انہیں جو کچھ عطا فرماؤ اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں"۔

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی بیویوں کے ساتھ عدل و مساوات کا حکم دیا ہے لیکن اس آیت کریمہ کے ذریعے اپنے محبوب رسول ﷺ کو اس حکم سے مستثنیٰ فرما دیا۔ اس کے باوجود آقا و مولیٰ ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات سے عدل و مساوات کا سلوک فرماتے رہے۔ یہ اختیار عطا فرمانے کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ ازواجِ مطہرات آقا و مولیٰ ﷺ سے راضی رہیں اور یہ سمجھ لیں کہ جب حضور پر کوئی پابندی نہیں رہی تو اب آقا کریم جسے چاہیں جتنا وقت عنایت فرمائیں، انہیں کسی قسم کے اعتراض کا حق نہیں رہا۔

اُن کے لیے یہی غنیمت اور رب تعالیٰ کی نعمت ہے کہ انہیں محبوبِ کبریا ﷺ کی زوجیت میں ہونے کا شرف حاصل ہے۔ "اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ" کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ کو ازواجِ مطہرات کی خوشی ملحوظ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اُن عورتوں پر غیرت کھاتی تھی جنہوں

نے اپنی جان آقا و مولیٰ ﷺ کے لیے ہبہ کر دی تھی۔ میں نے عرض کی، کیا عورت اپنی جان ہبہ کر سکتی ہے؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی تو میں نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی، میرے آقا! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش کو پورا کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

8۔ لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَاءُ مِنْ م بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ ۔

''ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیبیاں بدلوا گرچہ تمہیں ان کا حسن بھائے مگر کنیز تمہارے ہاتھ کا مال، اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے''۔
(الاحزاب:۵۲، کنزالایمان)

سورۃ الاحزاب کی آیت ۲۸ اور ۲۹ میں مذکور ہوا کہ ازواجِ مطہرات کو یہ اجازت دی گئی تھی کہ وہ چاہیں تو فقر و فاقہ اور تنگی کے ساتھ کاشانۂ نبوت میں رہیں اور چاہیں تو الگ ہو جائیں، تو سب ازواجِ مطہرات نے دنیاوی آسائشوں کو ٹھکرا کر سرکارِ دو عالم کا قرب پسند کیا۔ ان کے اس ایثار کو پسند فرما کر رب کریم نے اپنے محبوب رسول ﷺ سے فرمایا کہ اب کسی اور کو شرفِ زوجیت نہ بخشیں اور نہ ہی اِن میں سے کسی کو طلاق دیں۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے یہ ممانعت ختم کرتے ہوئے اس آیت کے حکم کو منسوخ فرما دیا اور نکاح کی اجازت دیدی۔ لیکن پھر بھی سرکارِ دو عالم ﷺ نے کوئی نکاح نہیں کیا تا کہ ازواجِ مطہرات پر آپ کا یہ احسان رہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

9۔ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا۔ (الاحزاب:۳۴)

''اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت، بیشک اللہ ہر باریکی جانتا خبردار ہے''۔ (کنزالایمان)

اس آیت مقدسہ میں رب تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات پر ایک خاص نعمت کا ذکر فرمایا

ہے۔امام ابن جریر فرماتے ہیں،

اے نبی کی بیویو! رب تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد رکھو کہ اس نے تمہیں ایسے گھروں میں آباد کیا جہاں اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور حکمت پڑھی جاتی ہے اور اس انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرو کہ اس نے تمہیں اپنے لطف وکرم سے نوازا۔ نیز رب تعالیٰ تمہارے متعلق پوری طرح باخبر ہے کیونکہ اس نے اپنے محبوب رسول ﷺ کی زوجیت کا شرف تمہیں عطا کیا ہے۔حکمت سے مراد سنت ہے۔(تفسیر طبری زیرِ آیت ھذا)

اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے امہاتُ المؤمنین سلام اللہ علیہن کو قرآن وسنت کے علوم یاد کرنے کی تلقین بھی فرمائی کیونکہ یہ خلوت گاہِ نبوت کی راز دار تھیں۔حضور کے گھر کے احوال واطوار کو ان سے بہتر کون بیان کرسکتا تھا۔ازواجِ مطہرات نے اس حکم پر ایسا عمل کیا کہ وہ لوگوں کی بہترین راہنما اور معلمات بن گئیں اور بعض نے تو علومِ قرآن، روایتِ حدیث اور فقہ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

خصوصاً اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تلامذہٗ حدیث کی تعداد دوسو بیان ہوئی ہے جبکہ بکثرت صحابہ کرام آپ سے دینی مسائل میں استفادہ کرتے تھے۔ صاحبِ فتاویٰ صحابیات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ امہاتُ المؤمنین میں سے حضرت اُم سلمہ، حضرت اُمِ حبیبہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے نام بھی مشہور ہیں۔

10۔ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۔(آل عمران:۴۲)

''اور جب فرشتوں نے کہا، اے مریم! بیشک اللہ نے تجھے چن لیا اور خوب ستھرا کیا اور آج سارے جہاں کی عورتوں سے تجھے پسند کیا''۔(کنزالایمان)

اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم علیہا السلام کی فضیلت اور ان کا اُسوقت میں سارے جہان کی عورتوں سے افضل ہونا بیان ہوا ہے۔اس کا سبب کثرتِ عبادت اور عفت و

پاکیزگی کے علاوہ ایک نبی سے نسبت کا ہونا ہے یعنی آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ اسی طرح ازواجِ مطہرات کو دیگر جہان کی عورتوں پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول ﷺ سے زوجیت کی نسبت رکھتی ہیں۔

اب امہاتُ المؤمنین سلام اللہ علیہن کے مختصر احوال پیش کیے جارہے ہیں۔

1۔ اُم المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا:

رسول کریم ﷺ نے سب سے پہلا نکاح پچیس سال کی عمر مبارک میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جبکہ ان کی عمر چالیس سال تھی اور وہ قریش کی ایک بیوہ خاتون تھیں۔ قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے انہیں نکاح کے پیغام بھیجے لیکن انہوں نے سب ٹھکرادیے اور نبی کریم ﷺ کے لیے انہوں نے خود نکاح کی خواہش ظاہر کی۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی عورت ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق فرمائی۔ آپ نے اپنا تمام مال حضور کی رضا کے لیے خرچ کیا۔ آقا و مولیٰ ﷺ کی تمام اولاد آپ ہی سے پیدا ہوئی سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے جو سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے خدیجہ کی محبت عطا کی گئی ہے۔

حضور ﷺ کو آپ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ کی حیات مبارکہ میں حضور نے دوسری شادی نہیں فرمائی۔ آپ کا وصال بعثت کے دسویں سال ماہ رمضان میں ہوا۔ آپ کی فضیلت میں یہ بات ہی کافی ہے کہ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ ﷺ! برتن میں سالن اور کھانا لیکر خدیجہ آرہی ہیں۔ جب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوجائیں تو اُنہیں اُن کے رب کا اور میرا اسلام کہیے گا اور اُنہیں جنت میں موتی کے محل کی بشارت دیجیے گا جس میں کوئی شور یا تکلیف نہیں ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، مجھے نبی کریم ﷺ کی کسی زوجہ پر اتنا رشک نہیں آتا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر، حالانکہ میں نے اُنہیں دیکھا نہیں ہے لیکن آقا و مولیٰ ﷺ اکثر ان کا ذکر فرماتے رہتے ہیں۔ (بخاری کتاب المناقب)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، اپنے زمانے کی عورتوں میں بہترین مریم بنت عمران علیہا السلام تھیں اور اپنے زمانے کی عورتوں میں بہترین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ (بخاری کتاب المناقب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، تمام جہان کی عورتوں میں سے مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ اور فرعون کی بیوی آسیہ کی فضیلت جاننا کافی ہے۔ رضی اللہ عنہن اجمعین (ترمذی ابواب المناقب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احمدِ مختار ﷺ نے فرمایا، اہلِ جنت کی تمام عورتوں میں سے افضل ترین چار ہیں۔ خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ، فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم بنت عمران۔ رضی اللہ عنہن اجمعین (مسند احمد، المستدرک، صحیح ابن حبان)

2۔ اُم المؤمنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا قبیلہ قریش کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ بعثتِ نبوی کے اوائل میں اسلام لائیں اور اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ ہجرت کی۔ آپ جب حبشہ سے واپس مکہ مکرمہ آئیں تو خواب دیکھا کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور قدمِ اقدس ان کی گردن پر رکھا ہے۔ آپ نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا تو انہوں نے کہا، اگر تم سچ کہتی ہو تو پھر تعبیر یہ ہے کہ میرا انتقال جلد ہوگا اور میرے بعد حضور ﷺ تمہیں چاہیں گے۔ چنانچہ اسی طرح ہوا اور حضور ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد آپ سے نکاح فرمایا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ '' میں نے کسی عورت کو حسد سے خالی نہیں دیکھا

سوائے حضرت سودہ کے''۔ سخاوت و ایثار میں بھی آپ نمایاں مقام رکھتی تھیں۔ جب آپ پر بڑھاپے نے غلبہ کیا تو آپ نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! مجھے آپ سے کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔ میری تمنا صرف یہ ہے کہ کل قیامت میں میرا حشر آپ کی ازواجِ مطہرات میں ہو، اس لیے میں اپنی باری کا دن عائشہ کو سونپتی ہوں۔ حضور ﷺ نے آپ کی خواہش منظور فرمالی۔ آپ سے پانچ احادیث مروی ہیں۔

3۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

آپ کا نام عائشہ اور لقب حمیرا اور صدیقہ ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ بچپن ہی سے ذہین اور دلیر تھیں۔ آپ غزوہ اُحد میں مشک اٹھا کر زخمیوں کو پانی پلاتیں۔ غزوۂ خندق میں خیمہ سے باہر نکل کر جنگ کا نقشہ دیکھا کرتیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جب نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا تو وہ چھ سال کی تھیں اور انکی رخصتی ہوئی تو وہ نو سال کی تھیں۔ (بخاری کتاب النکاح)

اس پر بعض مستشرقین نے نو سالہ لڑکی کو بیوی بنانے کے حوالے سے اعتراض کیا جس کے جواب میں بعض علماء نے تحقیق کے بعد مذکورہ روایت کو بعض دیگر روایات کے متعارض قرار دیا۔ ان علماء کی تحقیق کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

یوسف بن ماہک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، جب یہ آیت (سورۃ القمر کی آیت ۴۶) حضور ﷺ پر مکہ میں نازل ہوئی تو ان دنوں میں ایک نوعمر لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی۔ (بخاری کتاب التفسیر)

مفسرین کرام کے مطابق یہ سورت سال ۵ نبوی میں نازل ہوئی۔ اسی سال سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جبیر بن مطعم کے گھر تشریف لے گئے جن سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پہلے منگنی ہو چکی تھی، تا کہ انکے گھر والوں کو ان سے نکاح پر راضی کیا جائے۔ وہ راضی نہ ہوئے اس پر یہ منگنی ختم ہوگئی۔ (تاریخ طبری ج ۱: ۴۹۳، طبقات ابن سعد ج ۸: ۳۹)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت آٹھ نو سال تو ہوگی اسی لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی شادی کرنے پر آمادہ تھے۔ بخاری کی مذکورہ حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی عمر آٹھ نو سال ہوگی، انی لجاریة (میں نوعمر لڑکی تھی) کے الفاظ سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔ بخاری ہی کی ایک روایت اور ملاحظہ کیجیے۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''جب میں نے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو دین کی آغوش میں دیکھا۔ کوئی دن ایسا نہ گزرتا جب حضور ﷺ ہمارے گھر صبح وشام تشریف نہ لاتے ہوں۔ جب مسلمان آزمائشوں میں مبتلا ہوئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ حبشہ ہجرت کے ارادے سے نکلے''۔

بچے کس عمر میں ہوش سنبھالتے ہیں؟ کم از کم چار پانچ سال عمر تو لازمی ہے۔ نبوت کے پانچویں سال ہجرتِ حبشہ نیز نبوت کے تیرھویں سال مدینہ ہجرت کا واقعہ ہوا۔ گویا ہجرت حبشہ سے بھی کئی سال پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چار پانچ سال کی تھیں تو لامحالہ ہجرتِ حبشہ کے وقت سال ۵ نبوی میں آپ کی عمر آٹھ نو سال ہی ہوگی جیسا کہ پہلے مذکور ہوا اور ہجرتِ مدینہ کے وقت سولہ سترہ سال ہوگی۔

سیرتِ ابن ہشام میں السابقون الاولون کے عنوان سے پہلے اسلام لانے والوں کی جو فہرست تحریر ہے اس میں بیسویں نمبر پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی موجود ہے۔ یعنی نبوت کے پہلے سال آپ اسلام لائیں اسوقت کم از کم آپ کی عمر چار پانچ سال تو ضرور ہوگی کہ اسلام لانے کے لیے باہوش ہونا ضروری ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نو سال میں رخصتی والی جس روایت کی بناء پر مستشرقین اور اسلام دشمن آقا ومولیٰ ﷺ پر اعتراض کرتے ہیں، وہ روایت مذکورہ روایات کے متعارض اور درایت کے بھی خلاف ہے کہ نو سال کی بچیوں کی رخصتی نہیں کی جاتی۔ ان دلائل کی بناء پر ایک خیال یہ ہے کہ ۲ھ میں رخصتی کے وقت سیدہ عائشہ

رضی اللہ عنہا کی عمر کم وبیش سترہ اٹھارہ سال ہوگی۔
بہر حال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سے قطع نظر یہ ضرور ثابت ہے کہ نکاح سے قبل حضور ﷺ کو آپ خواب میں دکھادی گئی تھیں اور یہ بتادیا گیا تھا کہ یہ آپکی زوجہ ہونگی۔
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، تم مسلسل تین راتیں مجھے خواب میں دکھائی گئیں۔ایک فرشتہ ریشمی کپڑے پر تمہاری تصویر لیکر آیا اور کہا، یہ آپ کی زوجہ ہیں، ان کا چہرہ دیکھیے۔میں نے وہ کپڑا کھولا تو وہ تم تھیں۔(متفق علیہ)
رسول کریم ﷺ کی رضا جوئی کے لیے لوگ اس دن تحفے بھیجتے تھے جس دن آپ کی باری ہوتی تھی۔ازواج مطہرات نے عرض کی، حضور ﷺ لوگوں کو حکم دیں کہ وہ ہدیے پیش کیا کریں خواہ حضور کسی زوجہ کے گھر ہوں۔آپ نے فرمایا، مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا نہ دو۔بلاشبہ مجھے کسی زوجہ کے بستر میں وحی نہیں آتی سوائے عائشہ کے۔
ایک مرتبہ حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، اے بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ سیدہ نے کہا، ہاں کیوں نہیں۔آپ نے فرمایا، پھر تم عائشہ سے محبت رکھو۔(مسلم)
رسول کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ، عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔(بخاری کتاب المناقب)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ مرض الوصال میں پوچھا کرتے کہ کل میں کہاں ہوں گا؟ کل میں کہاں ہوں گا؟ یعنی مراد یہ تھی کہ حضرت عائشہ کی باری کب آئے گی۔اس پر ازواجِ مطہرات نے آپ کو اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں جلوہ افروز رہیں۔چنانچہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ اقدس میں رہے یہانتک کہ ان کے پاس ہی وصال فرمایا۔(بخاری)
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوگیا تو حضور ﷺ نے اُسے تلاش

کرنے کے لیے بعض صحابہ کو بھیجا۔ پھر نماز کا وقت آ گیا تو پانی نہ ملنے کی وجہ سے انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ جب بارگاہِ نبوی میں یہ معاملہ عرض کیا تو رب تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی۔ اس پر حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ پر جب بھی کوئی مصیبت نازل ہوئی تو رب تعالیٰ نے آپ کو اس سے نجات دی اور مسلمانوں کے لیے اس میں برکت رکھ دی۔ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرئیل ہیں جو تمہیں سلام کہتے ہیں۔ میں نے کہا، وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر کہا: میرے آقا! آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔ (بخاری)

آپ کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی سات صفات عطا کی ہیں جو کسی اور کو نہیں ملیں۔ (۱) فرشتہ میری تصویر لیکر نازل ہوا۔ (۲) حضور نے مجھ سے سات سال کی عمر میں نکاح کیا، نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی اور آپ کے نکاح میں صرف میں کنواری تھی۔ (۳) میرے بستر میں حضور پر وحی نازل ہوتی تھی۔ (۴) میں سب سے زیادہ حضور کو محبوب تھی اور میں اس کی بیٹی ہوں جو حضور کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ (۵) میری وجہ سے قرآن میں ان امور میں آیات نازل ہوئیں جن میں امت ہلاک ہو رہی تھی (مثلاً تیمّم اور حد قذف کے مسائل)۔ (۶) میرے سوا کسی زوجہ مطہرہ نے جبریل کو نہ دیکھا۔ (۷) میرے حجرے میں حضور کا وصال ہوا، اسوقت میرے اور فرشتے کے سوا کوئی آپ کے قریب نہ تھا۔ (طبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد)

آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپکی برأت اور طہارت میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں۔ آپ سے دو ہزار دو سو حدیثیں مروی ہیں۔ ۵۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

4۔ اُمُ المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ

اسلام لائے تو انہیں ایام میں آپ بھی اسلام لائیں۔ پہلے حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں جو اصحابِ بدر میں سے تھے۔

ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان سے نکاح کے لیے کہا، انہوں نے کہا، میں ابھی نکاح نہیں کرنا چاہتا۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نکاح کی پیشکش کی تو وہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب حالات عرض کیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، حفصہ کی شادی اس سے ہوگی جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کی شادی اس سے ہوگی جو حفصہ سے بہتر ہے۔ چنانچہ چند دن بعد سیدہ حفصہ کو نبی کریم ﷺ نے نکاح کے لیے قبول فرمالیا اور اپنی صاحبزادی سیدہ اُمِ کلثوم کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

اسکے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا، تم نے مجھ سے حفصہ کے نکاح کی خواہش ظاہر کی تو میں اس لیے خاموش رہا کہ میں جانتا تھا، حضور ﷺ نے حفصہ سے نکاح کے متعلق فرمایا ہے اور میں ان کی بات قبل از وقت نہیں بتانا چاہتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام نے بارگاہِ نبوی میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق عرض کی، وہ راتوں کو بہت عبادت کرنے والی اور روزے رکھنے والی ہیں اور جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہیں۔

علم وفضل کے اعتبار سے بھی آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ آپ سے ساٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ کثیر صحابیہ اور تابعی خواتین آپ کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کا جو نسخہ تیار کرایا تھا وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ ہی کی تحویل میں رہا۔ ۴۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

5۔ اُم المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنو عامر سے تعلق رکھتی تھیں۔ نہایت عبادت گزار

اور سخی دل خاتون تھیں۔ زمانۂ جاہلیت میں مساکین پر بیحد شفقت کرنے اور انہیں کھانا کھلانے کے باعث لوگ آپ کو اُمّ المساکین کہتے تھے۔ آپ کا پہلا نکاح حضور ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا جو غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔ مشہور ہے کہ انہوں نے جنگ سے پہلے یہ دعا مانگی؛

''اے خالق و مالک! مجھے ایسا مدمقابل عطا کر جو نہایت بہادر اور غضبناک ہو، میں تیری راہ میں لڑتا ہوا مارا جاؤں اور وہ میرے ہونٹ، ناک اور کان کاٹ ڈالے پھر جب میں تیرے پاس آؤں اور تو پوچھے، اے عبداللہ! تیرے ہونٹ، ناک، کان کیوں کاٹے گئے تو میں عرض کروں، اے اللہ تیرے اور تیرے رسول کے لیے''۔

ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور انہیں غیب سے شہادت کی بشارت ہوئی۔ وہ اس قدر بے جگری سے لڑے کہ انکی تلوار ٹوٹ گئی۔ احمدِ مختار ﷺ نے انہیں کھجور کی چھڑی عطا فرمائی جو انکے ہاتھ میں تلوار بن گئی اور اس سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

اسی سال حضور ﷺ نے سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ آپ بہت کم مدت حضور کی خدمت میں حیات رہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ دوسری زوجہ مبارکہ ہیں جن کا حضور ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں وصال ہوا۔ امہات المؤمنین میں صرف آپ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن فرمایا۔ ماہ ربیع الثانی ۴ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

6۔ اُمّ المؤمنین سیدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا

آپ کا اصل نام ہند اور کنیت اُمِ سلمہ ہے۔ آپ کا پہلا نکاح حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جو حضور ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ آپ نے دونوں مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر حبشہ سے مدینہ آئیں۔ آپ پہلی صحابیہ ہیں جنہوں نے مدینہ ہجرت فرمائی۔ آپ نے نبی کریم ﷺ سے سن رکھا تھا کہ جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے وہ یہ دعا

مانگے، اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِنْھَا۔''اے اللہ! اس مصیبت میں مجھے اجر عطا فرما اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما''۔اس دعا کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ، جو نقصان ہوا، اس سے بہتر نعم البدل عطا فرمائے گا۔

آپ فرماتی ہیں، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد میں اس دعا کو پڑھتی اور اپنے دل میں کہتی، ابوسلمہ سے بہتر مسلمانوں میں کون ہوسکتا ہے۔لیکن حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں یہ دعا پڑھتی رہی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر یعنی نبی کریم ﷺ عطا فرمائے۔

آقا و مولیٰ ﷺ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے حضور ﷺ کے چند موئے مبارک چاندی کی ڈبیا میں محفوظ کیے ہوئے تھے۔صحابہ کرام میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تو وہ ایک پیالہ پانی لے کر آتے، آپ اس پانی میں حضور ﷺ کے موئے مبارک ڈبو دیتیں۔ان کی برکت سے مریض کو شفا ہو جاتی۔(بخاری)

آپ صاحبِ فتاویٰ صحابیات میں سے ہیں۔علم وفضل کے اعتبار سے امہات المؤمنین میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ کا درجہ ہے۔آپ سے تین سو اٹھتر (۳۷۸) احادیث مروی ہیں۔کثیر صحابیات اور تابعین نے آپ سے استفادہ کیا۔

آپ نے چوراسی سال عمر پائی اور سب امہات المؤمنین کے آخر میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۶۲ھ میں وصال فرمایا۔

7۔اُمُ المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:

آپ نبی کریم ﷺ کی پھوپھی زاد ہیں۔آپ کا نام پہلے برّہ تھا، حضور ﷺ نے تبدیل فرما کر زینب رکھا۔آپ پہلے اسلام لانے اور ہجرت کرنے والی خواتین میں سے ہیں۔

پہلے آپ حضور ﷺ کے آزاد کردہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔

انہوں نے طلاق دیدی تو عدت کے بعد حضور ﷺ نے انہی کے ذریعہ آپ کو پیغام بھیجا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، جب میں زینب کے پاس گیا تو وہ میری آنکھوں میں ایسی بزرگ معلوم ہوئیں کہ میں انکی طرف نظر نہ اٹھا سکا۔ آپ نے کہا، میں اس وقت تک کوئی جواب نہیں دوں گی جب تک اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں۔

پھر آپ مصلے پر گئیں اور دو رکعت پڑھ کر سجدے میں دعا کی، الٰہی! تیرے نبی نے مجھے پیغام بھیجا ہے اگر میں انکے لائق ہوں تو مجھے ان کی زوجیت میں دیدے۔ اسی وقت آپ کی دعا قبول ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی،

''پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دیدی کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں (منہ بولے بیٹوں) کی بیبیوں میں، جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے''۔ (الاحزاب:۳۷، کنزالایمان)

اس وحی کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا، کون ہے جو زینب کے پاس جائے اور یہ بشارت دے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے میری زوجیت میں دے دیا ہے۔ حضور ﷺ کی خادمہ سلمیٰ رضی اللہ عنہا دوڑیں اور یہ خوشخبری سنائی۔ اس پر آپ نے اپنے زیورات اتار کر اس خادمہ کو دیدیئے اور سجدۂ شکر ادا کیا اور نذر مانی کہ دو ماہ کے روزے رکھوں گی۔

آپ دیگر ازواج کے سامنے اس بات پر فخر کیا کرتیں کہ تمہارا نکاح حضور ﷺ سے تمہارے والدین نے کیا ہے اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور اس کے گواہ جبریل ہیں۔ آپ ہی کی وجہ سے حجاب کا حکم نازل ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا، تم میں سے مجھ سے پہلے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہیں۔ اس پر ہم اپنے ہاتھ ناپنے لگیں۔ (جسمانی طور پر سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ زیادہ لمبے تھے لیکن جب سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال پہلے ہوا تو معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد زیادہ صدقہ دینا ہے لہٰذا) سب سے لمبے

ہاتھ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے تھے کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں سے کام کاج کیا کرتیں اور صدقہ وخیرات زیادہ کرتیں۔ (مسلم)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی عورت کو بہت زیادہ نیک اعمال کرنے والی، زیادہ صدقہ وخیرات کرنے والی، صلہ رحمی کرنے والی اور اپنے نفس کو عبادت میں مشغول رکھنے والی نہ دیکھا۔ آپ سے گیارہ احادیث مروی ہیں۔ آپ کا وصال ۵۳ برس کی عمر میں ۲۰ ھ میں ہوا۔

8۔ اُمُ المؤمنین سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا:

آپ کا اصل نام بھی برہ تھا جو حضور ﷺ نے تبدیل فرما کر جویریہ رکھا۔ آپ کا پہلا نکاح آپکے عم زاد سے ہوا تھا۔ آپ کے شوہر اور والد دونوں اسلام کے سخت دشمن تھے۔ آپ کے والد قبیلہ بنو مصطلق کے سردار تھے۔ انہوں نے مدینہ پر حملہ کی تیاری شروع کی تو حضور کو خبر ہوگئی۔ اسلامی فوج مدینہ سے روانہ ہوئی اور شعبان ۵ ھ میں مریسیع میں مختصر لڑائی کے بعد فتح ہوئی۔

فتح کے بعد حضور ﷺ ایک جگہ تشریف فرما تھے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آئیں اور عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں مسلمان ہو کر حاضر ہوئی ہوں۔ میں اس قبیلہ کے سردار حارث کی بیٹی ہوں، اب قیدی کے طور پر ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آگئی ہوں۔ وہ اس پر راضی ہیں کہ اتنے مال کے عوض مجھے چھوڑ دیں گے لیکن میں اس قدر مال ادا نہیں کر سکتی لہٰذا آپ میری مدد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، میں وہ رقم ادا کروں گا اور تمہارے ساتھ اس سے بھی بہتر سلوک کروں گا۔ عرض کی، اس سے بہتر کیا ہوگا؟ فرمایا، تمہیں اپنی زوجیت کا شرف بخشوں گا۔ اس پر آپ خوش ہوگئیں۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حضور ﷺ جب بنو مصطلق جہاد کے لیے تشریف لائے اس سے چند روز قبل میں نے خواب دیکھا کہ مدینہ سے چاند چلتا آرہا ہے یہاںتک کہ

وہ میری آغوش میں اتر آیا۔ میں نے یہ خواب کسی سے بیان نہ کیا۔ البتہ میں نے اپنے خواب کی خود ہی یہ تعبیر لی تھی جو پوری ہوگئی۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے حرمِ نبوی میں داخل ہوتے ہی صحابہ کرام نے باہم کہا، ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ آقا و مولیٰ ﷺ کی زوجہ مطہرہ کے رشتہ داروں کو قید میں رکھیں۔ چنانچہ ان کے قبیلے کے سو سے زائد قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ازواجِ مطہرات میں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ اپنی قوم کے لیے خیر و برکت والی کوئی اور نہیں دیکھی۔

آپ ہی کا ایک اور ارشاد ہے کہ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بڑی شیریں اور نہایت حسین و جمیل تھیں، جو کوئی ان کو دیکھتا وہ ان کو اپنے دل میں جگہ دینے پر مجبور ہو جاتا۔

آپ بڑی عبادت گزار اور ذاکرہ تھیں۔ آقا و مولیٰ ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو آپ کو اکثر عبادت میں مشغول پاتے۔ آپ سے سات احادیث مروی ہیں۔

آپ کا وصال ۶۵ سال کی عمر میں ۵۰ ھ میں ہوا۔

9۔ اُمُ المؤمنین سیدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا:

آپ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔ آپ ابتدا ہی میں اسلام لائیں اور حبشہ کی جانب ہجرتِ ثانیہ کی۔ آپ کا پہلا شوہر عبیداللہ بن جحش مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا اور حبشہ میں فوت ہوا۔ اور آپ اسلام پر مضبوطی سے قائم رہیں۔

آپ فرماتی ہیں، ''میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے ''یا اُم المؤمنین'' کہہ رہا ہے۔ میں نے اس سے یہ تعبیر لی کہ رسول کریم ﷺ مجھ سے نکاح فرمائیں گے''۔ چنانچہ حضور ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کے پاس بھیجا کہ وہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے لیے نکاح کا پیغام دیں اور نکاح کر دیں۔ یہ پیغام ملنے پر

آپ بہت خوش ہوئیں اور آپ نے خالد بن سعید بن العاص ﷺ کو اپنا وکیل بنایا۔
نجاشی نے آپ کے نکاح کا خطبہ پڑھا اور سب شرکاء کو کھانا کھلایا۔
حضرت ابوسفیان ﷺ قبولِ اسلام سے پہلے ایک مرتبہ مدینہ منورہ آئے تو آپ سے ملنے آئے۔ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو آپ نے وہ بستر لپیٹ دیا اور اپنے والد سے کہا، یہ بستر طاہر ومطہر ہے اور تم نجاستِ شرک سے آلودہ ہو اس لیے اس پر نہیں بیٹھ سکتے۔ یہ آپ کی آقا ومولیٰ ﷺ سے محبت کی دلیل ہے۔
آپ نے اپنے وصال سے قبل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا، مجھے اُن امور میں معاف کردو جو ایک شوہر کی بیویوں کے درمیان ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا، رب تعالیٰ تمہیں معاف کرے، ہم نے بھی معاف کیا۔ آپ نے کہا، اللہ تعالیٰ تمہیں خوش رکھے، تم نے مجھے خوش کردیا۔
آپ پاکیزہ ذات، حمیدہ صفات، جواد وسخی اور عالی ہمت خاتون تھیں۔ اسلام کی خاطر طویل سفر کی صعوبت اور تنگی وغربت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ آپ آقا ومولیٰ ﷺ کے ارشادات پر پابندی سے عمل پیرا ہوتیں۔ آپ سے پینسٹھ (٦٥) احادیث مروی ہیں۔ ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کا وصال ہوا۔

10۔ اُمُ المؤمنین سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا:

آپ بنی اسرائیل سے، قبیلہ بنونضیر سے ہیں۔ ان کا شوہر کنانہ غزوۂ خیبر میں قتل ہوا اور یہ اسیرانِ جنگ کے ساتھ قبضے میں آئیں۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا، اے صفیہ! تمہارے باپ نے میرے ساتھ ہمیشہ دشمنی وعداوت رکھی یہانتک کہ وہ قتل ہوگیا۔ انہوں نے عرض کی، اللہ تعالیٰ کسی بندے کے گناہ کے بدلے کسی دوسرے کو نہیں پکڑتا۔ حضور ﷺ نے انہیں اختیار دیا کہ چاہیں تو آزاد ہوکر اپنی قوم سے مل جائیں یا اسلام لاکر حضور ﷺ کے نکاح میں آجائیں۔ انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ!

میں اسلام کی آرزو رکھتی تھی اور میں نے آپ کی رسالت کی تصدیق آپ کے دعوت دینے سے پہلے کی ہے۔ اب جبکہ میں نے آپ کے دربارِ گہربار میں حاضر ہونے کا شرف پایا ہے تو مجھے کفر و اسلام کے درمیان اختیار دیا جارہا ہے۔ خدا کی قسم! مجھے اپنی آزادی اور اپنی قوم کے ساتھ ملنے سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ محبوب ہے۔
ممکن ہے کہ اس طرح حضور ﷺ کو انکے حال کا امتحان لینا اور ان کی صداقت جانچنا مقصود ہو۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیا۔
دوسرے دن حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا، جس کے پاس جو چیز ہو وہ لے آئے۔ لوگوں نے کھجور، پنیر اور گھی لاکر دسترخوان پر رکھ دیے۔ پھر ان چیزوں سے ملیدہ (حیس) تیار کیا گیا۔ حضور ﷺ کی برکت سے سب لوگ شکم سیر ہوگئے۔ آپ کا ولیمہ حضور اکرم ﷺ کے نزدیک بڑی عزت وشان والا تھا۔
اس نکاح سے قبل سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے بھی خواب دیکھا تھا کہ ان کی گود میں چاند اتر آیا ہے۔ حضور ﷺ اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا جب مدینہ منورہ پہنچے تو آپ دونوں کے نکاح اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال کی شہرت سن کر ازواجِ مطہرات اور مدینے کی خواتین انہیں دیکھنے آئیں۔ جب دیکھ کر جانے لگیں تو نبی کریم ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے آئے اور پوچھا، تم نے صفیہ کو کیسا پایا؟ جواب دیا، یہودیہ ہے۔ آپ نے فرمایا، یوں نہ کہو، وہ اسلام قبول کرچکی ہیں اور ان کا قبولِ اسلام اچھا اور بہتر ہے۔
ایک دن حضور ﷺ آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ کو روتے ہوئے پایا۔ رونے کا سبب پوچھا تو عرض کی، عائشہ اور حفصہ کہتی ہیں کہ ہم صفیہ سے بہتر ہیں کیونکہ ہمیں رسول کریم ﷺ کے نسب کی شرافت حاصل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، تم نے کیوں نہ کہا کہ تم کیسے بہتر ہو جبکہ میرے باپ ہارون علیہ السلام اور چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں۔
حضور ﷺ کے زمانۂ علالت میں سب امہات المؤمنین جمع تھیں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

نے عرض کی، خدا کی قسم! میں محبوب رکھتی ہوں کہ آپ کا یہ مرض مجھے ہو جائے۔ اس پر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے اس بات کو بناوٹ جان کر انکی طرف دیکھا تو حضور ﷺ نے فرمایا، خدا کی قسم! صفیہ سچی ہے یعنی ان کا اظہارِ عقیدت بناوٹی اور نمائشی نہیں بلکہ وہ سچے دل سے یہی چاہتی ہے۔

آپ سے دس احادیث مروی ہیں۔ ساٹھ سال کی عمر میں سن ۵۰ ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

11۔ اُمُ المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا:

حضرت میمونہ بنت حارث عامریہ رضی اللہ عنہا کا بھی پہلا نام بَرّہ تھا، حضور ﷺ نے تبدیل فرما کر میمونہ رکھا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ایسے بے مثل داماد رکھتی ہیں جو کسی اور عورت کو میسر نہیں۔ ایک داماد تو رسول کریم ﷺ ہیں دوسرے داماد حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ آپ کی بہن اُمُ الفضل رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں۔ آپکی دوسری بہن لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

ام میمونہ کے پہلے شوہر سے دو بیٹیاں تھیں ایک اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں۔ دوسری بیٹی زینب (یا سلمیٰ) بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کی شہادت کے بعد شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سن ۷ ھ میں بیوہ ہوئیں تو انکے بہنوئی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! آپ میمونہ سے نکاح فرمالیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ سے دو میل کے فاصلے پر مقام سرف میں آپ سے نکاح فرمایا۔ آپ حضور ﷺ کی آخری زوجہ مبارکہ ہیں، آپ کے بعد حضور ﷺ نے کسی سے نکاح نہ فرمایا۔

جب حضور ﷺ کا نکاح کا پیغام سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو پہنچا تو وہ اپنے اونٹ پر سوار تھیں۔ پیغام سن کر آپ نے کہا، "یہ اونٹ اور جو کچھ اس اونٹ پر ہے سب اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے"۔ مراد یہ ہے کہ آپ نے خود کو حضور ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا تھا اور یہ بات حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

اُمُ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ہم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور رشتہ داروں کا خیال رکھنے والی تھیں۔ کثرت سے نمازیں پڑھتیں اور لوگوں کو حکمت کے ساتھ دینی مسائل سکھاتیں۔ آپ سے چھہتر (۷۶) احادیث مروی ہیں۔

جہاں آپ کا نکاح ہوا تھا وہیں ۵۱ ھ میں آپ کا وصال ہوا اور آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔ جب جنازہ اٹھانے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مبارکہ ہیں، جنازہ جھٹکے کے ساتھ نہ اٹھاؤ اور ہلا ہلا کر نہ چلو بلکہ ادب سے آہستہ آہستہ چلو۔ (ماخوذ از مواہب الدنیہ، مدارج النبوت)

تعدد ازواج کی حقیقت:

نبی کریم ﷺ نے ایسے معاشرے میں پرورش پائی جہاں خواہشاتِ نفسانی کی آزادانہ تسکین کوئی عیب نہ سمجھی جاتی تھی۔ اس کے باوجود آپ پچیس سال کی عمر مبارک تک کسی عورت کی طرف مائل نہ ہوئے۔ آپ اپنے پاکیزہ کردار اور اعلیٰ اخلاق کی بناء پر صادق وامین کے القاب سے پکارے جاتے تھے۔

آپ کو پچیس سال کی عمر میں آپ سے پندرہ سال بڑی عمر کی خاتون نے شادی کا پیغام دیا جو صاحبِ اولاد بیوہ تھیں اور جن کے دو شوہر فوت ہو چکے تھے۔ آپ نے عمر کے اس واضح فرق کے باوجود اُن دو بار بیوہ ہونے والی خاتون سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا۔ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ پچاس سال کی عمر مبارک ہونے تک وہ تنہا

آپ کی زوجہ رہیں۔ یعنی آپ نے عین شباب کا عرصہ پچیس سال اس معمر بیوہ خاتون کے ساتھ گزارے اور وہ بھی اس طرح کہ ایک ایک ماہ گھر چھوڑ کر غارِ حرا میں عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

جس مقدس ہستی نے اپنی جوانی کے پچیس سال ایک معمر بیوہ خاتون کے ساتھ اس طرح گزارے ہوں کہ کسی دشمن کو بھی انکے کردار پر انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملا ہو، اور اپنی اس زوجہ سے ایسی محبت کی ہو کہ اس کے وصال کے بعد بھی اسے فراموش نہ کیا ہو، کیا اس مقدس ہستی کے متعلق کوئی یہ گمان کرسکتا ہے کہ ان کی کسی شادی کی وجہ خواہشِ نفس ہوسکتی ہے؟ کوئی منصف مزاج ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔

اُم المؤمنین سیدہ خدیجہ کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد سیدہ سودہ جو کہ ایک بیوہ خاتون تھیں، آپ نے ان سے نکاح کر کے انہیں تحفظ اور سہارا دیا۔ سن ۲ھ میں سیدہ عائشہ کی رخصتی عمل میں آئی جبکہ اس وقت آپ کی عمر چوّن (۵۴) سال ہوچکی تھی۔ اس عمر میں پہلی بار آپ کی دو ازواج جمع ہوئیں۔ اس کے ایک سال بعد سیدہ حفصہ پھر کچھ ماہ بعد سیدہ زینب بنت خزیمہ آپ کی زوجیت میں آئیں۔ سیدہ زینب صرف تین یا آٹھ ماہ آپ کی زوجیت میں رہ کر فوت ہوگئیں۔ رضی اللہ عنہن

۴ھ میں سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور ۵ھ میں سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آپ کی زوجیت میں آئیں جبکہ آپ کی عمر مبارک ستاون (۵۷) سال ہوچکی تھی۔

سیدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد اتنی بڑی عمر میں آ کر آپ کی چار بیویاں جمع ہوئیں۔ جبکہ آپ اس سے قبل بھی چار نکاح کر سکتے تھے جس وقت امت کو چار ازواج کی اجازت ملی تھی لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا حالانکہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ جتنے چاہیں، نکاح فرمائیں۔

۶ھ میں سیدہ جویریہ اور ۷ھ میں سیدہ اُم حبیبہ، سیدہ صفیہ اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہن آپ

کی زوجیت میں آئیں۔ انکے حالات پہلے تحریر ہو چکے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ آپ کی ازواج مطہرات میں سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سب بیوہ تھیں۔ نیز آپ کے اکثر نکاح پچپن (۵۵) سال سے اُنسٹھ (۵۹) سال کی عمر میں ہوئے ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ کے نبی جو کرتے ہیں وہ حق تعالیٰ ہی کی مرضی سے کرتے ہیں۔ یہ پانچ سالہ عرصہ آپ کے پیغمبرانہ مشن کا اہم ترین دور تھا۔ ایک طرف آپ غزوات میں اسلامی فوج کی قیادت فرما رہے تھے تو دوسری طرف اسلامی قوانین کی تشکیل وتعلیم اور مسلمانوں کی تربیت میں مصروفِ عمل تھے۔

اسی تعلیم وتبلیغ کی دینی ضرورت کے پیشِ نظر آقا ومولیٰ ﷺ کے لیے تعددِ ازواج ایک ضروری امر تھا۔ چونکہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں رسول کریم ﷺ کی راہنمائی کی ضرورت نہ ہو خصوصاً بیویوں سے تعلقات اوران میں عدل، اپنی اولاد اور سوتیلی اولاد کی تربیت و پرورش، طہارت کے مسائل وغیرہ، اس طرح کے بیشمار معاملات میں امت کو ازواجِ مطہرات ہی کے ذریعے راہنمائی ملی ہے۔

ازواج مطہرات کی بعض دینی خدمات کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ دینی تعلیم وتدریس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام رسول کریم ﷺ نے خود بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا، ''تم اپنے دوتہائی دین کو عائشہ صدیقہ سے حاصل کرو''۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں کسی کو معانی قرآن، احکامِ حلال وحرام، اشعارِ عرب اور علم الانساب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔ آپ نے وصالِ نبوی کے بعد اڑتالیس (۴۸) سال تک دین پھیلایا۔

تعددِ ازواج سے قبائلی عصبیت کا خاتمہ ہوا، معاشرتی استحکام میں مدد ملی، غیر اسلامی رسوم کی بیخ کنی ہوئی اور سیاسی فوائد حاصل ہوئے، ان نکات کی تفصیل کو ہم نے طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔

خلافتِ راشدہ، قرآن کی روشنی میں:

1۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَھُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ O (النور:۵۵)

''اللہ نے وعدہ دیا اُن کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور انکے لیے جمادے گا اُن کا وہ دین جو انکے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور انکے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا، میری عبادت کریں، میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو اسکے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں''۔ (کنزالایمان)

اس آیت مبارکہ میں پانچ باتیں بیان ہوئی ہیں:۔

(۱)......اس آیت کے نزول کے وقت موجود مسلمانوں میں سے کچھ لوگ خلیفہ بنائے جائیں گے۔

(۲)......یہ لوگ متقی اور عبادت گزار ہونگے۔

(۳)......رب تعالیٰ پسندیدہ دین مستحکم بنادے گا۔

(۴)......ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

(۵)......ان متقی بندوں کا خلیفہ ہونا عظیم نعمت ہے اور اس نعمت کی ناشکری کرنے والے فاسق ہیں۔

مفسرین صحابہ کرام میں سے سب سے پہلے جس نے اس آیت کو سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر منطبق کیا اور اس وعدہ کا دورِ فاروقی میں پورا ہونا سمجھا، وہ بابِ مدینۃ العلم سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ جب اسلامی لشکر ایران میں کسریٰ کی افواج سے برسرِ پیکار تھا اور

اس دوران کسریٰ کے خود اپنی افواج کی قیادت کرنے کی خبر ملی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے لشکرِ اسلام کی قیادت کے لیے بنفسِ نفیس جانے کے متعلق مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہی آیت پیش کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح کا یقین دلایا اور محاذ پر نہ جانے کا مشورہ دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد شیعہ حضرات کی مشہور کتاب نہج البلاغۃ کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا،

''اس دین کو فتح کثرتِ لشکر سے نہیں ملی اور نہ قلیل تعداد اس کی ناکامی کی وجہ بنی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جس کو اسی نے غالب کیا اور یہ اسی کا لشکر ہے جس کو اس نے خود تیار کیا ہے اور اس کی مدد فرمائی ہے یہانتک کہ دین اس قدر پھیل گیا۔ ہم لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے (یہاں اسی آیت کی طرف اشارہ ہے) اور اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا اور اپنے لشکر کو ضرور فتح دے گا''۔

(نہج البلاغۃ ج ا:۲۸۳، مطبوعہ مصر)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشادِ گرامی سے واضح ہو گیا کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لشکر کو اللہ تعالیٰ کا لشکر اور ان کی خلافت کو برحق سمجھتے تھے اسی لیے انہوں نے فرمایا کہ آیتِ مذکورہ میں کیا گیا وعدۂ الٰہی خلافتِ فاروقی میں پورا ہو گا۔ تمام مفسرین نے اس آیتِ مبارکہ سے خلفائے راشدین ہی کی خلافتِ حقہ مراد لی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خلفائے راشدین مومن و صالح ہیں کیونکہ خلافت کا وعدہ مومن و صالح امتیوں سے تھا۔

حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے خلافتِ صدیقی و فاروقی کی فتوحات کو اپنی فتوحات قرار دیکر ان پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احزاب میں جب آقا و مولیٰ ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو راہ میں ایک سخت چٹان حائل ہو گئی۔ ہم نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی تو محبوبِ کبریا ﷺ نے کدال لیکر اس چٹان پر بسم اللہ کہہ کر ضرب لگائی تو اس کا تہائی حصہ ٹوٹ

گیا۔ آپ نے فرمایا، اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی کنجیاں عطا ہوئیں اور میں یہاں سے شام کے سرخ محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر بسم اللہ کہہ کر آپ نے دوسری بار کدال ماری تو دو تہائی چٹان ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا، اللہ اکبر! مجھے ایران کی کنجیاں عطا ہوئیں اور میں یہاں سے فارس کے سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے بسم اللہ کہہ کر تیسری بار کدال ماری تو باقی چٹان بھی ٹوٹ گئی اور آپ نے فرمایا، اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں عنایت ہوئیں۔ خدا کی قسم! میں یہاں سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

(ازالۃ الخفاء ج ۱: ۳٦۷، نسائی، احمد)

یہ روایت شیعہ حضرات کے امام کلینی کی کتاب فروع کافی کتاب الروضہ ص ۱۰۲ مطبوعہ لکھنؤ میں بھی موجود ہے اور وہاں یہ الفاظ موجود ہیں، **لقد فتحت علی فی ضربتی ھذہ کنوز قیصرو کسری**۔ ''میری اس ضرب سے قیصر و کسریٰ کے خزانے میرے لیے فتح کر دیے گئے''۔ یہ فتوحات سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں ہوئیں۔ اگر روافض کے بقول حضراتِ شیخین غاصب و ظالم ہیں (معاذ اللہ) تو انکے دورِ خلافت کی فتوحات کو رسول کریم ﷺ نے اپنی فتوحات کیوں فرمایا؟ اور کیا اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو زمین میں خلافت عطا فرما دی جبکہ اس نے مومن و متقی لوگوں کو زمین میں خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ پس اگر کوئی شخص خلفائے راشدین خصوصاً سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کو برحق نہیں مانتا اور ان کے بارے میں بدگوئی کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے ارشادات ہی کا منکر نہیں بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اُس ارشاد کا بھی منکر ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

2۔ **اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ○**

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ O (الحج:۴۰،۴۱)

”وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھا دی جاتیں خانقاہیں اور گرجا اور کلیسے اور مسجدیں، جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے، اور بے شک اللہ ضرور مدد فرمائے گا اُس کی جو اسکے دین کی مدد کرے گا بیشک ضرور اللہ قدرت والا غالب ہے۔ وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے لیے سب کاموں کا انجام“۔ (کنز الایمان)

ان آیات میں پیشگوئی کی گئی ہے کہ مہاجرین صحابہ کو زمین میں اقتدار دیا جائے گا اور یہ لوگ اپنے اقتدار میں اقامتِ دین کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ اس قرآنی پیش گوئی کا مصداق خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہوئے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ میں حقیقتِ خلافت کے ایک جزو (یعنی اقامتِ دین) کو دوسرے جزو (یعنی تمکین) پر معلق کیا۔ ہے کیونکہ خلافتِ شرعی اُس تمکین فی الارض کا نام ہے جو اقامتِ دین کے ساتھ ہو۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کو اگر زمین میں تمکین ملے گی تو ضرور وہ تمکین، اقامتِ دین کے ساتھ ہو گی اور خلافتِ راشدہ کا یہی مطلب ہے۔ پس خلفائے راشدین جو کہ مہاجرین اولین میں سے تھے، جن کی نسبت یُقٰتَلُوْنَ اور اُخْرِجُوْا آیا ہے اور جن کے لیے اِذنِ جہاد کا قطعی ثبوت تھے، اُن کو زمین میں تمکین ملنا بھی یقینی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ حضرات خلفائے راشدین تھے کیونکہ خلافتِ راشدہ انہی دو اجزاء (یعنی تمکین فی الارض اور اقامتِ دین) کا نام ہے۔ (ازالۃ الخفاء ج۱:۸۹)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔ ہمیں اس لیے ہجرت کرنی پڑی کہ ہم نے کہا، ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اقتدار بخشا تو ہم نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا۔ پس یہ آیت میرے اور میرے ساتھیوں (سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے بارے میں نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر، تفسیر الدر المنثور)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے عطیہ عوفی رحمہ اللہ کا قول کیا ہے کہ یہ آیت اس آیت کی طرح ہے، وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ ...... الخ. (تفسیر ابن کثیر)

3۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (المائدۃ:۵۴)

"اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ اُن کا پیارا (ہوگا)، مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت (ہونگے)، اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے"۔ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ بعض لوگ مرتد ہو جائیں گے اور پھر یہ غیبی خبر دی گئی ہے کہ رب تعالیٰ ان مرتدین کے مقابلے کے لیے ایسے لوگ لائے گا جن میں مندرجہ ذیل صفات ہونگی:۔

(۱)...... وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہونگے۔

(۲)...... اللہ تعالیٰ ان کو محبوب ہوگا۔

(۳)...... مسلمانوں پر نرم ہونگے۔

(۴)...... کافروں کے لیے سخت ہونگے۔

(۵)...... رضائے الٰہی کے لیے اسکی راہ میں لڑیں گے۔

(۶)...... کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہ کریں گے۔

(۷)...... ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ احمدِ مختار ﷺ کے آخری زمانے میں عرب کے تین گروہ مرتد ہوگئے تھے۔ ان میں بڑا فتنہ مسیلمہ کذاب کا تھا۔ علاوہ ازیں سرکارِ دوعالم ﷺ کے وصال کی خبر ملتے ہی کئی قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان منکرینِ زکوٰۃ سے قتال کا فیصلہ کرلیا۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ نے قتال جیسے انتہائی اقدام سے منع کیا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں اُن سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریں گے۔ خدا کی قسم! اگر وہ زکوٰۃ میں ایک رسی یا بکری کا بچہ دینے سے بھی انکار کریں گے جو وہ رسول کریم ﷺ کو دیا کرتے تھے، تو میں ان سے قتال کروں گا۔ یہ سن کر سیدنا عمر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ سے متفق ہوگئے۔ یوں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جرأتِ ایمانی اور حسنِ تدبیر سے فتنۂ ارتداد پر قابو پالیا۔

اس پر اہلسنت اور اہل تشیع دونوں کا اتفاق ہے کہ مرتدین کے خلاف سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھیوں نے جہاد کیا۔ آپ نے مختلف سمتوں میں کئی لشکر روانہ کیے۔ سب سے بڑا معرکہ مسیلمہ کذاب سے ہوا جس میں کذاب اور اسکے ساتھی قتل کیے گئے۔ اس لیے مفسرین کے نزدیک اس آیت کا مصداق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور انکے رفقاء ہیں۔ لامحالہ مذکورہ آیت میں جو سات صفات بیان ہوئیں، ان کا

مصداق بھی آپ اور آپ کے متبعین ہی ہیں۔

ان صفات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہونا نیز جہاد کا اعلان و انتظام کرنا ایسی صفات ہیں جن سے متصف ہونے کے لیے برسرِ اقتدار ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا اس آیت میں اشارہ ہے کہ مرتدوں سے جہاد کرنے والے لوگ برسرِ اقتدار ہونگے اور اُن کا برسرِ اقتدار ہونا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگا۔ پس سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ و امیر المؤمنین ہونا رب تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے۔

4۔ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ (الفتح:١٦)

''ان پیچھے رہ گئے ہوئے گنواروں سے فرماؤ! عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں۔ پھر اگر تم فرمان مانو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا''۔ (کنز الایمان)

اس آیت کے پہلے حصے میں دو باتیں نمایاں ہیں۔ اول: یہ کہ جن کفار سے لڑائی کے لیے بلایا جائے گا وہ ''اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ'' یعنی تمام سابقہ جنگوں کے فریقین سے زیادہ قوت و شوکت والے ہونگے۔ دوم: یہ بلانا ایسے جہاد کے لیے ہوگا جس کے نتیجے میں یا تو کفار قتل کر دیے جائیں گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

غزوہ موتہ، غزوہ حنین، فتح مکہ، غزوہ تبوک وغیرہ کا تجزیہ کرنے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اس آیت میں مذکور جنگ کا مصداق نہیں ہوسکتی کیونکہ ان میں مذکورہ بالا دونوں شرائط نہیں پائی جاتیں۔

کفر و اسلام کا وہ عظیم خونریز معرکہ جو اس آیت کا مصداق ہوسکتا ہے وہ جنگِ یمامہ ہے جو خلافتِ صدیقی میں مسیلمہ کذاب سے لڑی گئی، جس میں ہزاروں صحابہ کرام شہید ہوئے، ہزاروں کفار قتل ہوئے اور باقیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

بعض مفسرین کے نزدیک اس جنگجو قوم سے مراد اہلِ فارس و روم ہیں جن سے خلافتِ فاروقی وخلافتِ عثمانی میں جنگ ہوئی اور مسلمانوں نے فتح پائی۔ یہ ماننے میں بھی مضائقہ نہیں کیونکہ سیدنا عمر و سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کی خلافت کا حق ہونا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کی خلافت کے حق ہونے کی فرع ہے۔

صدرُ الافاضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''یہ آیت شیخین جلیلین حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی صحتِ خلافت کی دلیل ہے کہ ان کی اطاعت پر جنت کا اوران کی مخالفت پر جہنم کا وعدہ دیا گیا''۔ (خزائن العرفان)

آیتِ مذکورہ کے آخری حصے پر غور کیجیے۔اس میں بھی دو باتیں واضح ہیں۔

اول:- بدوؤں کو جہاد کی دعوت دینے والے خلفاء کی اطاعت کا حکم دیا اور اس پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا۔

دوم:- ان خلفاء کی نافرمانی پر دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جن خلفاء کی اطاعت کو واجب قرار دیا اوران کی نافرمانی پر عذاب کی وعید سنائی، ان کی خلافت حق ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کا اولین مصداق خلیفۂ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ حضرت نافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، ''اللہ کی قسم! پہلے ہم یہ آیت پڑھتے تھے مگر ہمیں یہ علم نہ تھا کہ وہ جنگجو قوم کون سی ہے جس سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا لیکن جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں بنو حنیفہ کے ساتھ جنگ کے لیے بلایا تو ہم نے جان لیا کہ یہی وہ قوم ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے''۔

اکثر اہلِ تفسیر کا یہی قول ہے۔(تفسیر مظہری)

5۔ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

''(مال غنیمت) اُن فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، اللہ کا فضل اور اسکی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے، وہی سچے ہیں''۔(الحشر:۸، کنز الایمان)

اس آیت کریمہ میں رب کریم نے مہاجرین صحابہ کرام کے صادقین اور سچے ہونے کی خبر دی ہے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مہاجرین صحابہ کرام ہی نے خلیفہ بنایا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو انصار نے کہا، ایک خلیفہ ہم میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے گروہِ انصار! کیا تم نہیں جانتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کے امام بنیں (اور انہیں نماز پڑھائیں) پس تم میں سے کون اس بات کو گوارا کرے گا کہ وہ ابوبکر کا امام بنے۔ انصار نے کہا، ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیشوا بنیں۔ (پھر سب نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی) (مصنف ابن ابی شیبہ، نسائی، مستدرک، ازالۃ الخفاء ج۱:۲۸۵)

اب دو باتیں ثابت ہوئیں۔

اول: مہاجرین صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور اس آیت کی رو سے مہاجرین صحابہ جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا مہاجرین صحابہ کرام کا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ برحق کہنا حق ہے۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل بھی حق ہے۔

دوم: مذکورہ آیت میں تمام مہاجرین صحابہ کرام کو صادق وسچا فرمایا گیا ہے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مہاجر صحابی ہیں۔ اگر بقول روافض کے وہ خلیفۂ برحق نہ ہوں

بلکہ غاصب، جابر اور کاذب ہوں تو یہ قرآن کے خلاف ہوگا کیونکہ اس آیت کی رو سے تمام مہاجرین صحابہ بشمول سیدنا صدیقِ اکبر ﷺ صادق ہیں۔ آپ کے صادق ہونے کے لیے لازم ہے کہ آپ کی خلافت برحق ہو۔

مزید یہ کہ آپ نے بوقتِ وصال، سیدنا عمر ﷺ کو خلیفہ نامزد کیا جس کی مہاجرین وانصار سب صحابہ کرام ﷺ نے تائید کی۔ پس اس آیت کی رو سے سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا برحق ہونا ثابت ہوگیا۔

خطیب رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کا خلیفہ رسول اللہ ﷺ ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ پھر یہی آیت تلاوت کر کے فرمایا، اللہ تعالیٰ جن کو صادق فرمائے وہ کبھی کاذب نہیں ہوسکتے۔ اور صحابہ کرام نے جنہیں قرآن نے صادقون فرمایا ہے، ہمیشہ حضرت ابوبکر ﷺ کو خلیفہ رسول کہہ کر مخاطب فرمایا ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں، یہ استدلال بہت قوی اور احسن ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۲۹)

۵۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الفتح: ۲۹)

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور انکے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل ورضا چاہتے۔ ان کی علامت انکے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے، یہ انکی صفت توریت میں ہے اور انکی صفت انجیل میں، جیسے ایک کھیتی، اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر

دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی، کسانوں کو بھلی لگتی ہے (یعنی ابتدا میں اسلام کے ماننے والے کم تھے رب کریم نے صحابہ کے ذریعے اسے طاقت دی اور اللہ و رسول ﷺ کو صحابہ کرام پیارے بھلے لگتے ہیں) تا کہ ان سے کافروں کے دل جلیں، اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں، بخشش اور بڑے ثواب کا"۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں دین اسلام کی مثال ایک کھیتی سے دی گئی ہے اور کونپل پھوٹنے سے لیکر درخت کے تنے پر کھڑا ہو جانے تک چار مراحل کا ذکر کیا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ان چار مراحل کے متعلق رقمطراز ہیں،

نبی کریم ﷺ نے مکہ میں جب مشرکوں کو اسلام کی دعوت دی تو گویا "اَخْرَجَ شَطْئَهٗ" (کونپل پھوٹنے) کا مرتبہ ظاہر ہو گیا۔ پھر حضور نے ہجرت فرمائی اور جہاد کیے یہاںتک کہ مکہ فتح ہو گیا تو "فَاٰزَرَهٗ" (اسے طاقت دینے) کا درجہ حاصل ہوا۔ سرکار دو عالم ﷺ کے وصال کے بعد حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانے میں قیصر و کسریٰ سے جہاد کر کے ان کا نشان مٹا دیا اور دین طاقتور ہو کر پھیل گیا، اب "فَاسْتَغْلَظَ" (مضبوط ہو جانے) کا درجہ حاصل ہوا۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں دیگر چھوٹی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا پھر اسلام مفتوحہ علاقوں میں پھیل گیا اور محدثین و فقہاء نے دین کی اشاعت کی، اب "فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ" (تنے پر کھڑے ہو جانے) کا درجہ بھی حاصل ہو گیا۔

اس آیت سے خلفائے راشدین کی عظمت اور تائید اسلام میں ان کا راسخ القدم ہونا بھی معلوم ہوا، اور یہ بھی کہ ان کے ذریعہ دشمنان خدا پر جہاد اور کلمۂ طیبہ کی بلندی اس طرح واقع ہو گی کہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو گی اور عمدہ تعریف کی مستحق قرار پائے گی اسی لیے "یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ" فرمایا گیا یعنی اسلام کی کھیتی کا کاشتکار، رب تعالیٰ صحابہ

کرام سے خوب راضی ہے۔ (ازالۃ الخفاء ج۱:۱۶۲، ملخصاً)

7۔ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْ م بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۝ (التحریم:۳)

''اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی، پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی۔ پھر جب نبی نے اُسے اِس کی خبر دی تو بولی، حضور کو کس نے بتایا؟ فرمایا، مجھے علم والے خبردار نے بتایا''۔ (کنز الایمان)

بسیدِ عالم ﷺ اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں رونق افروز ہوئے۔ وہ حضور ﷺ کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئیں۔ حضور ﷺ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو سرفرازِ خدمت کیا۔ یہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر گراں گزرا۔ حضور ﷺ نے ان کی دلجوئی کے لیے فرمایا، میں نے ماریہ کو اپنے لیے حرام کیا اور میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امورِ امت کے مالک ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہونگے۔ آپ نے یہ بات کسی کو بتانے سے منع فرمایا۔ وہ اس سے بیحد خوش ہوئیں اور نہایت خوشی میں انہوں نے یہ گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنائی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آپ ﷺ نے تحریمِ ماریہ کے متعلق جتا دیا اور خلافتِ شیخین کے متعلق ذکر نہ فرمایا۔ یہ آپ کی شانِ کریمی تھی کہ دوسری بات پر گرفت نہ فرمائی۔ (خزائن العرفان)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے معجم الکبیر جلد۱۲ صفحہ ۱۱۷ پر اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت کتب شیعہ میں بھی ہے۔ چنانچہ تفسیر قمی اور تفسیر مجمع البیان دونوں میں سورۃ التحریم کی مذکورہ آیات کی تفسیر میں منقول ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت

حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، ”بیشک میرے بعد ابو بکر خلیفہ ہونگے اور ان کے بعد تمہارے والد (یعنی عمر) خلیفہ ہونگے“۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے، ”اللہ کی قسم! ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت اللہ کی کتاب میں مذکور ہے“۔ اور پھر آپ مذکورہ آیت تلاوت کر کے یہی حدیث بیان فرماتے۔ (تفسیر بغوی، تفسیر مظہری، ازالۃ الخفاء ج ۱:۱۱۹)

حضور اکرم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، ”تیرے والد اور عائشہ کے والد میرے بعد لوگوں کے ولی یعنی امیر ہونگے مگر تم کسی کو نہ بتانا“۔ اس حدیث کی کئی سندیں ہیں۔ حضرت علی، سعید بن جبیر، میمون بن مہران، حبیب بن ثابت، ضحاک اور مجاہد رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ راز کی بات کہی تھی کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہونگے۔ (تفسیر مظہری)

خلفائے راشدین، احادیث کی روشنی میں:

صحابہ کرام نے سب لوگوں سے بہتر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سمجھا اس لیے ان کی بیعت کر لی۔ اور صحابہ کرام کا اجماع کبھی بھی خطا و غلطی پر نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”جو کام مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے“۔ چونکہ تمام صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو احسن اور پسندیدہ سمجھا ہے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی احسن ہے۔

اب چند احادیث ملاحظہ فرمائیں جن میں خلفائے راشدین کی اسی ترتیب کے ساتھ خلافت کے متعلق واضح اشارے موجود ہیں۔

1۔ حضرت ابن ابی مُلیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا، اگر رسول اللہ ﷺ کسی کو خلیفہ بناتے تو کسے بناتے؟ جواب دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو۔ پھر ان سے پوچھا گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد کسے خلیفہ بناتے؟ فرمایا، حضرت

عمر ؓ کو۔ پھر سوال ہوا، حضرت عمر ؓ کے بعد کسے خلیفہ بناتے؟ فرمایا، حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کو۔ (مسلم باب فضائل ابی بکر)

2۔ حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دیتے تھے۔ سب سے افضل حضرت ابوبکر ؓ کو مانتے تھے پھر حضرت عمر ؓ کو اور پھر حضرت عثمان ؓ کو۔ (بخاری باب فضائل اصحاب النبی)

مذکورہ ترتیب کے مطابق صحابہ کرام نے ہر بار افضل ترین ہستی کو خلیفہ منتخب کیا۔

3۔ حضرت جبیر بن مطعم ؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کسی کام کے لیے حاضر ہوئی۔ آپ نے اسے فرمایا، پھر آنا۔ اس نے عرض کی، اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ اسکا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ کا وصال ہو جائے تو کس کے پاس آؤں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آنا۔ (بخاری، مسلم)

آقا و مولیٰ ﷺ نے اس حدیث میں واضح طور پر اشارہ فرما دیا ہے کہ میرے بعد خلیفۂ بلافصل ابوبکر ؓ ہونگے۔

4۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مرض الوصال میں مجھ سے فرمایا، اپنے والد ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہے گا کہ میں خلافت کا زیادہ حق دار ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی اور کو (خلیفہ) نہیں مانیں گے۔ (مسلم باب فضائل ابی بکر ؓ)

اس حدیث میں غیب بتانے والے آقا و مولیٰ ﷺ نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ خلافت کے معاملے میں لوگوں کا اختلاف ہوگا مگر تمام مسلمان حضرت ابوبکر ؓ کی خلافت پر متفق ہو جائیں گے کیونکہ یہی رب تعالیٰ کی مرضی ہے۔ حدیث قرطاس کے حوالے سے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے جبکہ ہمارا یہ مئوقف یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے اور اس کی دلیل یہی حدیث ہے۔

5۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، ابو بکر کی کھڑکی کے علاوہ (مسجد کی طرف کھلنے والی) سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ)

6۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ آئندہ مسجد میں ابو بکر کے دروازے کے سوا کسی کا دروازہ کھلا نہ رکھا جائے۔ (صحیح بخاری کتابُ المناقب)

حضور ﷺ نے اپنے وصال سے دو تین دن قبل یہ بات ارشاد فرمائی۔ اس بناء پر شارحین فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور دوسروں کی خلافت سے متعلق گفتگو کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

7۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، میں سو رہا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک کنوئیں کے پاس دیکھا جس پر ڈول رکھا ہوا تھا میں نے اس ڈول سے پانی نکالا جتنا اللہ نے چاہا۔ پھر اس کنوئیں سے ابن ابی قحافہ (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے دو ڈول نکالے۔ اللہ ان کی مغفرت کرے، اُن کے ڈول نکالنے میں کچھ ضعف تھا۔ پھر وہ ڈول بڑا ہو گیا اور پھر عمر بن خطاب نے اس سے پانی نکالا۔ میں نے کسی ماہر شخص کو نہیں دیکھا جو عمر کی طرح پانی نکالتا ہو یہاں تک کہ لوگوں کو سیراب کر دیا۔ (بخاری کتاب المناقب، مسلم کتاب الفضائل)

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دو سال ہے یعنی کم ہے اس لیے زیادہ لوگ ان سے استفادہ نہیں کر سکیں گے۔ اسے ضعف سے تعبیر کیا گیا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں لوگ زیادہ عرصہ فیضیاب ہوں گے۔

8۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، میں تمھیں نہیں بتا

سکتا کہ میں تم میں کتنے دن اور رہوں گا پس تم ابو بکر اور عمر کی پیروی کرنا جو میرے بعد ہوں گے۔ (ترمذی ابواب المناقب، مشکوٰۃ)

اس حدیث پاک میں بھی یہ غیبی خبر دی گئی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔

9۔ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، میرے آقا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک ترازو آسمان سے اتر رہا ہے جس میں آپ کا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو آپ کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر ابو بکر اور عمر کا وزن کیا گیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر عمر اور عثمان کا وزن کیا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہا۔

پھر وہ ترازو اُٹھا لیا گیا۔ حضور ﷺ اس خواب سے غمگین ہو گئے اور فرمایا، یہ خلافتِ نبوت ہے پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا، حکومت عطا فرمائے گا۔

(ترمذی ابواب المناقب، ابوداؤد کتاب السنۃ)

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد بالترتیب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ ترازو اُٹھا لینے کا مطلب موازنہ ترک کر دینا ہے یعنی اس کے بعد خلافت کا معاملہ کمزور ہو جائے گا۔

10۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں صحابہ کہا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کے بعد ابو بکر افضل ہیں پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہم۔

(ترمذی، ابوداؤد کتاب السنۃ)

11۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، آج رات خواب میں ایک صالح شخص کو دکھایا گیا کہ گویا ابو بکر کو رسول اللہ ﷺ سے وابستہ کر دیا گیا اور عمر کو ابو بکر کے ساتھ اور عثمان کو عمر کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے۔ جب ہم وہاں سے اٹھے تو ہم نے کہا، صالح و نیک شخص تو خود رسول کریم ﷺ ہیں اور ایک کو دوسرے سے

وابستہ کرنے سے مراد اسی دین کی خلافت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔ (ابوداؤد باب فی الخلفاء)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ یہ حضرات دین وشریعت کے احکام جاری کرنے میں اسی ترتیب کے ساتھ خلیفہ ہوں گے۔

12۔ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے سوال کیا، نبی کریم ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ فرمایا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے پوچھا، پھر کون؟ فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اب پوچھوں گا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے۔ اس لئے میں نے عرض کی، ابا جان پھر آپ؟ فرمایا، میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔

(بخاری کتاب المناقب، ابوداؤد کتاب السنۃ)

13۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے اپنے عہدِ خلافت میں منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا، اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ اگر میں تیسرے کا نام لینا چاہوں تو لے سکتا ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ منبر سے اترتے ہوئے فرمایا، پھر عثمان پھر عثمان رضی اللہ عنہ۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸: ۱۳، ازالۃ الخفاء ج ۱: ۶۸)

یہ احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔

14۔ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو یہ گمان رکھے اور کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے تو اس نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور تمام مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قصوروار ٹھہرایا۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایسا کہنے والے کا کوئی عمل بھی قبول ہوگا۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ)

15۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی بارگاہِ نبوی میں عرض گذار ہوا، ''میں نے خواب میں ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا ہے جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا تھا۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ پھیلا کر اس سے کم یا زیادہ لے رہے تھے۔ پھر میں نے ایک رسی آسمان سے زمین تک لٹکتی دیکھی۔ یارسول اللہ ﷺ! میں نے دیکھا کہ آپ اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھ گئے پھر ایک اور شخص کو دیکھا کہ وہ رسی پکڑ کر اوپر چڑھ گیا۔ پھر دوسرے شخص کو دیکھا کہ وہ بھی اوپر چڑھ گیا پھر تیسرے شخص نے رسی کو پکڑا تو وہ ٹوٹ گئی مگر پھر جڑ گئی تو وہ بھی اوپر چڑھ گیا''۔

یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میرے آقا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی تعبیر بیان کروں۔ فرمایا، بیان کرو۔

عرض کی، بادل کا ٹکڑا تو اسلام ہے اور جو گھی اور شہد اس سے ٹپک رہا ہے وہ قرآن مجید کی نرمی اور حلاوت ہے۔ اور جو زیادہ اور کم لینے والے ہیں وہ قرآن کریم سے زیادہ اور کم فیض لینے والے ہیں۔ جو رسی آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی تھی وہ وہی حق ہے جس پر آپ ہیں، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کا رتبہ بلند فرمائے گا۔

پھر آپ کے بعد ایک اور شخص اسے پکڑے گا اور وہ بھی اس کے سبب بلند مرتبہ ہو جائے گا۔ پھر دوسرا شخص اسے پکڑے گا اور وہ بھی بلند مرتبہ ہو جائے گا۔

پھر تیسرا شخص اسے پکڑے گا تو وہ دینِ حق منقطع ہو جائے گا مگر پھر اس کے لیے جوڑ دیا جائے گا اور وہ بھی اس کے سبب بلند مرتبہ ہو جائے گا۔ یارسول اللہ ﷺ! فرمایئے کہ میں نے صحیح تعبیر بیان کی یا غلط؟ ارشاد ہوا، کچھ صحیح اور کچھ غیر صحیح۔

عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں قسم دیتا ہوں کہ آپ ضرور بیان فرمائیں کہ میں نے کیا غلطی کی؟ فرمایا، قسم نہ دو۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ)

[illegible] یث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر [illegible] یق رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ کے بعد

خلافت بالترتیب تین آدمیوں کو حاصل ہوگی اور وہ تینوں حضور اکرم ﷺ کے طریقوں پر ہوں گے اور اسی حال میں دنیا سے گزر جائیں گے۔ باقی رہی یہ بات جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعبیر کے موافق سب کچھ واقع بھی ہوا تو پھر تعبیر میں غلطی کس طرح ہوئی؟۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں،

''ان خلفاء کا نام نہ لینا باوجود اس کے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان تینوں خلفاء کے نام جانتے تھے ظاہری طور پر خطاء کی طرف نسبت کیا گیا۔ (ازالۃ الخفاء ج ۱:۲۱۹)

16۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، ہر نبی کے لئے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ میرے آسمانی وزیر حضرت جبرائیل اور میکائیل (علیہما السلام) ہیں اور زمین والوں میں سے حضرت ابوبکر و حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ (ترمذی ابواب المناقب)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو حکومتی معاملات میں نبی کریم ﷺ کا خاص قرب حاصل تھا۔

17۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک ڈول لٹکایا گیا ہے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس کو کناروں سے پکڑ کر کمزوری کے ساتھ پیا، پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اسے کناروں کی طرف سے پکڑ کر پیا یہاں تک کہ شکم سیر ہو گئے پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور اس کے کناروں سے پکڑ کر سیر ہو کر پیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے اسے کناروں سے پکڑا تو وہ ہل گیا اور اس میں سے کچھ پانی ان کے اوپر گر گیا۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ)

اس حدیث میں چاروں خلفاء راشدین کی خلافتوں کی طرف ا رہ ہے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کمزور طریقے سے پینے سے مراد یہ ہے کہ ان کی مدتِ خلافت کم

ہونے کی وجہ سے ان کے بعض کام پورے نہ ہوسکیں گے جبکہ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہء خلافت طویل ہوگا اور اس میں کئی فتوحات ہوں گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ڈول کے ہلنے سے پانی کے گرنے کا مفہوم یہ ہے کہ اُن کے دورِ خلافت میں فتنے رونما ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

18۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی تو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ نے ایک پتھر رکھا پھر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس پتھر کے ساتھ پتھر رکھنے کا حکم دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے ساتھ ایک پتھر رکھیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے ساتھ ایک پتھر رکھیں۔ پھر ارشاد فرمایا، یہی لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ (ازالۃ الخفاء ج ۱: ۱۱۱، حاکم)

19۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں بارگاہ نبوی میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے۔ حضور ﷺ کے سامنے سات کنکریاں پڑی ہوئیں تھیں آپ نے وہ کنکریاں اپنی مبارک ہتھیلی پر رکھیں تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں، میں نے ان کی آواز شہد کی مکھی کی آواز کی مثل سنی۔ پھر آپ نے وہ کنکریاں زمین پر رکھ دیں تو وہ خاموش ہوگئیں۔

پھر آپ نے وہ کنکریاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھ دیں تو وہ پھر تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے ان کی آواز سنی۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ پھر حضور ﷺ نے وہ کنکریاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھیں تو وہ پھر تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں رکھ دیا۔ پھر حضور ﷺ نے وہ کنکریاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھ دیں تو وہ پھر تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ''ھذہ خلافة نبوة'' یہ خلافتِ نبوت کی علامت ہے۔
یعنی جو معاملہ نبی ﷺ کے ساتھ ہوا کہ ان کے ہاتھ میں کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں وہی معاملہ ان تینوں حضرات کے ساتھ ہوا۔ گویا یہ تینوں حضرات نبی کریم ﷺ کے بعد خلیفہ ہوں گے۔ (ازالۃ الخفاء ج ۱: ۱۱۲، بزار، طبرانی، بیہقی)

20۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے قبیلہ بنی مصطلق کے لوگوں نے بارگاہ نبوی میں یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ اگر آپ کا وصال ہو جائے تو ہم زکوٰۃ کس کو دیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، ابوبکر کو۔ میں نے ان لوگوں کو یہ بات بتادی۔ انہوں نے مجھے پھر دریافت کرنے کو کہا کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی انتقال فرما جائیں تو ہم کس کو زکوٰۃ دیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، عمر کو۔ پھر انہوں نے مجھے پوچھنے کو کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد زکوٰۃ کس کو دیں؟ تو غیب بتانے والے آقا ﷺ نے فرمایا، پھر وہ اپنی زکوٰۃ عثمان کو ادا کریں۔ (ازالۃ الخفاء ج ۱: ۱۱۴، حاکم)

21,22۔ اس مضمون کی احادیث حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہیں۔ (ایضاً: ۱۱۵) ان احادیث میں واضح اشارہ موجود ہے کہ حضور ﷺ کے بعد بالترتیب حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔

23۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں بہت سے لوگوں کی گندگی پر سے گزر رہا ہوں۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، تم لوگوں کے لیے ایک راستہ مقرر کرو گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میں نے اپنے سینے پر دو نشان بھی دیکھے ہیں۔ فرمایا، وہ دو سال ہیں (جو تمہاری خلافت کی مدت ہوگی)۔

(تاریخ الخلفاء: ۱۲۷، طبقاتِ ابن سعد)

24۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آقا و مولیٰ ﷺ سے عرض کی،

آپ نے اپنی علالت کے ایام میں حضرت ابوبکر ﷜ کو امام بنایا تھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا، نہیں! میں نے نہیں بنایا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے بنایا تھا (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں امام بنایا تھا)۔ (تاریخ الخلفاء:۱۲۶، ابن عساکر)

25۔ حضرت علی ﷜ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ان سے فرمایا، میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین بار تمہارے بارے میں سوال کیا کہ تم کو امام بناؤں مگر وہاں سے انکار ہوا اور ابوبکر ہی کے لیے امامت کا حکم ہوا۔

(تاریخ الخلفاء:۱۲۶، دارقطنی، خطیب، ابن عساکر)

26۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷜ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر ﷜ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو انہوں نے نماز پڑھائی۔

27۔ ابن زمعہ سے مروی حدیث میں ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ایک مرتبہ جب لوگوں کو حکم دیا کہ ابوبکر سے کہو، وہ نماز پڑھائیں۔ اسوقت ابوبکر ﷜ موجود نہ تھے۔ چنانچہ حضرت عمر ﷜ آگے بڑھے تاکہ نماز پڑھا دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا، نہیں! نہیں!! نہیں!!! اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی اور کو قبول نہیں کریں گے، صرف ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔

(تاریخ الخلفاء:۱۲۵، الصواعق المحرقۃ:۳۷)

28۔ حضرت ابن عمر سے مروی حدیث میں ہے، جب حضرت عمر ﷜ نے تکبیر تحریمہ کہی تو چونکہ آپ بلند آواز تھے اس لیے حضور ﷺ نے آواز سن لی اور سر مبارک ناگواری کے ساتھ اٹھا کر فرمایا، ابن ابی قحافہ (ابوبکر) کہاں ہیں؟

اس حدیث کے بارے میں علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷜ تمام صحابہ سے افضل ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار اور امامت میں سب سے اولیٰ ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ:۳۸)

29۔ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے وصال فرمانے سے قبل مجھے یہ خبر دیدی کہ آپ ﷺ کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام کے والی ہوں گے پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر ہوں گے اور پھر میری طرف رجوع کیا جائے گا مگر میری خلافت پر سب لوگوں کا اتفاق نہ ہوگا"۔

اس حدیث کی بعض سندیں ریاض النضرہ اور بعض غنیۃ الطالبین میں مذکور ہیں۔

(ازالۃ الخفاء ج ۱:۱۱۸)

30۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب جاننے والے آقا ﷺ نے فرمایا، معراج کی شب میں نے عرش پر یہ تحریر دیکھی۔

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ابوبکر الصدیق عمر الفاروق عثمان ذوالنورین"۔ رضی اللہ عنہم

31۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے شب معراج میں عرش پر ایک سبز رنگ کا موتی دیکھا جس پر سفید نور سے تحریر تھا،

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ابوبکر الصدیق عمر الفاروق"۔ ﷺ ورضی اللہ عنہما

(ایضاً: ۱۴۴، دارقطنی، خطیب، ابن عساکر)

خلفائے راشدین، سابقہ آسمانی کتب میں:

1۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام سے قبل ملک شام میں تجارت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے وہاں ایک خواب دیکھا تو بُحیرا راہب سے بیان کیا۔ بحیرا نے خواب سن کر پوچھا، تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا، میں مکہ کا رہنے والا ہوں۔ پوچھا، کس خاندان کے ہو؟ فرمایا، قریش سے۔ پوچھا، پیشہ کیا ہے؟ فرمایا، تجارت۔

بحیرا نے کہا، اللہ نے تمہیں سچا خواب دکھایا ہے۔ ایک نبی تمھاری قوم میں مبعوث ہوں گے۔ ان کی زندگی میں تم ان کے وزیر ہو گے اور اُن کے وصال کے بعد اُن کے خلیفہ

ہو گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بات کو پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاضر ہوکر عرض کی، اے محمد (ﷺ)! آپ جو دعوٰی کرتے ہیں اس پر دلیل کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا، وہی خواب جو تم نے شام میں دیکھا تھا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے معانقہ کیا اور آپ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (ازالۃ الخفاء ج ۱: ۲۲۰، ابن عساکر)

اس سے معلوم ہوا کہ سابقہ آسمانی کتب میں خلیفہ اول سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی علامات موجود تھیں نیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے خلیفہ ہونے کا پہلے سے علم تھا۔

2۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مؤذن اقرع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک پادری اُسقف کو بلوایا اور اس سے پوچھا، کیا تمھاری کتاب میں میرا ذکر موجود ہے؟ اس نے کہا، ہاں! میں آپ کو "قِرَن" پاتا ہوں۔

فرمایا، قِرَن" کیا؟ عرض کی، قِرَن" سے مراد ہے مضبوط، امانت دار اور سخت مزاج۔

فرمایا، میرے بعد جو خلیفہ ہوگا اسے کیسا پاتے ہو؟ عرض کی، میں اسے ایک نیک خلیفہ پاتا ہوں، وہ اپنے قرابت داروں پر بہت ایثار کریں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین بار فرمایا، اللہ تعالیٰ عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔

پھر پوچھا، اُن کے بعد جو خلیفہ ہوگا وہ کیسا ہوگا؟ اس نے عرض کی، لوہے سے لگا ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، آہ کیسی خواری ہوگی۔

اس نے عرض کی، اے امیر المومنین! (یہ نہ کہیے) وہ خلیفہ بھی نیک شخص ہوگا لیکن وہ ایسے وقت میں خلیفہ بنایا جائے گا جب تلوار کھنچی ہوئی ہوگی اور خون بہہ رہا ہوگا۔

(ابوداؤد کتاب السنۃ)

اس حدیث سے بھی واضح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کا علم تھا اسی لئے آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ نیز یہ کہ خلفائے راشدین کا ذکر سابقہ کتب آسمانی میں بھی موجود تھا۔

اس بارے میں مزید ایک روایت ملاحظہ فرمائیں۔

3۔ ابن عساکر نے ابو الطیب سے روایت کیا ہے کہ جب شہر عموریہ فتح ہوا تو لوگوں نے اس کے ایک گرجا پر آبِ زر سے یہ عبارت لکھی دیکھی،

''وہ بہت ہی برے خلف ہیں جو سلف کو برا کہیں اور ایک شخص سلف میں سے ہزار خلف سے بہتر ہے۔

اے صاحب غار! تم نے قابل فخر بزرگی پائی کہ تمھاری تعریف بادشاہ جبار نے کی جیسا کہ وہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے، ''ثانی اثنین اذ ھما فی الغار''۔

اے عمر! تم والی نہ تھے بلکہ رعایا پر والد کی طرح مہربان تھے۔

اے عثمان! تم کو لوگوں نے ظلم کے ساتھ قتل کر دیا اور تم کو مدفون بھی نہ دیکھ سکے۔

اے علی! تم ابرار کے پیشوا اور رسول اللہ کے سامنے سے کافروں کو ہٹانے والے ہو۔

پس وہ (ابوبکر) صاحبِ غار ہیں اور وہ (عمر) نیکوں میں سے ایک ہیں اور وہ (عثمان) ملکوں کے فریاد رس ہیں اور وہ (علی) ابرار کے پیشوا ہیں۔

جو شخص ان کو برا کہے اس پر جبار کی لعنت''۔

راوی نے اس گرجا کے بوڑھے خادم سے پوچھا، یہ تحریر تمہارے گرجا کے دروازے پر کب سے ہے؟ اس نے کہا، تمہارے نبی کی بعثت کے دو ہزار سال پہلے سے۔

☆☆☆☆

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ " مَوْلَاہُ :

نبی کریم ﷺ غدیر خم کے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر صحابہ کرام سے فرمایا،

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ " مَوْلَاہُ۔ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔

"اے اللہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں، اے اللہ اس سے محبت فرما جو اس سے محبت کرے اور اس سے دشمنی کر جو علی سے دشمنی رکھے"۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اسے امام احمد بن حنبل اور امام طبرانی نے تیس صحابہ کرام سے روایت کیا ہے جبکہ صحاحِ ستہ سے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

شیعہ اس حدیث سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہاں مولیٰ کا معنیٰ اولیٰ بالتصرف ہونا ہے اور جو اولیٰ بالتصرف ہو اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین اور امام و خلیفہ نامزد فرمایا۔ اس لئے صحابہ کرام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کے سبب ایمان سے پھر گئے (معاذ اللہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ پر ہم قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں اس لئے یہاں صرف اس حدیث کی رو سے مذکورہ باطل استدلال کے چند جوابات تحریر کرتے ہیں۔

1۔ اہل لغت کے نزدیک مولیٰ کے معنی اولیٰ لینا درست نہیں ہے کیونکہ لفظ ولی سے ماخوذ ہے اور اس کے مندرجہ ذیل معانی ہیں۔ محبّ، دوست، مددگار، حاکم، مالک، عبد، آزاد کرنے والا، آزاد شدہ، قریب، مہمان، شریک، عصبہ، رب، منعم، تابع، سسرالی رشتہ دار، بھانجہ۔ (تاج العروس: ج ۱۰، ص ۳۹۸، ص ۳۹۹)

2۔ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ اس حدیث میں مولا بمعنی اولیٰ ہے تو اس یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اولیٰ بالامامۃ اور اولیٰ بالتصرف کے معنی میں ہو اور اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بلافصل ہونا مراد ہو بلکہ یہ اولیٰ بالقرب کے معنی میں ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِ بْرَاھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔
''بے شک سب لوگوں سے ابراھیم کے زیادہ حقدار وہ تھے جوانکے پیرو ہوئے یہ نبی اور ایمان والے''۔(ال عمران)

اس آیت میں بھی لفظ اولیٰ ارشاد ہوا لیکن اس کا مطلب اولیٰ بالتصرف نہیں بلکہ اولیٰ بالمحبۃ یا اولیٰ بالقرب ہے یعنی نبی کریم ﷺ اور ایمان والے حضرت ابراھیم علیہ السلام کے قریب ہیں یا محبت کے زیادہ حق دار ہیں۔

3۔ حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی ولایت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت دونوں ایک ہی زمانے میں مجتمع ہیں۔ حدیث شریف میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے بعد ولایت کے حق دار ہوں گے۔ اگر ولایت سے مراد خلافت ہو تو ایک ہی وقت میں دو افراد کا حاکم اور اولیٰ بالتصرف ہونا عقلاً منع ہے۔ جبکہ اگر ولایت سے محبت مراد ہو تو دونوں ولایتوں کا ایک ہی وقت جمع ہونا منع نہیں کیونکہ ایک ہی وقت میں دونوں سے محبت کرنا جائز ہے۔

4۔ اگر بالفرض اس سے مراد اولیٰ بالامامۃ ہو تب بھی حدیث کا یہ معنی نہیں ہوگا کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں بلکہ مفہوم یہ ہی ہوگا کہ آپ خلیفہ بنیں گے یعنی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا وقت آئے گا۔ اس وقت وہی اولیٰ بالامامۃ اور خلیفہ ہوں گے۔ اہلسنت بھی اس کے قائل ہیں۔

5۔ مذکورہ بالا توجیہ کے تحت اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بعد میں خلیفہ بننا مراد ہو تو اس پر اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تخصیص کیوں کی گئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ محبوب کبریا عالم ماکان وما یکون ﷺ کو رب کریم نے یہ غیبی خبریں دے دیں تھیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کن حالات میں خلیفہ بنیں گے اور کئی لوگ ان کی بدگوئی کریں گے۔ اس لئے آپ نے امت کو تاکید فرما دی کہ وہ علی رضی اللہ عنہ سے محبت

کریں اور جب علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنیں تو تسلیم کریں اور دل میں بغض نہ رکھیں۔اس پر دیگر کئی احادیث شاہد ہیں جو کہ پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔

6۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کے ہاتھوں پر بیعت کی اور کبھی بھی اس حدیث سے اپنی خلافت پر استدلال نہیں کیا۔اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام نے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پاک کو اپنی خلافت پر نص نہیں سمجھا۔

اس بارے میں اہل بیت کرام کے عقیدہ کی وضاحت کے لئے یہ روایت ملاحظہ فرمائیں جسے ابونعیم نے حضرت حسن مثنیٰ بن حسن السبط رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا، حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا،

اگر آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ان کی خلافت کا ارادہ فرماتے تو واضح طور پر ارشاد فرماتے جس سے تمام مسلمان سمجھ جاتے کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ فصیح کلام فرمانے والے تھے۔یقیناً آپ یوں ارشاد فرماتے، یَا اَیُّهَا النَّاسُ هٰذَا وَلِیُّ اَمرِیْ وَالْقَائِمُ عَلَیْکُمْ بَعْدِیْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِیْعُوْا۔

''اے لوگو یہ (علی) میرے تمام امور کے ولی ہوں گے اور میرے بعد تمھارے حاکم ہوں گے تم ان کی بات سننا اور اطاعت کرنا''۔پھر فرمایا، اگر اللہ اور اس کے رسول نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے چنا ہوتا تو ان پر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت لازم ہوتی اور ان کا اس کام سے پیچھے رہنا (یعنی خلافت کا طلب نہ کرنا) اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی خلاف ورزی ہوتا، جو کہ بہت بڑا گناہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ حدیث میں ''مولیٰ'' سے مراد خلافت نہیں ہے۔

7۔حدیث میں مذکورہ میں لفظ ''مولیٰ'' سے مراد دوست اور محب ہے۔جیسا کہ اسی حدیث پاک کے آخری حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے۔ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ

وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ یعنی ''اے اللہ! اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے اور اس سے عداوت کر جو اس سے عداوت رکھے''۔

اگر یہاں لفظ مولیٰ سے اولیٰ بالتصرف ہونا مراد ہوتا تو یوں ارشاد ہوتا،

اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ کَانَ فِیْ تَصَرُّفِہٖ وَعَادَ مَنْ لَّمْ یَکُنْ کَذَالِکَ۔

''الٰہی تو اس سے محبت کر جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کے تصرف میں ہو اور اس سے عداوت رکھ جو ان کی ولایت کے تصرف میں نہ ہو''۔ چونکہ آپ نے ایسا نہیں فرمایا اس لئے حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر مومن پر لازم ہے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت بھی لازم ہے اور جس طرح آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت حرام ہے اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عداوت حرام ہے۔ مزید تفصیل کے لئے علامہ مفتی عبدالرزاق بھترالوی مدظلہ کی تفسیر نجومُ الفرقان جلد دوم ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ہارون علیہ السلام سے تشبیہ:

غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں چھوڑتے ہوئے فرمایا، اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھٰرُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی غَیْرَ اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ ''کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لئے حضرت ہارون تھے البتہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

(صحیح مسلم باب فضائل علی ابن ابی طالب)

شیعہ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل پر استدلال کرتے ہیں۔ ان کے بقول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت کی وصیت فرمادی تھی۔ اس استدلال کے باطل ہونے پر چند دلائل پیش خدمت ہیں۔

1۔ امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں، ''اس حدیث میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ایک فضیلت بیان ہوئی ہے مگر اس میں خلفاء ثلاثہ کے ان سے افضل ہونے کی

نفی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ نے انہیں غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے خلیفہ بنایا تھا نہ کہ اپنے وصالِ ظاہری کے وقت تمام عالم اسلام کا خلیفہ بنایا تھا''۔

2۔ اس خلافت سے مراد وقتی خلافت ہے اور اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ''یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جارہے ہیں'' دلیل ہے کیونکہ اگر اس خلافت سے مراد حضور ﷺ کی مستقل جانشینی ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ نہ فرماتے کیونکہ اس صورت میں تو آپکو تمام مردوں، عورتوں اور بچوں کی ولایت و خلافت حاصل ہوتی۔ لہٰذا آپ کا مذکورہ ارشاد اس کی دلیل ہے کہ آپ خود بھی یہ بات جانتے تھے کہ رسول کریم ﷺ کی غیر موجودگی کے زمانے میں آپ عارضی خلیفہ ہیں۔

3۔ مذکورہ حدیث پاک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی ہے یہ بھی آپ کے عارضی خلیفہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صرف کوہ طور پر جانے کے زمانے میں خلیفہ تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آگئے تو ان کے خلیفہ ہونے کی ضرورت ختم ہوگئی۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے غزوۂ تبوک پر جانے کے زمانے میں خلیفہ تھے، جب حضور ﷺ واپس آگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کی ضرورت ختم ہوگئی۔

4۔ امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ نہیں بنے بلکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال سے 40 سال قبل انتقال فرما گئے تھے۔ ان سے تشبیہ دینے میں حکمت یہ بھی ہے کہ جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے خلیفہ نہیں تھے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے بعد ان کے خلیفۂ بلافصل نہیں ہوں گے۔

اگر یہ ثابت کیا جائے کہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا بیان ہے تو بھی اس سے ان کی

خلافتِ بلافصل ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی۔ اور اس بات کے تو ہم بھی قائل ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو آقا و مولیٰ ﷺ کے بعد چوتھے نمبر پر خلافت کا حاصل ہونا برحق ہے۔

حدیثِ قرطاس:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا مرض شدید ہوگیا تو فرمایا، ''لکھنے کا سامان لاؤ تاکہ میں ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوسکو''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، نبی کریم ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب قرآن کریم موجود ہے جو ہمیں کافی ہے۔ اس پر حاضرین میں اختلاف ہوگیا جب باتیں بڑھیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میرے پاس سے اٹھو میرے پاس تنازعہ مناسب نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ ''بیشک مصیبت اور بڑی مصیبت جو نبی کریم ﷺ اور آپ کی تحریر کے درمیان حائل ہوگئی (وہ لوگوں کا اختلاف اور تنازع تھا)۔ (صحیح بخاری کتاب العلم)

یہ حدیث صحیح بخاری میں اس کے علاوہ سات جگہ وارد ہے اور حدیثِ قرطاس کے عنوان سے مشہور ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وصال سے چار دن قبل نبی کریم ﷺ نے کچھ لکھنے کے لئے حاضرین سے قلم دوات منگوایا۔ آپ کے مرض کی شدت کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے''۔ اس پر اختلاف ہوا، کچھ کہتے تھے کہ لکھنے کا سامان لاؤ اور کچھ کہتے تھے کہ نہ لاؤ۔ ان کی باہم تکرار کو حضور ﷺ نے پسند نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا، ''میرے پاس سے اٹھ جاؤ''۔

اس حدیث کی بناء پر روافض اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کا حکم نہ مان کر وحی خدا کو رد کردیا۔ (معاذ اللہ)

اس اعتراض کے جواب میں چند باتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، مسند امام احمد میں ہے کہ یہ

خطاب عام لوگوں سے نہ تھا بلکہ خاص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ لکھنے کا سامان لاؤ۔ (عمدۃ القاری: ج ۲، ص ۱۷۱)

ایک روایت دوسری کی تفسیر ہوتی ہے۔ ثابت ہوا کہ ان روایات میں خطاب اگرچہ عام ہے مگر یہاں بھی مخاطب حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں اس لئے رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی تعمیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمے تھی نہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے۔

2۔ اگر کوئی بیمار بزرگ کسی مصلحت کے باعث مشقت برداشت کرنے چاہے تو اس کے عزیز واقارب اور خدام اسے منع کر دیتے ہیں، یہ منع کرنا ادب اور شفقت و محبت ہی کے باعث ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضور اکرم ﷺ کی تکلیف کو دیکھتے ہوئے آپ کے آرام کی خاطر منع کیا جو یقیناً لائق تحسین ہے اس کی دلیل ان کے الفاظ ہیں، ''اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَ عِنْدَنَا كِتَابُ اللّٰهِ حَسْبُنَا''۔ نبی کریم ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے جو ہمارے لئے کافی ہے''۔

3۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی باطنی فراست اور قوت اجتہاد سے سمجھ گئے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد حکم کے طور پر نہیں اور حضور ﷺ اپنی تکلیف کے باوجود محض کمالِ شفقت و رحمت سے تحریر لکھنا چاہتے ہیں اسلئے آپ نے صحابہ سے فرمایا، حضور ﷺ کو زحمت نہ دو، ان پر بیماری کا غلبہ ہے۔ محبت کی وجہ سے بعض امور سے انکار مستحسن و پسندیدہ ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ مشرکین نے صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح نامے میں تحریر الفاظ ''رسول اللہ ﷺ'' پر اعتراض کیا اور اس کے بجائے محمد بن عبداللہ لکھنے کا مطالبہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس تحریر سے ''رسول اللہ ﷺ'' کے الفاظ نکال دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، لَا اَمْحُوْکَ اَبَدًا'' میں یہ الفاظ کبھی نہیں مٹاؤں گا''۔ یہاں تک کہ وہ الفاظ خود رسول کریم ﷺ نے مٹائے۔

اس حدیث کی بناء پر کوئی یہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے حکم کو تسلیم نہیں

کیا بلکہ انکار کیا لہٰذا انہوں نے رسول کا حکم نہ مان کر وحی خدا کو رد کر دیا (معاذ اللہ) تو ایسا شخص کم عقل، گمراہ اور بد مذہب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ جب میں آپ کو دل و جان سے رسول مانتا ہوں تو پھر میں اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ کے الفاظ کیونکر مٹا سکتا ہوں۔ حقیقت یہی ہے کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے کامل محبت کی وجہ سے انکار کیا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی رسول کریم ﷺ سے کامل محبت اور ہمدردی ہی کی بناء پر انکار کیا۔

4۔ اگر مذکورہ ارشاد کو حکم مان لیا جائے تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''ہمارے لئے کتابُ اللہ کافی ہے'' اور حضور ﷺ نے دوبارہ لکھنے کا سامان طلب نہیں فرمایا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات مقبول ہوگئی اور اب وہ حکم باقی نہیں رہا، ورنہ یقیناً حضور ﷺ دوبارہ وہی ارشاد فرماتے۔

روافض کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انکار کی وجہ سے دین کا ایک اہم حکم تحریر ہونے سے رہ گیا۔ اس کے جواب میں چند باتیں پیش ہیں:

(1) سرکار دو عالم ﷺ جو لکھنا چاہتے تھے ان میں تین باتیں ممکن ہیں:

اول یہ کہ آپ جتنے احکام بیان فرما چکے تھے اس میں اضافہ فرمانا چاہتے تھے۔

دوم یہ کہ سابقہ احکام کو منسوخ کرنا چاہتے تھے۔

سوم یہ کہ سابقہ احکام ہی کی تاکید فرمانا چاہتے تھے۔

چونکہ اس واقعہ سے تین ماہ قبل دین اسلام کی تکمیل کے حوالے سے یہ آیت نازل ہو چکی تھی، اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً۔ یعنی ''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لئے دینِ اسلام کو پسند کیا''۔ (المائدہ: ۳)

اب نیا حکم نازل ہونے سے یا کوئی پہلا حکم منسوخ ہونے سے اس آیت کی تکذیب

لازم آتی اس لئے پہلے دونوں احتمال تو ممکن ہی نہیں۔یقینی بات یہ ہے کہ آپ سابقہ احکام ہی میں سے کسی کی تاکید فرمانا چاہتے تھے۔اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''عِندَنَا کِتٰبُ اللّٰہِ حَسبُنَا'' عرض کیا۔

(2)۔صحیح بخاری کتاب الجہاد باب جوائز الوفود کی روایت سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب لوگوں میں تکرار ہوئی تو سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا، ''مجھے چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور تم مجھے اپنے اختلافات طے کرنے کی طرف بلاتے ہو، تم جاؤ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ پھر آپ نے زبانی تین باتوں کی وصیت فرمائی۔

آپ نے فرمایا، ''مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا، وفود کو اسی طرح عطیات دینا جس طرح میں دیتا تھا''۔تیسری وصیت راوی کو بھول گئ۔

محدثین کرام نے بیان کیا ہے کہ تیسری وصیت یہ تھی کہ اسامہ کے لشکر کو لڑائی کے لئے بھیج دینا اور میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔

اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ جو باتیں آپ لکھنا چاہتے تھے وہ آپ نے بیان فرما دیں۔ یہ باتیں آپ پہلے بھی فرما چکے تھے، اب دوبارہ فرمانا تاکید کے طور پر تھا۔اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ لکھنے کا سامان منگوانے کا ارشاد حکم نہ تھا بلکہ مشورے کے طور پر تھا ورنہ آپ فرماتے، ضرور لاؤ۔ اگر آپ لکھنا ہی چاہتے تو آپ کو کون روک سکتا تھا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضور ﷺ کی زبان وحیِ الٰہی کی ترجمان ہے اس لئے جب لکھنے کا سامان کاغذ قلم لانے کو ارشاد فرمایا تو اسے موقوف کیوں کیا۔ جواب یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ کا لکھنے کا ارادہ فرمانا اللہ کی جانب سے تھا تو اس ارادے کا تبدیل فرمانا بھی یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تھا۔اس لئے حضور ﷺ کو جو لکھنا تھا وہ لکھنے کی

بجائے زبانی ارشاد فرما دیا۔

(3)۔روافض کہتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھنا چاہتے تھے جو بعض صحابہ کرام نے لکھنے نہیں دی۔مگر اس دعوے کی انکے پاس کوئی دلیل نہیں۔جبکہ ہم اہلسنت کہتے ہیں کہ آقا و مولیٰ ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھنا چاہتے تھے اور اس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ مشہور حدیث ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں مجھ سے فرمایا، ''اپنے ابا جان ابو بکر اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ تا کہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔مجھے ڈر ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہنے والا کہے گا کہ وہ میں ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان نہیں مانیں گے مگر ابو بکر کو''۔(مسلم)

(4)۔ان دلائل کے باوجود اگر کوئی یہ کہے کہ رسول کریم ﷺ نے جو لکھنا تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ڈر سے زبانی بیان نہیں فرمایا (معاذ اللہ) تو یہ شانِ رسالت میں کھلی گستاخی ہے۔نیز اس طرح لازم آئے گا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے دینی احکام امت تک نہیں پہنچائے۔پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ مذکورہ آیت قرآنی کے برخلاف دین مکمل نہ ہو سکا اور ناقص رہ گیا (معاذ اللہ)۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ واقعہ جمعرات کا ہے اس کے بعد چار دن حضور ﷺ ظاہری حیات کے ساتھ رہے اور اس دوران یقیناً اہلبیت اطہار کے ساتھ علیحدہ بھی رہے لیکن آپ نے پھر لکھنے کا ارادہ نہیں فرمایا اور نہ ہی زبانی کوئی وصیت فرمائی۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو وصیت لکھنا تھی وہ زبانی فرما دی اور آپ کو یہ اطمینان بھی ہو گیا کہ صحابہ کرام قرآن کریم اور آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا رہیں گے اس لیے مزید کچھ لکھ کر دینے کی ضرورت ہی نہ رہی۔

روافض کا ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے کلام کو ہذیان سے

تعبیر کر کے شان رسالت میں گستاخی کی ہے۔ جواب میں دو باتیں عرض ہیں:

اول یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایسا بیان منسوب کرنا بہتان اور جھوٹ ہے۔ جس لفظ پر اعتراض ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہی نہیں۔ اس حوالے سے جتنی بھی روایتیں ہیں سب میں پہلے یہی ہے، قَالَ عُمَر یا قَالَ یعنی ''حضرت عمر نے کہا''، اور پھر دوسرے قول سے پہلے ہے، قَالُوْا۔ ''لوگوں نے کہا یا بعض نے کہا''۔ اگر یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہوتا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کو بھی قَالَ عُمَر کہہ کر بیان فرماتے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ جس لفظ پر اعتراض ہے وہ ''هَجَرَ'' ہے اس کے مشہور معنی ہذیان کے ہیں یا چھوڑنے کے۔ اگر بالفرض یہ لفظ کسی نے توہین کے لئے بولا تھا تو توہین کا لفظ سننے والے اور سن کر خاموش رہنے والے دونوں کافر ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت علی شیرِ خدا، حضرت عمر فاروق، حضرت عباس اور دیگر جید صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے گستاخی اور توہین کی گئی ہو اور یہ حضرات سن کر خاموش رہے ہوں؟ ہرگز نہیں۔ ثابت ہوا کہ یہ لفظ توہین کے لئے نہیں تھا۔

حدیث کے مطابق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نبی کریم ﷺ شدید بیمار ہیں اس لئے ان کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں، ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو ہمیں کافی ہے۔ تو بعض صحابہ آپ کے ہمنوا ہو گئے اور بعض کہنے لگے کہ قلم دوات اور کاغذ لایا جائے تا کہ حضور ﷺ لکھ دیں۔ انہی حضرات نے استفہامِ انکاری کے طور پر یہ کلام کیا۔

امام نووی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم میں اس کی شرح میں لکھتے ہیں، '' قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حدیث میں اَهَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جو صحیح مسلم وغیرہ میں آیا ہے وہ استفہام کے طور پر ہے۔ یعنی جو لوگ اس کے قائل تھے کہ حضور ﷺ کے ارشاد پر عمل کر کے لکھنے کا سامان لایا جائے اور حضور ﷺ لکھوالیا جائے، وہ استفہام انکاری کے طور پر کہتے ہیں، کیا نبی کریم ﷺ ہذیان میں مبتلا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا جب آپ سے

ہذیان سرزد نہیں ہوسکتا تو ہمیں آپ کے ارشاد پر عمل کر کے لکھوانا چاہئے‘‘۔
اگر ھَجَرَ کے معنی چھوڑنے کے لئے جائیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ جب حضور ﷺ نے کاغذ قلم منگوایا تو حاضرین نے سمجھ لیا کہ یہ جدائی کی طرف اشارہ ہے وہ بے قرار ہو کر کہنے لگے، ’’سرکار سے دریافت کرو، کیا حضور ﷺ نے ہمیں چھوڑ دیا کہ ایسا ارشاد فرما رہے ہیں‘‘۔ مستقبل قریب میں جس کا ظہور ہونا ہو، اسے ماضی سے تعبیر کرنا عام بات ہے اس لئے ماضی کا صیغہ استعمال ہوا۔ (نزھۃ القاری: ج ا ص ۴۷۵)

خلیفۂ بلا فصل کون؟

روافض کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی بنایا تھا یعنی یہ وصیت کی تھی کہ میرے بعد یہ خلیفہ ہونگے۔ اس خودساختہ بات کی صحابہ کرام اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی پُرزور تردید فرمائی۔ عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا، کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لیے کوئی عہد فرمایا ہے جو دوسروں سے نہیں فرمایا ہے؟ فرمایا نہیں، قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانہ پیدا کیا اور بچہ تخلیق کیا! ہمارے پاس سوائے اللہ کی کتاب اور اس صحیفے کے کچھ نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اس صحیفہ میں کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، دیت اور قیدیوں کے چھڑانے کے احکام اور یہ کہ کافر کے عوض مسلمان نہیں قتل کیا جائے گا۔

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوگوں نے اس بات کا ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وصی تھے؟ امُ المؤمنین نے فرمایا، حضور ﷺ نے کب اُن کے بارے میں وصیت کی؟ میں حضور ﷺ کو اپنے سینے سے سہارا دیے ہوئے تھی۔ حضور ﷺ نے پانی کا طشت طلب فرمایا اور میری گود ہی میں وصال فرما گئے۔ پس حضور ﷺ نے کب اُن کے بارے میں وصیت کی۔ (صحیح بخاری کتابُ الوصایا)

خلاصہ یہ ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی۔ اس کی تائید میں ایک اور اہم دلیل ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا ہے! اگر رسول کریم ﷺ نے میرے لیے کوئی عہد کیا ہوتا (کہ خلافت مجھے ملے گی) تو خواہ میرے پاس اس چادر کے سوا کچھ نہ ہوتا، میں اس کے لیے ضرور کوشش کرتا اور ابو قحافہ کے بیٹے (ابو بکر رضی اللہ عنہ) کو منبر پر ایک سیڑھی بھی نہ چڑھنے دیتا لیکن رسول کریم ﷺ نے میرے اور انکے مقام کو دیکھا اور انہیں کہا، "لوگوں کو نماز پڑھاؤ" اور مجھے چھوڑ دیا۔ پس ہم اُن سے اپنی دنیا کے لیے اس طرح راضی ہو گئے جیسے رسول کریم ﷺ اُن سے ہمارے دین کے لیے راضی ہوئے۔ (الصواعق المحرقۃ: ۹۴)

ہمارے دعوے کی تائید میں صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے مرضِ وصال میں حضور ﷺ کے پاس سے باہر نکلے تو لوگوں نے پوچھا، حضور کیسے ہیں؟ فرمایا، بحمد اللہ! اچھے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا، تم تین دن بعد غیروں کے تابع ہو گے۔ بخدا میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول کریم ﷺ اس بیماری میں وصال فرمائیں گے۔ بے شک میں خاندان عبد المطلب کے چہرے پہچان لیتا ہوں کہ موت کے وقت کیسے ہوتے ہیں۔ تم ہمیں نبی کریم ﷺ کے پاس لے چلو تا کہ حضور ﷺ سے پوچھیں کہ امر خلافت کس کے پاس ہوگا۔ اگر آپ نے ہمارے متعلق فرمایا تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر آپ نے کسی اور کے متعلق فرمایا تو وہ بھی ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ ہم عرض کریں گے کہ آپ ہمارے لئے وصیت فرما دیں۔

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "خدا کی قسم! اگر ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا سوال کیا اور حضور ﷺ نے منع فرمایا تو لوگ ہمیں کبھی خلافت نہیں دیں گے۔ خدا کی قسم!

ہم رسول اللہ ﷺ سے اس کا سوال نہیں کریں گے"۔

(بخاری باب مرض النبی ﷺ، بخاری کتاب الاستیذان باب المعانقہ)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے کسی کو اپنا جانشین اور خلیفہ نہیں بنایا تھا بلکہ خلیفہ کے انتخاب کا حق اپنے صحابہ کو دیا تھا۔

اس حدیث سے روافض کے باطل دعووں کی نفی بھی ثابت ہو رہی ہے جو کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل بنا دیا تھا اور آپ کی خلافت کے لیے وصیت فرما دی تھی لیکن (معاذ اللہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انھیں محروم کر دیا۔

اگر حدیثِ قرطاس سے اور حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل ہوتی تو آپ یہ نہ فرماتے، فَمَنَعْنَاهَا لَا يُعْطِيْنَاهَا النَّاسُ۔ "اگر حضور ﷺ نے منع فرما دیا تو لوگ ہمیں کبھی خلافت کا حق نہیں دیں گے" بلکہ آپ فرماتے، "حضور ﷺ تو مجھے کئی مرتبہ اپنا خلیفہ بلافصل بنا چکے ہیں اس لیے حضور ﷺ سے اس معاملے کی دوبارہ توثیق کرا لیتے ہیں، کوئی مضائقہ نہیں" لیکن انھوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی کیونکہ وہ آقا و مولیٰ ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ کو زیادہ سمجھنے والے ہیں۔

حق یہ ہے کہ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ اندیشہ بیان فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں خلافت کا امر دینے سے منع بھی فرما سکتے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بابِ مدینۃ العلم یہ جان چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ، رسولِ کریم ﷺ اور صحابہ کرام حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کے منصب پر فائز دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ سمجھنا اس لیے بھی دشوار نہیں تھا کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے مرضِ وصال میں نمازوں کی امامت کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقرر فرما کے گویا انہیں اپنا خلیفہ بنا دیا تھا۔

اگر خلفائے راشدین کے معاملے میں غور کیا جائے تو یہ بات بھی بالکل واضح ہوتی ہے

کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل منتخب ہونے کی صورت میں خلفائے ثلاثہ رسول کریم ﷺ کی خلافت و نیابت کے منصب پر فائز ہی نہ ہو پاتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت ہی میں وصال پا جاتے۔

چونکہ رب تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی رضا اس میں تھی کہ وہ تینوں حضرات خلیفہ رسول ﷺ ہونے کی نعمت سے سرفراز ہوں اس لیے رب کریم نے صحابہ کرام کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اسی ترتیب سے خلیفہ کا انتخاب کریں جس ترتیب سے وہ دنیا سے وصال فرمانے والے ہیں تاکہ وہ تینوں حضرات بھی محبوبِ خدا ﷺ کے خلیفہ و نائب ہونے کا شرف حاصل کرلیں۔

مسئلہ فدک کی حقیقت:

مسلمانوں کو جو اموال و املاک کفار سے لڑائی کے بعد حاصل ہوتے ہیں اُنہیں مالِ غنیمت کہتے ہیں اور جو بغیر لڑائی کے حاصل ہوں اُنہیں مالِ فئے کہتے ہیں۔ مالِ غنیمت کے احکام سورۃ الانفال کی آیت ۴۱ میں یوں بیان ہوئے ہیں،

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا۔ ”اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا“۔ (کنزالایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے جائیں جس میں سے چار حصے لڑنے والے مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں اور پانچواں حصہ اس آیت میں مذکور مصارف کے لیے وقف کر دیا جائے۔

مالِ فئے کے احکام سورۃ الحشر کی آیت ۷ میں بیان ہوئے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا،

مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔

''جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے''۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مالِ فئے کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ، اسکے رسول، حضور کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

فَدَک، مدینہ منورہ سے تین منزل کے فاصلے پر ایک علاقہ تھا جس میں کھجور کے باغات، زرعی زمینیں اور چشمے تھے۔ فدک، خیبر اور بنونُضیر کے بعض علاقے اموالِ فئے میں سے تھے اور آقا و مولیٰ ﷺ نے ان کی آمدن کو اپنی، اہلِ بیت کی اور دیگر مسلمانوں کی ضروریات کے لیے وقف فرما دیا تھا جیسا کہ بخاری و مسلم اور دیگر کتبِ احادیث سے ثابت ہے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ جو چیز وقف ہو وہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی، نہ وہ کسی کو ہبہ کی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس میں وراثت جاری ہو سکتی ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ فدک کی آمدن کو جن مصارف میں خرچ فرماتے تھے سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفائے راشدین نے بھی اس آمدن کو انہی مصارف میں خرچ کیا۔ شیعہ حضرات کا کہنا یہ ہے کہ باغِ فدک کی وارث صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کی وراثت سے محروم کر کے بڑا ظلم کیا (العیاذ باللہ)۔

اولاً یہ بات ثابت شدہ ہے کہ فدک اموالِ فئے میں سے تھا اس لیے اس پر وراثت کا حکم نافذ نہیں ہو سکتا تھا۔

ثانیاً یہ کہ بالفرض فدک اگر حضور ﷺ کی میراث ہوتا تو پھر وراثت کا حق صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کا نہ ہوتا بلکہ امہات المؤمنین، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر ورثاء

بھی حصہ دار ہوتے۔ پس صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وراثت کا حقدار قرار دینا اور دیگر ورثاء کو محروم کر دینا قرآنی آیات کی صریح خلاف ورزی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کے ذریعہ پیغام بھیجا اور حضور کی میراث کا مطالبہ کیا جو مدینے اور فدک میں بطور فے اور خیبر کے خمس میں سے حضور ﷺ کو ملا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ، لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ فِيْ هٰذَا الْمَالِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئاً مِنْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَنْ حَالِهَا الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهَا فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَاعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، جو مال ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ البتہ آلِ رسول ﷺ اس مال میں سے کھاتے رہیں گے۔ (پھر فرمایا) خدا کی قسم! میں حضور کے صدقہ (خرچ کرنے کے طریقے) میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا۔ جس طرح وہ عہدِ نبوت میں خرچ ہوتا تھا اسی طرح اب بھی خرچ ہوگا اور میں ان اموال میں ایسا ہی کروں گا جس طرح رسول کریم ﷺ کیا کرتے تھے"۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد، صحیح مسلم کتاب الجہاد)

آپ غور فرمائیے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فدک کا مطالبہ ہوا تو آپ نے حدیثِ رسول سنائی اور یہ بھی فرمایا کہ اس کی آمدن آلِ رسول ﷺ پر صرف ہوگی اور جس طرح میرے آقا و مولیٰ ﷺ اسے خرچ فرماتے تھے، میں اُن کی اتباع میں اسی طرح خرچ کروں گا۔ کیا اس میں کوئی قابلِ اعتراض بات ہے؟ یقیناً ہرگز نہیں۔

بعض منکرین اندھے تعصب میں یہ افترا کرتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

نے اہلبیت کا حق غصب کرنے کے لیے خود سے گھڑ لی (معاذ اللہ)۔حق یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد اکابر صحابہ کرام سے مروی ہے۔

حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص آئے، پھر حضرت علی اور حضرت عباس بھی آ گئے رضی اللہ عنہم۔آپ نے پہلے اول الذکر صحابہ سے دریافت کیا، ''کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے''۔سب نے کہا، ہاں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی و حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے مخاطب ہو کر فرمایا، میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا آپ دونوں جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمائی ہے؟ ان دونوں حضرات نے اقرار کیا، بیشک رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے۔(صحیح بخاری کتابُ الجہاد، صحیح مسلم کتابُ الجہاد)

صحیح بخاری کتابُ الفرائض میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد، حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مذکور ہیں۔(ترمذی ابواب السیر)

اس طرح اس حدیث کے مندرجہ ذیل راوی ہوئے۔

1۔حضرت ابوبکر، 2۔حضرت عمر، 3۔حضرت عثمان، 4۔حضرت علی، 5۔حضرت عباس، 6۔حضرت عائشہ، 7۔حضرت طلحہ، 8۔حضرت زبیر، 9۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، 10۔حضرت سعد بن ابی وقاص، 11۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم۔

ان میں سے آٹھ صحابہ کرام عشرہ مبشرہ ہیں۔اب خاندانِ اہلبیت کی ایک اہم گواہی ملاحظہ کیجیے۔حضرت زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم نے فرمایا، اگر میں حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو میں بھی فدک کے متعلق وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ (سننِ الکبریٰ للبیہقی ج۶:۳۰۲)

شیعہ حضرات کی مشہور و معتبر کتاب اصول کافی میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، ''علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ بیشک انبیاء کسی کو درہم و دینار (یعنی مال) کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں''۔ (اصولِ کافی صفحہ ۱۸)

کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئیں؟

شیعہ حضرات بخاری کی ایک روایت سے یہ وسوسہ اندازی کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فدک نہ ملنے پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئی تھیں اور زندگی بھر ان سے قطع تعلق کیے رکھا۔ یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اسوۂ جمیلہ پر عظیم بہتان ہے۔

رسول کریم ﷺ نے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرنے کو حرام کیا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیاوی مال نہ ملنے کے غم میں چھ ماہ تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض رہی ہوں، جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فدک کی آمدن دینے سے قطعاً انکار نہیں کیا بلکہ حدیثِ رسول ﷺ سنا کر یہ فرمایا کہ اس کی آمدن آلِ رسول ﷺ پر خرچ کی جائے گی۔ کوئی مومن یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ حدیثِ رسول ﷺ سن کر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئی ہوں۔

اب ہم اس روایت کے الفاظ پر غور کرتے ہیں۔ فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلٰی اَبِیْ بَكْرٍ فِیْ ذٰلِكَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰی تُوُفِّيَتْ۔

''حضرت فاطمہ اس پر حضرت ابوبکر سے ناراض ہوگئیں اور ان سے اس کے متعلق کلام نہ کیا یہانتک کہ انتقال کرگئیں''۔

دوسری روایت کے الفاظ ہیں، فغضبت فاطمة وهجرت ابابكر۔ ''پس ناراض

ہوئیں فاطمہ اور ابو بکر سے اس معاملے میں بات کرنا چھوڑ دی''۔
یہ بات قابلِ غور ہے کہ فَوَجَدَت یا فَغَضَبَتْ کے الفاظ نہ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہیں اور نہ ہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بلکہ یہ بعد کے راویوں میں سے کسی کی قیاس آرائی ہے۔ راوی نے ظاہری واقعہ سے جو نتیجہ اخذ کیا وہ اس نے بیان کر دیا۔ راوی کا عادل اور ثقہ ہونا اپنی جگہ لیکن نتیجہ اخذ کرنا غلط فہمی پر مبنی ہے۔
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے حدیثِ رسول سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خاموش ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ حدیثِ رسول ﷺ سن کر مطمئن ہو گئیں۔ اور ترکِ کلام کی حقیقت یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس مال کے بارے میں پھر گفتگو نہ کی۔
اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو عمرو بن شیبہ سے مروی ہے،
فلم تکلمه فی ذلک المال۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے اس مال کے بارے میں پھر کبھی کوئی گفتگو نہ کی۔ (نزھۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۰)
ویسے بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا لوگوں سے بہت کم میل جول رکھتیں اور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد ان کی جدائی کے غم میں تو آپ علیل اور گوشہ نشین ہو گئی تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب بیمار ہوئیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور انکی رضا مندی چاہتے ہوئے فرمایا،
میرا تمام مال اور میری تمام اولاد سب اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اہلبیت کی رضا کے لیے وقف ہے۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنن الکبریٰ ج ۶ ص ۳۱۰)
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا مندی چاہنا بالکل ویسے ہی ہے جیسے کوئی کسی جاں بہ لب مریض سے معافی کا خواستگار ہو کر اس کی رضا مندی اور دلجوئی

چاہتا ہے اور مریض اپنے راضی ہونے کا اظہار کرتا ہے۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعی حقیقت میں کوئی ناراضگی تھی۔فدک کے مسئلہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی رہنا تو شیعہ حضرات کی کتب سے بھی ثابت ہے۔

شیعہ عالم کمال الدین میثم البحرانی لکھتے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب یہ فرمایا، ''میں اللہ کو گواہ بنا کر عہد کرتا ہوں کہ فدک کے معاملے میں وہی کچھ کروں گا جس طرح رسول کریم ﷺ کیا کرتے تھے''، یہ سن کر حضرت سیدہ راضی ہوگئیں اور اس بات پر عمل پیرا رہنے کا پختہ وعدہ کرلیا۔(شرح نہج البلاغۃ جلد ۵ ص ۱۰۷)

ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر نہ دی۔اس کی وجہ شارحین نے یہ لکھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لیے پہلے ہی سے وہاں موجود تھیں بلکہ انہیں غسل وکفن بھی آپ ہی نے دیا۔اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اطلاع نہیں دی کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اطلاع کردی ہوگی۔ بلکہ بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہی حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

طبقات ابن سعد میں امام شعبی اور امام ابراھیم نخعی رحمہما اللہ سے دو روایتیں موجود ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر نے پڑھائی۔

الحمد للہ! ان دلائل سے ثابت ہوگیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی قسم کی ناراضگی نہیں تھی اور وہ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کے مظہر تھے۔

اب آخر میں ایک دلچسپ واقعہ پیشِ خدمت ہے جسے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں تحریر کیا ہے۔

جب بنو عباس کا پہلا خلیفہ سفاح پہلا خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہوا تو ایک شخص قرآن

پاک گلے میں لٹکائے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا، اے خلیفہ! میرے اور میرے دشمن کے درمیان اس قرآن کے مطابق فیصلہ کر۔ خلیفہ نے پوچھا، تیرا دشمن کون ہے؟ وہ بولا، میرا دشمن ابوبکر ہے جس نے اہلبیت کو فدک نہیں دیا۔ خلیفہ نے پوچھا، کیا ابوبکر نے تجھ پر ظلم کیا؟ اس نے کہا، ہاں۔ پھر پوچھا، کیا اسکے بعد والوں نے بھی ظلم کیا؟ اس نے کہا، ہاں۔ خلیفہ نے پوچھا، کیا عثمان نے بھی؟ کہا، ہاں۔ پوچھا، کیا علی نے بھی ظلم کیا؟ اب اس پر سکتہ طاری ہو گیا اور وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔

حق یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے فدک کی آمدن کو صرف کیا، حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں انہی کی پیروی کی اور از راہِ وراثت کسی کو اس میں سے کچھ نہ دیا۔ اگر فدک وراثت ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس کی تقسیم فرض تھی لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور بعد کے ائمہ اہلبیت نے سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے طریقے کی پیروی کر کے یہ ثابت کر دیا کہ حدیث "**لا نورث ما ترکنا صدقة**" حق ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کب بیعت ہوئے؟

امام بخاری اور امام مسلم نے ابن شہاب زہری کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر سے بیعت کر لی۔

اسی روایت میں مذکور ہے کہ "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلمۂ شہادت پڑھ کر فرمایا، اے ابوبکر! ہم آپ کی فضیلت کو پہچانتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے (یعنی خلافت و مرتبہ) اسے بھی جانتے ہیں اور اسے آپ سے چھیننا نہیں چاہتے لیکن آپ نے خود ہی یہ (حکومت) حاصل کر لی (یعنی ہمیں مشورہ میں شریک نہیں کیا) حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کی بناء پر ہم بھی اس (مشورے) میں اپنا حق سمجھتے

تھے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں سے زیادہ محبوب ہے اور جن اموال کی وجہ سے میرے اور تمہارے درمیان اختلاف ہوا ہے، میں نے ان میں سے کسی حق کو ترک نہیں کیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو جو کام کرتے ہوئے دیکھا میں نے انہیں ترک نہیں کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا، میں دو پہر کے بعد بیعت کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ ظہر کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے منبر پر کلمۂ شہادت پڑھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیعت میں تاخیر کرنے کا عذر بیان کیا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلمۂ شہادت پڑھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حق کی عظمت بیان کی اور یہ بتایا کہ انکی تاخیر کا سبب یہ نہیں کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خلاف خلافت میں رغبت رکھتے تھے اور نہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا انکار کرتے تھے جو رب تعالیٰ نے انہیں دی ہے بلکہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس حکومت (کے مشورے) میں ہمارا بھی کچھ حق ہے جس سے انہوں نے ہمیں محروم کر دیا (یعنی ہمارے مشورے کے بغیر خلیفہ کا انتخاب کرلیا) اس سے ہمیں دکھ پہنچا۔

اس بیان سے مسلمان خوش ہو گئے اور سب نے کہا، آپ نے درست فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اس معروف کام کو اختیار کرلیا تو مسلمان پھر ان کی طرف مائل ہو گئے۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد، صحیح مسلم کتاب الجہاد)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے متعلق اپنی تحقیق یوں بیان کی ہے، ''زہری کی یہ روایت منقطع ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

بھی عام بیعت کے وقت ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تھی۔
مذکورہ روایت سے شاید زہری کی مراد یہ ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت کرنے کے بعد چھ ماہ تک گھر میں (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں) مصروف رہے اور اس کے بعد دوبارہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور بیعت کے تقاضے پورے کیے"۔
(سنن الکبریٰ ج ۶: ۳۰۰)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی جس روایت کا ذکر کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے، آپ نے فرمایا،
جب رسول کریم ﷺ کا وصال ہوا تو انصار میں سے ایک شخص نے کہا، اے مہاجرین! جب رسول اللہ ﷺ تم میں سے کسی شخص کو کہیں کا عامل بناتے تو ہم میں سے بھی ایک شخص کو اس کے ساتھ عامل بناتے۔ اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ خلافت کے لیے بھی دو شخص مقرر کیے جائیں، ایک تم میں سے ہو اور ایک ہم میں سے۔ پھر دوسرے انصاری مقررین نے بھی اسی طرح کی تقاریر کیں۔ ان کے بعد حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا،
رسول اللہ ﷺ مہاجرین میں سے تھے لہٰذا ان کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہیے اور جس طرح ہم رسول کریم ﷺ کے انصار تھے اس طرح ہم ان کے خلیفہ کے بھی انصار و مددگار رہیں گے۔ یہ کہہ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا، یہ تمہارے صاحب اور امیر ہیں، اِن سے بیعت کر لو۔ پھر سب نے بیعت کر لی۔
جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے اور لوگوں پر نظر ڈالی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نظر نہیں آئے۔ آپ نے اِنکے متعلق دریافت کیا۔ بعض انصاری انہیں بلا کر لائے۔
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد اور داماد! کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اے رسول اللہ ﷺ

کے خلیفہ! مجھے ملامت نہ کریں۔ پھر انہوں نے بیعت کرلی۔
پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجمع میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نہ پایا تو لوگ انہیں بھی بلا کر لائے۔ آپ نے ان سے بھی فرمایا، اے رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد اور آپ کے مددگار! کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں؟
انہوں نے بھی کہا، اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! مجھے ملامت نہ کریں۔ پھر انہوں نے بھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔
امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کر کے فرمایا، یہ حدیث امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۷٦)
امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، شرح بخاری میں فرماتے ہیں، امام ابن حبان اور دیگر محدثین نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شروع ہی میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی تھی اور یہ روایت بخاری و مسلم کی اس روایت سے زیادہ صحیح اور اس پر راجح ہے۔
اگر بخاری و مسلم کی مذکورہ روایت کو تسلیم کیا جائے تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں مشغول رہنے کی وجہ سے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اکثر وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مجلس سے غیر حاضر رہے تھے اس لیے لوگوں کے اطمینان کی خاطر آپ نے دوبارہ آکر بیعت کی تجدید کی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۹۵)
سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلافت کا اصل حقدار جانتے تھے، یہ بات متعدد روایات سے ثابت ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، ہمیں اس بات سے تکلیف پہنچی کہ ہمیں خلافت کے مشورے میں شریک نہیں کیا گیا حالانکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے یارِ غار ہیں، ہم

ان کے شرف و بزرگی کو پہچانتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ ظاہری میں آپ کو نمازوں کی امامت کا حکم فرمایا تھا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۴۳، حاکم)

اس بات کی تائید سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

"جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو ہم نے خلافت کے متعلق غور کیا۔ ہم نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نمازوں کے لیے ہم سب کا امام بنایا تھا۔ پس ہم اپنی دنیا یعنی خلافت کے معاملے میں اس شخص سے راضی ہو گئے جس پر ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ ہمارے دین کے معاملے میں راضی تھے"۔

(طبقاتِ ابن سعد ج ۳: ۱۸۳)

چند شبہات کا ازالہ:

روافض یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نو ہجری میں پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بنایا تھا پھر آپ کو معزول کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرما دیا۔

یہ بات بالکل غلط ہے۔ دراصل اسوقت تک کعبہ میں مشرکین برہنہ طواف کیا کرتے تھے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج بنا کر بھیجا اور انہیں حج کے تحریری احکام بھی عطا فرمائے۔ پھر ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ مشرکین کو سورہ توبہ کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنا دیں۔

جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے تو آپ نے پوچھا، امیر بن کر آئے ہو یا مامور؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میں مامور ہوں۔ آٹھ ذوالحجہ کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کا خطبہ دیا اور لوگوں کو حج کے مسائل سکھائے۔ دس ذوالحجہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سورہ توبہ کی آیات سنائیں اور حضور ﷺ کے احکام پہنچائے۔
(تفسیر روح المعانی)

عربوں میں معروف رواج تھا کہ جب کوئی معاہدہ کرنا یا توڑنا ہوتا تو یہ کام یا تو صاحبِ معاملہ خود کرتا یا اسکا کوئی قریبی رشتہ دار، تا کہ شک وشبہ نہ رہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے مشرکوں سے برأت کا اعلان کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ اعلان کرنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تنہا نہیں تھے۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت کے ساتھ یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی برہنہ طواف کرے۔

ترمذی وحاکم وبیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ اعلان کرتے اور جب وہ تھک جاتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ اعلان کرتے۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ اس سال امیرِ حج سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ عربوں کے مذکورہ رواج کو پورا کرنے آئے تھے۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مقرر کردہ اعلان کرنے والوں کو معزول نہیں کیا بلکہ ان کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا شریکِ کار بنا دیا۔

روافض کا دوسرا شبہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے مرض الوصال میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پہلے امام مقرر فرمایا تھا مگر بعد میں امامت سے معزول کر دیا تھا۔ لعنة الله على الكاذبين۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیر کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ کو نماز فجر پڑھا رہے تھے کہ اچانک رسول کریم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ اٹھا کر لوگوں کو صفیں باندھے دیکھا تو تبسم فرمایا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس خیال سے پیچھے ہٹنے لگے کہ شاید آقا ومولیٰ ﷺ نماز میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے ہاتھ مبارک کے اشارے سے فرمایا، اپنی نماز پوری کرو۔ پھر آپ نے حجرے کا پردہ گرا دیا۔ اور اسی روز چاشت کے وقت آپ کا

وصال ہو گیا۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہو گیا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے وصالِ ظاہری تک امامت فرماتے رہے اور اس بارے میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا اور اسی بات کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی خلافت کی دلیل سمجھ کر آپ سے بیعت کی جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ کی بیماری کے ایام میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سترہ (١٧) نمازوں کی امامت فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے اپنی امت میں سے سوائے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی البتہ ایک سفر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک رکعت ادا فرمائی ہے۔ یہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایسا اعزاز ہے جو دیگر خلفائے راشدین میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

روافض یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ائمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم نے سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی جو تعریف کی ہے وہ محض تقیہ کے طور پر ہے یعنی جو وہ لوگوں سے کہتے تھے، انکے دِل میں اس کے برعکس ہوتا تھا۔ (معاذ اللہ)

بلاشبہ ایسا عقیدہ شیرِ خدا اور ائمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم پر عظیم بہتان ہے۔ امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو جحیفہ محبت کی بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس امت کا افضل ترین شخص کہا کرتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ابو جحیفہ لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے بہت مغموم ہے تو آپ نے اسے گھر بلا کر فرمایا، میں تجھے اس امت کے افضل ترین شخص کے بارے میں بتاؤں؟ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات مجھ سے بالمشافہ کہی، میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا کہ جب تک میں زندہ ہوں، ان کی اس حدیث کو نہیں چھپاؤں گا۔

جو کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس بات کو تقیہ کہتا ہے وہ بے عقل اور کذاب ہے۔ یہ بات آپ نے علیحدگی میں اپنے زمانۂ خلافت میں کہی ہے پھر آپ نے اسے کوفہ کے منبر پر بھی بیان فرمایا ہے اور کوفہ میں آپ اہلِ بصرہ کی جنگ سے فراغت کے بعد تشریف لائے ہیں۔ یہ بات نہایت قوی اور زبردست نافذ ہونے والا حکم ہے کیونکہ یہ بات آپ نے حضراتِ شیخین کے وِصال کے طویل عرصہ بعد فرمائی ہے۔

جب امام باقر رضی اللہ عنہ نے حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما سے محبت کا اظہار کیا تو کسی نے کہا، لوگوں کا خیال ہے کہ آپ یہ بات تقیہ کے طور پر کہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، زندوں سے ڈرا جاتا ہے نہ کہ مُردوں سے۔ اللہ تعالیٰ ہشام بن عبدالملک کے ساتھ اس طرح سلوک کرے۔

پھر امام ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں، اس جلیل القدر امام نے ہشام کے لیے بددعا کر کے منحوس تقیہ کا باطل ہونا واضح کیا کیونکہ ہشام آپکے زمانے کا طاقت وشوکت والا بادشاہ تھا۔ جب آپ اس سے نہیں ڈرے جس کی حکومت وشوکت اور قوت وقہر سے لوگ ڈرتے تھے تو آپ ان سے کیسے ڈر وخوف رکھتے جو وصال پا چکے تھے اور جنہیں ظاہری طور پر حکومت واقتدار بھی حاصل نہیں تھا۔

جب امام باقر رضی اللہ عنہ کا یہ حال ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جبکہ ان کے اور امام باقر رضی اللہ عنہ کے درمیان قوت وشجاعت، کثرتِ تعداد وتیاری اور سخت جنگ کرنے میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ وہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔

حق یہی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی مدح وثناء فرمائی ہے اور انہیں امت میں افضل ترین قرار دیا ہے۔

(الصواعق المحرقۃ: ۹۱، ۹۲، ملخصاً)

سبائی فتنہ کی ابتدا:

ابن عساکر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن سبا ایک یمنی سیاہ فام لونڈی کا بیٹا ہے۔ یہ یہودی تھا، اس نے اپنا اسلام ظاہر کر کے مسلمانوں میں شر و فساد پھیلانے کے لیے کئی شہروں کے دورے کیے۔

علماء کہتے ہیں، یہ اپنی یہودیت کے زمانے میں یوشع بن نون علیہ السلام کے بارے میں غلو کرتے ہوئے کہا کرتا تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی ہیں۔ اسلام ظاہر کر کے اسی قسم کی بات یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہنے لگا کہ وہ حضور ﷺ کے وصی ہیں۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے یہ مشہور کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا عقیدہ رکھنا فرض ہے۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین پر اعلانیہ تبرا کیا اور ان کو کافر کہا۔

حافظ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ بعض لوگوں نے سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو اس لیے برا کہنے کی جرأت کی ہے کہ وہ اس معاملے میں آپ کو اپنا ہم خیال سمجھتے ہیں۔ یہ نظریہ رکھنے والوں میں عبداللہ بن سبا بھی ہے جس نے سب سے پہلے اس خیال کا اظہار کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

"میں ان کے متعلق اپنے دل میں ایسے خیالات رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ جو شخص ان کے متعلق خوبی اور اچھائی کے سوا کوئی اور بات اپنے دل میں پوشیدہ رکھتا ہو، اس پر اللہ کی لعنت ہو"۔

پھر آپ نے ابن سبا کو شہر بدر کر کے مدائن کی طرف بھیج دیا۔ ائمہ کہتے ہیں کہ ابن سبا یہودی تھا جس نے اسلام ظاہر کیا تھا۔ یہ روافض کے گروہ کا بڑا راہنما تھا۔ ان لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت شہر بدر کیا جب انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اُلوہیت پائی جاتی ہے۔ (الصواعق المحرقة: ۹۵)

ابو الجلاس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابن سبا سے یہ فرماتے ہوئے خود سنا کہ

''اللہ کی قسم! مجھے رسول کریم ﷺ نے کوئی ایسی راز کی بات نہیں بتائی جس کو کسی سے چھپایا ہو، اور میں نے آقا و مولیٰ ﷺ کا یہ ارشاد خود سنا کہ قیامت سے پہلے تیس جھوٹے دجال ہونگے، تو بھی انہی میں سے ایک ہے''۔ (لسان المیزان ج۳: ۲۹۰)

امام دار قطنی رحمہ اللہ نے ایک طویل روایت تحریر کی ہے جس کے آخر میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر بیٹھ کر حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی مدح وثناء فرمائی اور آخر میں فرمایا،

''اُس ذات کی قسم جو دانے کو پھاڑتا اور جان کو پیدا کرتا ہے، ان دونوں سے صاحبِ فضیلت مومن محبت کرتا ہے جبکہ بد بخت اور دین سے نکل جانے والا ان سے بغض اور مخالفت رکھتا ہے''۔

بعض روایات کے مطابق یہ بھی فرمایا، ''لوگو سن لو! اگر مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ فلاں شخص مجھے حضراتِ شیخین پر فضیلت دیتا ہے تو میں اسے بہتان لگانے والے کی حد یعنی اَسّی (۸۰) دُرے لگاؤں گا''۔ (الصواعق المحرقۃ: ۹۰، ۹۶)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ابن سبا نے:-

اولاً: لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جاننے کی دعوت دی۔

ثانیاً: صحابہ اور خلفائے راشدین کو کافر و مرتد قرار دینے کی بات کی۔

ثالثاً: لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدا ہونے کی دعوت دی۔

اس نے اپنے پیروؤں میں سے ہر ایک کو اسکی استعداد کے مطابق اغوا و اضلال کے جال میں پھانسا۔ پس وہ علی الاطلاق رافضیوں کے تمام فرقوں کا مقتدا ہے۔

(تحفہ اثنا عشریہ: ۹۷)

☆☆☆☆
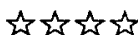
سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما آقا و مولیٰ ﷺ کے صحابی، اُمّ المؤمنین سیدہ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی اور کاتبِ وحیِ الٰہی ہیں۔ ۷ھ میں اسلام قبول کیا مگر اپنے والدین کے خوف سے اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ ۸ھ میں فتحِ مکہ کے بعد جب آپ کے والدین اسلام لے آئے تو آپ نے بھی اپنے اسلام کا اظہار کر دیا۔ آپ رسول کریم ﷺ کی قیادت میں غزوۂ حنین میں شریک ہوئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوی میں وحی کی کتابت اور خطوط کی کتابت کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے۔ آپ سے ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) احادیث مروی ہیں۔ سیدنا ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور دیگر صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ عنہم آپ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی راویوں کے متعلق سخت شرائط ہیں، انہوں نے بھی آپ سے صحیحین میں کئی احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرکارِ دوعالم ﷺ کو یہ فرماتے سنا، الٰہی! معاویہ کو حساب کتاب سکھا دے اور اس کو عذاب سے محفوظ رکھ۔

(تاریخ الخلفاء: ۲۸۷، مسند احمد)

آپ فہم و تدبر، علم و دانائی اور صبر و تحمل میں بڑے مشہور تھے۔ ایک بار حضور ﷺ نے آپ کے لیے یہ دعا فرمائی، "اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما"۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن غیب جاننے والے آقا و مولیٰ ﷺ نے مجھ سے فرمایا، اے معاویہ جب تجھے کسی جگہ کا حاکم بنایا جائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل و انصاف پر قائم رہنا۔ مجھے اس وقت سے یقین ہو گیا تھا کہ مجھے حکومت کی ذمہ داری سونپی جائے گی۔ (ازالۃ الخفاء ج ۴: ۵۱۵، احمد، ابویعلیٰ)

حضرت معاویہ ﷛ کا ارشاد ہے کہ مجھے خلافت ملنے کی اُسوقت سے امید پیدا ہوگئی تھی جب آقا و مولیٰ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ”اے معاویہ! جب تم بادشاہ بن جاؤ تو لوگوں سے اچھی طرح پیش آنا“۔

(تاریخ الخلفاء: ۲۸۷، ابن ابی شیبہ، طبرانی فی الکبیر)

سیدنا ابوبکر ﷛ نے اپنے دورِ خلافت میں دمشق فتح ہونے کے بعد وہاں کا گورنر آپ کے بڑے بھائی حضرت یزید بن ابوسفیان ﷛ کو مقرر کیا۔ ان کے انتقال کے بعد سیدنا عمر ﷛ نے حضرت معاویہ ﷛ کو انکی جگہ گورنر بنا دیا۔ بعد میں حضرت عثمان ﷛ نے اپنے دورِ خلافت میں آپ کو پورے شام کا گورنر بنا دیا۔ آپ کی حکمرانی کا عرصہ شمار کیا جائے تو ۱۷ھ سے ۶۰ھ تک تینتالیس سال آپ نے کامیاب حکومت کی ہے۔

سیدنا عثمان ﷛ کی شہادت کے بعد جب سیدنا علی ﷛ خلیفہ ہوئے تو حضرت امیر معاویہ ﷛ نے ان سے حضرت عثمان ﷛ کے قصاص کا مطالبہ کیا۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ابومسلم خولانی ﷛ کچھ لوگوں کے ہمراہ حضرت معاویہ ﷛ کے پاس گئے اور ان سے دریافت کیا، آپ علی ﷛ سے جنگ کررہے ہیں، کیا آپ خود کو انکے ہم رتبہ سمجھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا،

خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ حضرت علی ﷛ مجھ سے افضل و برتر ہیں اور میری نسبت حکومت و خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ مگر کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عثمان ﷛ ظلم سے شہید کیے گئے اور میں ان کا چچا زاد ہوں۔ میں ان کا ولی اور ان کے خون کے قصاص کا طالب ہوں۔ حضرت علی ﷛ سے عرض کرو کہ وہ حضرت عثمان ﷛ کے قاتلوں کو میرے حوالے کردیں، میں فوراً ان سے بیعت کرلوں گا۔ (البدایہ والنہایہ)

معلوم ہوا کہ سیدنا معاویہ ﷛ کو سیدنا علی ﷛ کی خلافت سے کوئی اختلاف نہیں تھا۔

شریح بن عبید ﷛ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی ﷛ سے کہا، اے امیر

المؤمنین !اہلِ شام پر لعنت کیجیے۔ یہ سنتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اہلِ شام پر لعنت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ میں رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شام میں ابدال ہیں۔(احمد، مشکوٰۃ)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم نورِ مجسم ﷺ نے فرمایا، میں نے ایک نور کا ستون دیکھا جو میرے سر کے نیچے سے نکل کر بلند ہوتا ہوا ملک شام پر جا کر ٹھہر گیا۔(مشکوٰۃ، دلائل النبوۃ للبیہقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، خلافت مدینہ منورہ میں اور بادشاہت شام میں ہوگی۔(مشکوٰۃ، دلائل النبوۃ للبیہقی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو اول ملوکِ اسلام اور سلطنتِ محمدیہ ﷺ کے پہلے بادشاہ ہیں۔ اس کی طرف توراتِ مقدس میں بھی اشارہ ہے کہ: مولدہٗ بمکۃ ومھاجرہٗ طیبۃ وملکہٗ بالشام۔"وہ نبی آخر الزماں ﷺ مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی"۔تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ ﷺ کی۔(اعتقاد الاحباب:۴۵)

عروہ بن رُوَیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، اے محمد ﷺ! مجھ سے کشتی لڑو۔اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا، میں تجھ سے کشتی لڑوں گا۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا، معاویہ کبھی مغلوب نہ ہوگا۔چنانچہ کشتی ہوئی اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے پچھاڑ دیا۔جب جنگِ صفین ہو چکی (تو عروہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بتائی) اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عروہ سے فرمایا، اگر تو اس حدیث کو مجھ سے ذکر کر دیتا تو میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔(ازالۃ الخفاء ج۴:۵۱۶، ابن عساکر)

جنگِ صفین سے واپسی پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے لوگو! تم معاویہ کی حکومت کو ناپسند

نہ کرو۔ یاد رکھو! اگر تم نے معاویہ کو کھو دیا تو تم دیکھو گے کہ لوگوں کے کندھوں سے انکے سر اس طرح گریں گے جیسے اندرائن کے پھل گرتے ہیں۔

(ازالۃ الخفاء ج ۴: ۵۳۷، البدایہ والنہایہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگِ صفین کے دن اپنے ہونٹ چبا رہے تھے کہ اگر میں جان لیتا کہ صورتِ حال ایسی ہو جائے گی تو میں جنگ کے لیے نہ نکلتا۔

(ازالۃ الخفاء ج ۴: ۵۳۶)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ زار و قطار رونے لگے۔ آپ کی اہلیہ نے کہا، زندگی میں تو آپ ان سے لڑتے رہے ہیں، اب ان کی شہادت کی خبر سن کر رو کیوں رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا، کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ اس امت نے آج کس قدر عظیم علم و فضل اور فقہ کو کھو دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ چھ ماہ خلیفہ رہے۔ اگر چاروں خلفائے راشدین کی خلافت کی مدت کو جمع کیا جائے تو یہ ساڑھے اُنتیس سال کا عرصہ بنتا ہے اور اگر اس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کا عرصہ یعنی چھ ماہ بھی جمع کر لیا جائے تو کُل مدت پورے تیس سال ہو جاتی ہے جو کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عالیشان کے مطابق خلافتِ راشدہ کی کُل مدت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، ''میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر ملوکیت ہو جائے گی''۔ اس حدیث کو تمام اصحابِ سنن نے لکھا اور ابنِ حبان رحمہم اللہ نے اس کو صحیح کہا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے چند شرائط پر صلح کر لی اور یوں آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معجزہ ظاہر ہو گیا جو آپ نے فرمایا تھا کہ ''میرا یہ بیٹا مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا''۔ جب آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت

سے دستبردار ہو گئے تو ایک شخص نے کہا، آپ نے مسلمانوں کو ذلیل کر دیا۔ آپ نے فرمایا، یوں مت کہو، کیونکہ میں نے آقا و مولیٰ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ شب و روز کا سلسلہ چلتا رہے گا یہانتک کہ معاویہ حاکم بن جائے گا۔ پس مجھے یقین ہو گیا کہ تقدیرِ الٰہی واقع ہو گئی ہے تو میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ اپنی حکومت کے لیے دونوں جانب کے مسلمانوں میں قتال اور خونریزی کراؤں۔ (البدایہ والنہایہ جز ۸)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ آپ کی بیوی جعدہ کو یزید نے خفیہ طور پر یہ پیغام بھیجا کہ اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیدو تو میں تم سے نکاح کر لوں گا۔ اس فریب میں آ کر بدنصیب جعدہ نے آپ کو زہر دیدیا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ جعدہ نے یزید کو لکھا کہ اپنا وعدہ پورا کرے تو اس نے جواب دیا، جب میں تجھ کو حسن کے نکاح میں گوارا نہیں کر سکا تو اپنے نکاح میں کس طرح گوارا کروں گا۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۸۲)

امام حسین رضی اللہ عنہ نے بہت کوشش کی کہ آپ زہر دینے والے کی نشاندہی کر دیں لیکن آپ نے نام بتانے کی بجائے یہ فرمایا، "مجھے جس پر گمان ہے اگر وہ اصل میں قاتل نہ ہوا تو کوئی بیگناہ قتل ہو جائے گا اور اگر وہی میرا قاتل ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے"۔ آپ کی شہادت ۵۰ھ میں ہوئی۔

بعض متعصب و گمراہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیتے ہوئے ان پر لعن طعن کرتے ہیں۔ باغی کے متعلق قرآن عظیم کا حکم ہے، فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ۔ "تو اُس زیادتی والے سے لڑو یہانتک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے"۔ (الحجرات: ۹، کنزالایمان)

اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باغی ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لازم تھا کہ ان سے مسلسل جنگ کرتے یہانتک کہ وہ آپ کی خلافت کو تسلیم کر لیتے۔ لیکن آپ نے جنگ ختم کر دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی

نہیں تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک فوج جرار کے ساتھ عین معرکۂ جنگ میں ہتھیار رکھ دیے اور خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی (اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمالی)۔

اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ العیاذ باللہ فاجر یا ظالم یا غاصب تھے تو الزام امام حسن رضی اللہ عنہ پر آتا ہے کہ انہوں نے خلافت وحکومت خود اپنے اختیار وارادے سے ایسے شخص کے حوالے کردی اور اسلام و مسلمین کی خیر خواہی کا خیال نہ فرمایا۔ اگر مدتِ خلافت ختم ہو چکی تھی اور آپ کو خود بادشاہت منظور نہیں تھی تو صحابۂ حجاز میں کیا کوئی حکومت و دینی امور کے نظم و نسق کے قابل نہیں تھا جو حکومت انہیں کے حوالے کردی؟

خدا کی قسم! یہ اعتراض تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے کہ جنہوں نے اپنی پیش گوئی میں ان کے اس فعل (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح) کو پسند فرمایا اور انکی سیادت کا نتیجہ ٹھہرایا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا، ''میرا یہ بیٹا سید ہے، مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل اس کے باعث اسلام کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے''۔ (اعتقاد الاحباب: ۶۸)

بقول صدرُ الشریعہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر معاذ اللہ فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقتاً حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ اللہ عزوجل پر طعن کرتا ہے۔

(بہارِ شریعت حصہ ۱: ۷۸)

علامہ شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض شرح شفا میں فرماتے ہیں، جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے، وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ (اعتقاد الاحباب: ۴۳)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے۔ ان کا مجتہد ہونا سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حدیثِ صحیح بخاری میں بیان فرمایا ہے۔ مجتہد سے صواب وخطا دونوں صادر ہوتے ہیں۔ خطا دو قسم

کی ہے، ''خطاء عنادی''، یہ مجتہد کی شان نہیں۔اور ''خطاء اجتہادی''، یہ مجتہد سے ہوتی ہےاور اس میں اس پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصلاً مؤاخذہ نہیں۔
(بہارِ شریعت حصہ ا:۷۷)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی دلیل یہ آیت ہے، مَنْ قُتِلَ مَظْلُوماً فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰناً۔(بنی اسرائیل:۳۳)''جو ناحق مارا جائے تو بیشک ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے''۔(کنزالایمان)

یعنی جو مظلوم قتل کر دیا جائے تو اس کے وارث کو قصاص کا حق ہے۔اسی بناء پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا مطالبہ کر رہے تھے جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گرد بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں پیش پیش تھے اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے حکومت مستحکم کیے بغیر قصاص لینا ممکن نہ تھا۔

بس یہ بات ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام کے باہم جو واقعات ہوئے، ان پر اپنی رائے دینا یا کسی کو قصوروار بتانا سخت حرام ہے۔ہمیں تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب آقا و مولیٰ ﷺ کے جاں نثار، سچے غلام اور صحابیت کا شرف رکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ غبار جو حضورِ اکرم ﷺ کی ہمراہی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا، وہ بھی عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے افضل ہے۔(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

صدرُ الشریعہ علامہ امجد علی قادری رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

کسی صحابی کے ساتھ سوءِ عقیدت بدمذہبی وگمراہی اور استحقاقِ جہنم ہے کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ بغض ہے۔ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے۔مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان اور

والدہ ماجدہ حضرت ہند۔ اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص و حضرت مغیرہ بن شعبہ و حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام اَخبثُ الناس خبیث مسیلمہ کذاب ملعون کو واصلِ جہنم کیا۔ ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی۔ یہ اگر چہ حضرات شیخین کی توہین کی مثل نہیں ہوسکتی کہ انکی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔ (بہارِ شریعت حصہ ا:۷۷)

مشاجراتِ صحابہ کرام:

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنہوں نے مشاجرات ومنازعات کیے، ہم اہلسنت ان میں حق، مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی جانب مانتے ہیں اور ان سب کو (مورد لغزش) بر غلط وخطا۔ اور حضرت علی اسد اللہ رضی اللہ عنہ کو ان سب سے اکمل واعلیٰ جانتے ہیں۔ چونکہ ان حضرات کے مناقب وفضائل میں احادیث مروی ہیں اس لیے ان کے حق میں زبانِ طعن وتشنیع نہیں کھولتے، اور انہیں انکے مراتب پر رکھتے ہیں جو انکے لیے شرع میں ثابت ہیں۔

ان میں کسی کو کسی پر ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے اور ان کے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں اور ان کے اختلاف کو امام ابوحنیفہ وامام شافعی رضی اللہ عنہما جیسا اختلاف سمجھتے ہیں۔ ہم اہلسنت کے نزدیک ان میں سے کسی صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائیکہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہِ رفیع میں طعن کریں۔ خدا کی قسم! یہ اللہ اور رسول ﷺ کی جناب میں گستاخی ہے۔ (اعتقاد الاحباب:۶۳)

محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلسنت وجماعت سب صحابہ کرام کو نیک ومتقی جانتے ہیں اور انکے باہمی اختلافات کی تفاصیل پر نظر کرنا حرام سمجھتے ہیں کیونکہ اس طرح شیطان ان متقی بندوں کے متعلق بدگمان کر کے گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔

چنانچہ آپ رقمطراز ہیں،
''جو فعل کسی (صحابی) کا اگر ایسا منقول بھی ہوا جو نظرِ قاصر (و نگاہِ کوتاہ بیں) میں اُن کی شان سے قدرے گرا ہوا ٹھہرے (اور کسی کوتاہ نظر کو اس میں حرف زنی کی گنجائش ملے، تو اہلسنت) اسے محملِ حسن پر اتارتے ہیں (اور اسے ان کے خلوصِ قلب و حسنِ نیت پر محمول کرتے ہیں) اور اللہ کا سچا قول رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ سن کر آئینہ دل میں زنگِ تفتیش کو جگہ نہیں دیتے (اور تحقیقِ احوال واقعی کے نام کا میل کچیل، دل کے آبگینہ پر چڑھنے نہیں دیتے)، رسول اللہ ﷺ حکم فرما چکے، اِذَا ذُکِرَ اَصۡحَابِیۡ فَاَمۡسِکُوۡا۔ ''جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو باز رہو'' (سوءِ عقیدت اور بدگمانی کو قریب نہ پھٹکنے دو، تحقیقِ حال و تفتیشِ مآل میں نہ پڑو)۔
اپنے آقا ﷺ کا فرمانِ عالی شان اور یہ سخت وعیدیں، ہولناک تہدیدیں (ڈراوے اور دھمکیاں) سن کر زبان بند کر لی اور دل کو سب کی طرف سے صاف کر لیا۔ اور جان لیا کہ ان کے رُتبے ہماری عقل سے وراء ہیں پھر ہم ان کے معاملات میں کیا دخل دیں۔ ان میں جو مشاجرات (صورۃً نزاعات و اختلافات) واقع ہوئے، ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون؟ کہ ایک کی طرف داری میں دوسرے کو برا کہنے لگیں، یا ان نزاعوں میں ایک فریق کو دنیا طلب ٹھہرائیں بلکہ بالیقیں جانتے ہیں کہ وہ سب مصالح دین کے خواستگار تھے۔
(اسلام و مسلمین کی سربلندی ان کا نصب العین تھی پھر وہ مجتہد بھی تھے تو) جس کے اجتہاد میں جو بات دینِ الٰہی و شرعِ رسالت پناہی جل جلالہ و ﷺ کے لیے اصلح و انسب (زیادہ مصلحت آمیز اور احوال مسلمین سے مناسب تر) معلوم ہوئی، اختیار کی۔ گو اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی لیکن وہ سب حق پر ہیں (اور سب واجب الاحترام)۔

ان کا حال بعینہٖ ایسا ہے جیسا فروعِ مذہب میں (خود علمائے اہلسنت بلکہ ان کے مجتہدین مثلاً امام اعظم) ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ و (امام) شافعی رضی اللہ عنہ (وغیرہما) کے اختلافات، نہ ہرگز ان منازعات کے سبب ایک دوسرے کو گمراہ فاسق جاننا نہ ان کا دشمن ہو جانا۔

(جس کی تائید مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ اخواننا بغوا علینا۔ یہ سب ہمارے مسلمان بھائی ہیں جو ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب حضرات آقائے دوعالم ﷺ کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں۔ خدا اور رسول ﷺ کی بارگاہ میں معظم و معزز اور آسمانِ ہدایت کے روشن ستارے ہیں، اصحابی کالنجوم)

اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کے ارشادات سے (اس پاک فرقہ اہلسنت و جماعت نے اپنا عقیدہ اور) اتنا یقین کرلیا کہ سب (صحابہ کرام) اچھے اور عادل وثقہ، تقی، نقی ابرار (خاصانِ پروردگار) ہیں، اور ان (مشاجرات ونزاعات کی) تفاصیل پر نظر، گمراہ کرنے والی ہے۔ (اعتقادُ الاحباب: ۳۸-۴۰)

رب تعالیٰ نے فرمایا، وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ ''ان سب (صحابہ) سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا''۔ کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اجر ملے گا سب ہی کو، محروم کوئی نہ رہے گا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا، ان کے حق میں فرماتا ہے،

اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ''وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں''۔

لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ''وہ جہنم کی بھنک تک نہ سنیں گے''۔

وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ۔ ''وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے''۔

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ۔ ''قیامت کی سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی''۔ تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ ''فرشتے ان کا استقبال کریں گے''۔

هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ یہ کہتے ہوئے کہ ''یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا''۔(سورۃ الانبیاء)

رسولُ اللہ ﷺ کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعن کرے وہ اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔ اوران کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایاتِ کاذبہ ہیں، ارشادِ الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں۔(اعتقادالاحباب:۴۳)

صحابہ کرام انبیاء نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں، ان میں بعض کے لیے لغزشیں ہوئیں مگران کی کسی بات پر گرفت اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کے خلاف ہے۔

اللہ عزوجل نے سورۃ الحدید میں جہاں صحابہ کی دو قسمیں فرمائیں، مومنین قبل فتحِ مکہ اور بعد فتحِ مکہ۔ اور اِن کواُن پر فضیلت دی اور فرمادیا،

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ''سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا''۔

ساتھ ہی ارشاد فرمادیا، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ''اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرو گے''۔(الحدید:۱۰)

تو جب اس نے اُن کے تمام اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ ان سب سے ہم جنت بے عذاب وکرامت وثواب کا وعدہ فرماچکے تو کسی دوسرے کو کیا حق رہا کہ وہ ان کی کسی بات پر طعن کرے۔ کیا طعن کرنے والا اللہ تعالیٰ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے؟(بہارشریعت حصہ ۱:۷۷)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے باہمی قتال پر جو دکھ اور صدمہ ہوا، اسکا اندازہ اس روایت سے کیجیے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگِ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کاش میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے مرجاتا۔(ازالۃ الخفاء ج ۴:۵۳۶، حاکم)

باوجود اختلاف ونزاع کے باہم محبت کا یہ حال تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہلِ جمل کے

متعلق پوچھا گیا، کیا یہ لوگ مشرک ہیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں! یہ لوگ شرک سے دور بھاگتے ہیں۔ پھر پوچھا گیا، کیا یہ منافقین ہیں؟ فرمایا، نہیں! منافقین تو اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت قلیل کرتے ہیں۔ پوچھا گیا، پھر یہ لوگ کون ہیں؟ فرمایا،
یہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں، جو ہمارے خلاف کھڑے ہوئے۔ مگر مجھے امید ہے کہ ہم اُن لوگوں کی مثل ہو جائیں گے جن کے متعلق رب تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ ۔ (الاعراف ۴۳)

''اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لیے، (جنت میں) اُن کے نیچے نہریں بہیں گی۔ اور کہیں گے، سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی''۔
(کنز الایمان از امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے امید ہے کہ میں، عثمان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم اُن میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔
(تفسیر خازن، تفسیر مظہری، ازالۃ الخفاء ج ۴: ۵۲۲)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ یہی روایت نقل کر کے فرماتے ہیں، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کے بعد بھی، ان (صحابہ کرام) پر الزام دینا عقل و خرد سے جنگ ہے، مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے جنگ ہے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ ہے۔ العیاذ باللہ

جب کہ تاریخ کے اوراق شاہدِ عادل ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جونہی اپنی غلطی کا احساس ہوا، انہوں نے فوراً جنگ سے کنارہ کشی کر لی۔

اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک مددگار کے ذریعے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تھی۔

اور تاریخ سے ان واقعات کو کون چھپا سکتا ہے کہ جنگِ جمل ختم ہونے کے بعد مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے برادرِ معظم محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم

دیا کہ وہ جائیں اور دیکھیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خدانخواستہ کوئی زخم وغیرہ تو نہیں پہنچا۔ بلکہ بعجلت تمام خود بھی تشریف لے گئے اور پوچھا، آپ کا مزاج کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، الحمد للہ! اچھی ہوں۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، اور تمہاری بھی۔

پھر مقتولین کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوکر، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی واپسی کا انتظام کیا اور پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں چالیس معزز عورتوں کے جھرمٹ میں ان کو حجاز کی جانب رخصت کیا، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دور تک مشایعت کی، ہمراہ رہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ میلوں تک ساتھ گئے۔

چلتے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجمع میں اقرار فرمایا کہ، ''مجھ کو علی سے نہ کسی قسم کی کدورت پہلے تھی اور نہ اب ہے۔ ہاں ساس داماد میں کبھی کبھی جو بات ہو جایا کرتی ہے اس سے مجھے انکار نہیں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا، ''لوگو! عائشہ سچ کہہ رہی ہیں۔ خدا کی قسم! مجھ میں اور ان میں، اس سے زیادہ اختلاف نہیں ہے۔ بہر حال خواہ کچھ ہو، یہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں''۔

اللہ اللہ! ان یارانِ پیکرِ صدق و صفا میں باہمی یہ رِفق و مؤدت اور عزت و اکرام، اور ایک دوسرے کے ساتھ تعظیم و احترام کا یہ معاملہ۔ اور ان عقل سے بیگانوں اور نادان دوستوں کی حمایتِ علی رضی اللہ عنہ کا یہ عالم کہ اُن پر لعن طعن کو اپنا مذہب اور شعار بنائیں اور اُن سے کدورت و دشمنی کو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے محبت و عقیدت ٹھہرائیں!

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (اعتقاد الاحباب: ۷۰)

ماحیٔ رفض و تفضیل و نصب و خروج — حامیٔ دین و سنت پہ لاکھوں سلام
مومنین پیشِ فتح و پسِ فتح سب — اہلِ خیر و عدالت پہ لاکھوں سلام

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصال سے قبل یہ وصیت فرمائی تھی کہ انہیں اُس قمیص میں کفن دیا جائے جو آقا ومولیٰ ﷺ نے انہیں عطا فرمائی تھی۔ نیز رسول کریم ﷺ کے مقدس ناخنوں کے تراشے جو انکے پاس تھے، ان کی آنکھوں اور منہ پر رکھ کر انہیں ارحم الراحمین کے سپرد کر دیا جائے۔ (اُسدُ الغابہ)

آپ کی یہ وصیت دراصل یزید کے لیے ایک نصیحت تھی تاکہ وہ یہ سوچے کہ جب میرے والد رسول کریم ﷺ کے ناخنوں اور قمیص سے برکت حاصل کر رہے ہیں تو پھر ان کا نواسہ کس قدر بابرکت ہوگا اور مجھے اس کی کس قدر تعظیم کرنی چاہیے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنا جانشین بنانے کا جو ارادہ کیا اس کے پس منظر میں رسول اکرم ﷺ کے ان جلیل القدر صحابی کا خلوص اور نیک نیتی کارفرما تھی اور ان کے پیشِ نظر امت کا وسیع تر مفاد تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر میں نے خلافت کو یونہی چھوڑ دیا تو ہر علاقے میں کئی خلیفہ اٹھ کھڑے ہونگے اور خونریزی وانتشار کے باعث بہت نقصان ہوگا اور اگر خلافت بنو ہاشم کے حوالے کر جاؤں تو بنی امیہ جو عصبیت کے علاوہ اسوقت قوت واقتدار کے عروج پر ہیں، وہ نہیں مانیں گے اور خونریزی کریں گے۔

مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ لکھتے ہیں،

بنوامیہ اُسوقت اپنے علاوہ کسی کی خلافت پر راضی نہیں ہوتے کیونکہ وہ نہ صرف قریش بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ کا بہت طاقتور گروہ تھا۔ ان نازک حالات کے باعث امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولی عہدی کے لیے یزید کو ان حضرات پر ترجیح دی جو اس سے زیادہ خلافت کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے افضل کو چھوڑ کر مفضول کو اختیار کیا تاکہ مسلمانوں میں اتحاد واتفاق قائم رہے۔ (مقدمہ ابن خلدون: ۳۷۳)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ دنیاوی شرافت

واصالت کے علاوہ بادشاہوں کی اولاد میں فنونِ جنگ، حکومتی نظم ونسق سے آ گہی اور شاہانہ کروفر کے اعتبار سے صحابہ کی اولاد میں کوئی دوسرا نہیں ہے جو ملک کا نظام سنبھال سکے۔اس لیے آپ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا، میں (ولی عہد نہ بناؤں تو) ڈرتا ہوں کہ رعایا کو اپنے بعد ایسے چھوڑ کر جاؤں جیسے بارش میں بکریاں، جن کا کوئی چرواہا نہ ہو۔(البدایہ والنہایہ ج ۸:۸۶)

حقیقت یہی ہے کہ آپ کے خیال میں یزید میں وہ صلاحیتیں موجود تھیں جن کی بناء پر وہ حکومتی نظم ونسق چلانے کا اہل تھا اس لیے آپ نے اسے ولی عہد بنایا۔اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ لوگوں کے مجمع میں منبر پر یہ دعا نہ فرماتے کہ ''اے اللہ! اگر میں یزید کو اس کی لیاقت اور ہوشمندی کے باعث ولی عہد بنا رہا ہوں تو اس کام میں میری مدد فرما اور اگر میں محض باپ کی محبت کی وجہ سے ایسا کر رہا ہوں اور وہ خلافت کے قابل نہیں ہے تو اس کے تخت نشین ہونے سے پہلے اسے موت دیدے''۔(تاریخ الخلفاء:۳۰۲)

رجب ۶۰ ھ میں جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو انہوں نے یزید کو یہ تحریری وصیت فرمائی، ''حسین بن علی رضی اللہ عنہما سادہ مزاج ونرم دل آدمی ہیں۔عراق والے انہیں مدینہ سے نکال کر ہی چھوڑیں گے۔پس اگر وہ نکلیں اور تو ان پر غالب آ جائے تو ان سے درگذر کرنا کیونکہ وہ بہت بڑی صلہ رحمی کے مستحق ہیں۔ان کا ہم پر ایک عظیم حق ہے اور ان کی رسول ﷺ سے قرابت داری ہے''۔(تاریخ کامل ج ۴:۶)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو واضح الفاظ میں یزید کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے درگذر کرنے اور حسنِ سلوک کی وصیت فرمائی لیکن اُس بدبخت نے اقتدار کے نشہ میں مست ہو کر اپنے متقی والد رضی اللہ عنہ کی ہر نصیحت کو پسِ پشت ڈال دیا۔ہمیں یقین ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس کا فسق وفجور ظاہر نہ ہوا ہوگا ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ یزید کا فسق وفجور انکی حیات میں ظاہر ہونے کے باوجود انہوں نے اسے ولی عہد بنا دیا ہو۔

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ اس بارے میں لکھتے ہیں، وہ فسق وفجور جو یزید سے اس کی خلافت میں ظاہر ہوا، وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم میں نہ تھا (جب انہوں نے اسے ولی عہد بنایا)۔تم اس بدگمانی سے بچو کہ وہ اس کے فسق وفجور سے واقف تھے کیونکہ آپ کا مرتبہ ومقام اس سے بہت بلند ہے (کہ وہ یزید کے فسق وفجور سے آگاہ ہونے کے باوجود اسے ولی عہد بنادیں)۔(مقدمہ ابن خلدون:۳۷۵)

انہوں نے امت کو انتشار سے بچانا چاہااور یزید کو ولی عہد بنایا لیکن ان کا یہ فیصلہ اجتہادی خطا ثابت ہوااور یزید کی حکومت سے امت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا تاہم یزید کے فسق وفجور اور تمام کرتوتوں کا ذمہ دار وہ خود ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں کیونکہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَلاَ تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔"اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی"۔(بنی اسرائیل:۱۵، کنزالایمان)

شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ:

رجب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد یزید نے مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو لکھا کہ "حسین، ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے فوری طور پر بیعت لے لو اور جب تک وہ بیعت نہ کریں انہیں مت چھوڑو"۔(تاریخ کامل ج۴:۱۴)

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا اور مکہ تشریف لے گئے۔آپ کے نزدیک یزید مسلمانوں کی امامت وسیادت کے ہرگز لائق نہیں تھا بلکہ فاسق وفاجر ،شرابی اور ظالم تھا۔امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں نے متعدد خطوط لکھے اور کئی قاصد بھیجے کہ آپ کوفے آئیں، ہمارا کوئی امام نہیں ہے، ہم آپ سے بیعت کریں گے۔خطوط اور قاصدوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ مجھ پر انکی راہنمائی کے لیے اور انہیں فاسق وفاجر کی بیعت سے بچانے کے لیے جانا ضروری ہوگیا

ہے۔حالات سے آگہی کے لیے آپ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا جن کے ہاتھ پر بیشمار لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی لیکن جب ابن زیاد نے دھمکیاں دیں تو وہ اپنی بیعت سے پھر گئے اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔آپ کو انکی شہادت اور اہلِ کوفہ کی بیوفائی کی خبر اسوقت ملی جب آپ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تفصیلی واقعات جاننے کے لیے صدرُ الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ کی کتاب ''سوانح کربلا'' کا مطالعہ کیجیے۔

مختصر یہ ہے کہ حسینی قافلے میں بچے، خواتین اور مرد ملا کر بیاسی نفوس تھے جو کہ جنگ کے ارادے سے بھی نہیں آئے تھے۔انکے مقابلے کے لیے یزیدی فوج بائیس ہزار سوار و پیادہ مسلح افراد پر مشتمل تھی۔اسکے باوجود ظالموں نے اہلبیت اطہار پر دریائے فرات کا پانی بند کر دیا۔تین دن کے بھوکے پیاسے امام عالی مقام اپنے اٹھارہ (۱۸) اہلبیت اور دیگر چوّن (۵۴) جانثاروں کے ہمراہ دس محرم ۶۱ھ کو کربلا میں نہایت بیدردی سے شہید کر دیے گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ گیسوئے مبارک بکھرے ہوئے ہیں اور دست مبارک میں خون سے بھری ہوئی ایک بوتل ہے۔میں عرض گذار ہوا، میرے ماں باپ آپ پر قربان! یہ کیا ہے؟ فرمایا، یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔میں دن بھر اسے جمع کرتا رہا ہوں۔میں نے وہ وقت یاد رکھا بعد میں معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اسی وقت شہید کیے گئے تھے۔(مسند احمد، مشکوٰۃ)

حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ زار و قطار رو رہی تھیں۔میں نے عرض کی، آپ کیوں روتی ہیں؟ فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ سرِ اقدس اور داڑھی مبارک گرد

آلود ہے۔ میں عرض گزار ہوئی، یارسول اللہ ﷺ! آپ کو کیا ہوا؟ تو آپ نے فرمایا، میں ابھی ابھی حسین کی شہادت گاہ سے آ رہا ہوں۔ (ترمذی)

امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس جسم سے جدا کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ ابن زیاد ایک چھڑی آپ کے مبارک ہونٹوں پر مارنے لگا۔ صحابیِ رسول، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ ان سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ پکار اٹھے، ''ان لبوں سے چھڑی ہٹا لو۔ خدا کی قسم! میں نے بارہا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ ان مبارک لبوں کو چومتے تھے''۔ یہ فرما کر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ابن زیاد بولا، خدا کی قسم! اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو میں تجھے بھی قتل کروا دیتا۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی واقعہ مروی ہے جو ترمذی کے حوالے سے پہلے تحریر کیا جا چکا ہے۔

امامِ پاک اور یزید پلید:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یزید کا اس واقعہ سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں تھا، جو کچھ کیا وہ ابن زیاد نے کیا۔ چند تاریخی شواہد پیشِ خدمت ہیں جن سے اہلِ حق و انصاف خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان تمام واقعات سے یزید کا کس قدر تعلق ہے۔ عظیم مؤرخ علامہ طبری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں، یزید نے ابن زیاد کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ ''مسلم بن عقیل کو جہاں پاؤ قتل کر دو یا شہر سے نکال دو''۔ (تاریخ طبری ج ۴: ۱۷۶)

پھر جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ہانی کو شہید کر دیا گیا تو ابن زیاد نے ان دونوں کے سر کاٹ کر یزید کے پاس دمشق بھیجے۔ اس پر یزید نے ابن زیاد کو خط لکھ کر اس کا شکریہ ادا کیا۔ (تاریخ کامل ج ۶: ۳۶) یہ بھی لکھا، ''جو میں چاہتا تھا تو نے وہی کیا، تو نے عاقلانہ کام اور دلیرانہ حملہ کیا''۔ (تاریخ طبری ج ۴: ۱۷۳)

اب یہ بھی جان لیجیے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یزید کا پہلا ردِ عمل کیا تھا؟

علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں، ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس آپ کے قاتل کے ہاتھ یزید کے پاس بھیج دیا۔ اس نے وہ سرِ اقدس یزید کے سامنے رکھ دیا۔ اسوقت وہاں صحابیِ رسول، حضرت ابو برزۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ یزید ایک چھڑی امام حسین رضی اللہ عنہ کے مبارک لبوں پر مارنے لگا اور اس نے یہ شعر پڑھے،

''انہوں نے ایسے لوگوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیا جو ہمیں عزیز تھے لیکن وہ بہت نافرمان اور ظالم تھے''۔

حضرت ابو برزۃ رضی اللہ عنہ سے برداشت نہ ہو سکا اور انہوں نے فرمایا، ''اے یزید! اپنی چھڑی کو ہٹا لو۔ خدا کی قسم! میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ اس مبارک منہ کو چومتے تھے''۔ (تاریخ طبری ج ۴: ۱۸۱)

مشہور مؤرخین علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں اور علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے تاریخ کامل میں اس واقعہ کو تحریر کیا ہے۔ اس میں یہ زائد ہے کہ حضرت ابو برزۃ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا، ''بلا شبہ یہ قیامت کے دن آئیں گے تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان کے شفیع ہونگے اور اے یزید! جب تو آئے گا تو تیرا سفارشی ابن زیاد ہو گا''۔ پھر وہ کھڑے ہوئے اور محفل سے چلے گئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸: ۱۹۷)

اب آپ خود ہی فیصلہ کیجیے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر یزید کو کس قدر افسوس اور دکھ ہوا تھا۔ جو سنگدل نواسۂ رسول ﷺ کے سرِ اقدس کو اپنے سامنے رکھ کر متکبرانہ شعر پڑھتا ہے اور ان مبارک لبوں پر اپنی چھڑی مارتا ہے جو محبوبِ کبریا ﷺ اکثر چوما کرتے تھے، کیا وہ لعنت وملامت کا مستحق نہیں؟

اہلبیتِ نبوت سے اس کی عداوت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب اہلبیت نبوت کا یہ مصیبت زدہ قافلہ ابن زیاد نے یزید کے پاس بھیجا تو اس نے ملک شام کے امراء اور درباریوں کو جمع کیا پھر بھرے دربار میں خانوادۂ نبوت کی خواتین

اسکے سامنے پیش کی گئیں اور اس کے سب درباریوں نے یزید کو اس فتح پر مبارکباد دی۔ (طبری ج ۴: ۱۸۱، البدایہ والنہایہ ج ۸: ۱۹۷)

یزید کے خبثِ باطن اور عداوتِ اہلبیت کی ایک اور شرمناک مثال ملاحظہ کیجیے۔ اس عام دربار میں ایک شامی کھڑا ہوا اور اہلبیت میں سے سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا، یہ مجھے بخش دو۔ معصوم سیدہ یہ سن کر لرز گئی اور اس نے اپنی بڑی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے گرج کر کہا، تو جھوٹ بکتا ہے۔ یہ نہ تجھے مل سکتی ہے اور نہ اس یزید کو۔

یزید یہ سن کر طیش میں آ گیا اور بولا، تم جھوٹ بولتی ہو۔ خدا کی قسم! یہ میرے قبضے میں ہے اور! اگر میں اسے دینا چاہوں تو دے سکتا ہوں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے گرجدار آواز میں کہا، ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! تمہیں ایسا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے کوئی حق نہیں دیا۔ سوائے اسکے کہ تم اعلانیہ ہماری امت سے نکل جاؤ اور ہمارے دین کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرلو۔

یزید نے طیش میں آ کر کہا، تو ہمارا مقابلہ کرتی ہے، تیرا باپ اور تیرے بھائی دین سے خارج ہو گئے ہیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا، اللہ کے دین اور میرے باپ، میرے بھائی اور میرے نانا کے دین سے تو نے، تیرے باپ نے اور تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے۔ یزید نے کہا، تو نے جھوٹ بولا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا، تو زبردستی امیر المؤمنین ہے، تو ظالم ہو کر گالیاں دیتا ہے اور اپنے اقتدار سے غالب آتا ہے۔ یزید یہ سن کر چپ ہو گیا۔ اُس شامی نے پھر وہی سوال کیا تو یزید نے کہا، دور ہو جا، خدا تجھے موت دے۔ (تاریخ طبری ج ۴: ۱۸۱، البدایہ والنہایہ ج ۸: ۱۹۷)

بعض لوگ یزید کے افسوس و ندامت کا ذکر کر کے اسے بے قصور ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی ندامت کی حقیقت کے بارے میں علامہ ابن اثیر کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

وہ رقمطراز ہیں، ''جب امام عالی مقام کا سرِ اقدس یزید کے پاس پہنچا تو یزید کے دل میں ابن زیاد کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور جو اس نے کیا تھا اس پر یزید بڑا خوش ہوا۔ لیکن جب اسے یہ خبریں ملنے لگیں کہ اس وجہ سے لوگ اس سے نفرت کرنے لگے ہیں، اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اسے گالیاں دیتے ہیں تو پھر وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر نادم ہوا''۔ (تاریخ کامل ج ۴: ۸۷)

پھر اس نے کہا، ''ابن زیاد نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے مجھے مسلمانوں کی نگاہوں میں مبغوض بنا دیا ہے، انکے دلوں میں میری عداوت بھر دی ہے اور ہر نیک و بد شخص مجھ سے نفرت کرنے لگا ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے میں نے بڑا ظلم کیا ہے۔ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے اور اس پر غضب نازل کرے، اس نے مجھے برباد کر دیا''۔ (ایضاً)

یزید کی ندامت و پشیمانی کی وجہ آپ نے پڑھ لی ہے۔ اس ندامت کا عدل و انصاف سے ذرا سا بھی تعلق نہیں ورنہ ایک عام مسلمان بھی قتل کر دیا جائے تو قاتل سے قصاص لینا حاکم پر فرض ہوتا ہے۔ یہاں تو خاندانِ نبوت کے قتلِ عام کا معاملہ تھا۔ ابن زیاد، ابن سعد، شمر ملعون وغیرہ سے قصاص لینا تو درکنار کسی کو اس کے عہدے سے برطرف تک نہ کیا گیا اور نہ ہی کوئی تادیبی کاروائی ہوئی۔

یزید فاسق و فاجر تھا:

بعض جہلاء کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ پر لازم تھا کہ وہ یزید کی اطاعت کرتے۔ اس خیالِ بد کے رد میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

''یزید امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے امیر کیسے ہو سکتا تھا اور مسلمانوں پر اسکی اطاعت کیسے لازم ہو سکتی تھی جبکہ اُسوقت کے صحابہ کرام اور صحابہ کی جو اولاد موجود تھی، سب اس کی اطاعت سے بیزاری کا اعلان کر چکے تھے۔ مدینہ منورہ سے چند لوگ

اسکے پاس شام میں زبردستی پہنچائے گئے تھے۔ وہ یزید کے ناپسندیدہ اعمال دیکھ کر واپس مدینہ چلے آئے اور عارضی بیعت کو فسخ کر دیا۔ ان لوگوں نے برملا کہا کہ یزید خدا کا دشمن ہے، شراب نوش ہے، تارکُ الصلوٰۃ ہے، زانی ہے، فاسق ہے اور محارم سے صحبت کرنے سے بھی باز نہیں آتا"۔ (تکمیل الایمان: ۱۷۸)

یزید کے فسق و فجور کے متعلق اکابر صحابہ و تابعین کے اقوال تاریخ طبری، تاریخ کامل اور تاریخ الخلفاء میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہما کا ارشاد پیشِ خدمت ہے۔

آپ فرماتے ہیں، "خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اُس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جب ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ (اسکی بدکاریوں کی وجہ سے) ہم پر کہیں آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں کیونکہ یہ شخص ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیتا تھا، شراب پیتا تھا اور نماز چھوڑتا تھا"۔

(طبقات ابن سعد ج ۵:۶۶، ابن اثیر ج ۴:۴۱، تاریخ الخلفاء: ۳۰۶)

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزیدی لشکر کے سامنے جو خطبہ دیا اس میں بھی یزید کے خلاف نکلنے کی یہی وجہ ارشاد فرمائی، "خبردار! بیشک ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے اور رحمان کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے اور فتنہ و فساد برپا کر دیا ہے اور حدودِ شرعی کو معطل کر دیا ہے۔ یہ محاصل کو اپنے لیے خرچ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ باتوں کو حلال اور حلال کردہ کو حرام قرار دیتے ہیں"۔ (تاریخ ابن اثیر ج ۴:۲۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہمارے نزدیک یزید مبغوض ترین انسان تھا۔ اس بدبخت نے جو کارہائے بدسرانجام دیے وہ اس امت میں سے کسی نے نہیں کیے۔ شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہانتِ اہلبیت سے فارغ ہو کر اس بدبخت نے مدینہ منورہ پر لشکرکشی کی اور اس مقدس شہر کی بیحرمتی کے بعد اہلِ مدینہ کے خون سے ہاتھ

رنگے اور باقی ماندہ صحابہ وتابعین کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ کی تخریب کے بعد اس نے مکہ معظمہ کی تباہی کا حکم دیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذمہ دار ٹھہرا۔ اور انہی حالات میں وہ دنیا سے رخصت ہوگیا۔ (تکمیل الایمان: ۱۷۹)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں، "یزید پلید قطعاً یقیناً باجماعِ اہسنت، فاسق وفاجر وجری علی الکبائر تھا"۔ پھر اسکے کرتوت ومظالم لکھ کر فرماتے ہیں، "ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے، قرآن کریم میں صراحۃً اس پر لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فرمایا"۔ (عرفانِ شریعت)

"یزید پلید فاسق فاجر مرتکب کبائر تھا۔ معاذ اللہ اس سے اور ریحانۂ رسول ﷺ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت۔ آج کل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے معاملے میں کیا دخل ہے ہمارے وہ بھی شہزادے وہ بھی شہزادے۔ ایسا بکنے والا مردود، خارجی، ناصبی، مستحقِ جہنم ہے"۔ (بہارِ شریعت حصہ ا: ۷۸)

کیا یزید مستحقِ لعنت ہے؟

محدث ابن جوزی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے انکے بیٹے صالح رحمہ اللہ نے عرض کی، ایک قوم ہماری طرف یہ منسوب کرتی ہے کہ ہم یزید کے دوست اور حمایتی ہیں۔ فرمایا، اے بیٹا! جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ یزید کی دوستی کا دعویٰ کیسے کرسکتا ہے۔ بلکہ میں اس پر کیوں نہ اس پر لعنت بھیجوں جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں لعنت بھیجی ہے۔ میں نے عرض کی، رب تعالیٰ نے قرآن میں کس جگہ اس پر لعنت بھیجی ہے؟ فرمایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ ○ (محمد: ۲۲،۲۳)

"تو کیا تمہارے یہ لچھن (کرتوت) نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین

میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور اُنہیں حق (سننے) سے بہرا کر دیا اور اُن کی آنکھیں پھوڑ دیں (یعنی انہیں حق دیکھنے سے اندھا کر دیا)''۔ (کنز الایمان)

پھر فرمایا، **فهل یکون فساد اعظم من هذا القتل**۔ بتاؤ کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے بھی بڑا کوئی فساد ہے؟ (الصواعق المحرقۃ: ۳۳۳)

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''حق یہ ہے کہ یزید کا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی اور خوش ہونا، اور اہلبیتِ نبوت کی اہانت کرنا ان امور میں سے ہے جو تواترِ معنوی کے ساتھ ثابت ہیں اگر چہ انکی تفاصیل احاد ہیں۔ تو اب ہم توقف نہیں کرتے اسکی شان میں بلکہ اس کے ایمان میں۔ اللہ تعالیٰ اس (یزید) پر، اس کے دوستوں پر اور اسکے مددگاروں پر لعنت بھیجے''۔ (شرح عقائد نسفی: ۱۰۲)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر کر کے فرماتے ہیں، ''ابن زیاد، یزید اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل، تینوں پر اللہ کی لعنت ہو''۔

(تاریخ الخلفاء: ۳۰۴)

مشہور مفسر علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں، میرے نزدیک یزید جیسے معیّن شخص پر لعنت کرنا قطعاً جائز ہے اور اس جیسے فاسق کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ظاہر یہی ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی اور اسکی توبہ کا احتمال اسکے ایمان سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ یزید کے ساتھ ابن زیاد، ابن سعد او. اسکی جماعت کو بھی شامل کیا جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان سب پر، انکے ساتھیوں اور مددگاروں پر اور انکے گروہ پر اور جو بھی انکی طرف مائل ہو قیامت تک اور اسوقت تک کہ کوئی بھی آنکھ ابوعبداللہ حسین رضی اللہ عنہ پر آنسو بہائے''۔ (روح المعانی ج ۲۶: ۶۶)

پس ثابت ہو گیا کہ یزید پلید لعنت کا مستحق ہے۔ البتہ ہمارے نزدیک اس ملعون پر

لعنت بھیجنے میں وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ ذکرِ الٰہی میں اور نبی کریم ﷺ اور انکی آل پر درود و سلام پڑھنے میں مشغول رہا جائے۔

مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ پر حملہ:

جب ۶۳ ھ میں یزید کو یہ خبر ملی کہ اہلِ مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی ہے تو اس نے ایک عظیم لشکر مدینہ منورہ پر حملہ کے لیے روانہ کیا۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس لشکر کے سالار اور اسکے سیاہ کارناموں کے متعلق لکھتے ہیں،

''مسلم بن عقبہ جسے اسلاف مسرف بن عقبہ کہتے ہیں، خدا اس کو ذلیل ورسوا کرے، وہ بڑا جاہل اور اجڈ بوڑھا تھا۔ اس نے یزید کے حکم کے مطابق مدینہ طیبہ کو تین دن کے لیے مباح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ یزید کو کبھی جزائے خیر نہ دے، اس لشکر نے بہت سے بزرگوں اور قاریوں کو قتل کیا اور اموال لوٹ لیے''۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸: ۲۲۰)

مدینہ طیبہ کو مباح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں جس کو چاہو قتل کرو، جو مال چاہو لوٹ لو اور جسکی چاہو آبرو ریزی کرو (العیاذ باللہ)۔ یزیدی لشکر کے کرتوت پڑھ کر ہر مومن خوفِ خدا سے کانپ جاتا ہے اور سکتہ میں آجاتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو اس شخص نے حلال کر دیا جسے آج لوگ امیر المؤمنین بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں،

''یزیدی لشکر نے عورتوں کی عصمتیں پامال کیں اور کہتے ہیں کہ ان ایام میں ایک ہزار کنواری عورتیں حاملہ ہوئیں''۔ (البدایہ ج ۸: ۲۲۱)

تاریخ میں اس واقعہ کو واقعۂ حرہ کہا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''شک نہیں کہ یزید نے والیٔ ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین و خود کعبۂ معظمہ و روضۂ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان

کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجدِ نبوی بے اذان ونماز رہی، مکہ ومدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ وتابعین بے گناہ شہید کیے گئے۔ کعبۂ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں"۔ (عرفانِ شریعت)

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایامِ حرہ میں مسجدِ نبوی میں تین دن تک اذان واقامت نہ ہوئی۔ جب بھی نماز کا وقت آتا تو میں قبرِ انور سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا تھا۔ (دارمی، مشکوٰۃ، وفاء الوفاء)

بقول علامہ سیوطی رحمہ اللہ "جب مدینہ پر لشکر کشی ہوئی تو وہاں کا کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس لشکر سے پناہ میں رہا ہو۔ یزیدی لشکر کے ہاتھوں ہزاروں صحابہ شہید ہوئے، مدینہ منورہ کو خوب لوٹا گیا، ہزاروں کنواری لڑکیوں کی آبروریزی کی گئی"۔

مدینہ منورہ تباہ کرنے کے بعد یزید نے اپنا لشکر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ بھیج دیا۔ اس لشکر نے مکہ پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا اور ان پر منجنیق سے پتھر برسائے۔ ان پتھروں کی چنگاریوں سے کعبہ شریف کا پردہ جل گیا، کعبہ کی چھت اور اس دنبہ کا سینگ جو حضرت اسماعیل کے فدیہ میں جنت سے بھیجا گیا تھا اور وہ کعبہ کی چھت میں آویزاں تھا، سب کچھ جل گیا۔ یہ واقعہ صفر ۶۴ھ میں ہوا اور اس کے اگلے ماہ یزید مر گیا۔ جب یہ خبر مکہ پہنچی تو یزیدی لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ (تاریخ الخلفاء: ۳۰۷)

اب اہلِ مدینہ پر مظالم ڈھانے والوں کے انجام کے متعلق تین احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مدینے والوں کے ساتھ جو بھی مکر کرے گا وہ یوں پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ (بخاری)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے، جو اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا اللہ تعالیٰ اسے

اسطرح پگھلائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔(مسلم)

حضور ﷺ نے فرمایا، جو اہلِ مدینہ کو ظلم سے خوفزدہ کرے گا، اللہ اسکو خوفزدہ کریگا، اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن نہ اسکے فرض قبول ہونگے نہ نفل۔(جذب القلوب، وفاء الوفاء)

کیا یزید مغفور ہے؟

بعض یزیدی فکر کے علمبردار یزید کو جنتی ثابت کرنے کے لیے بخاری شریف کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا، اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَۃَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ " لَّھُم۔(بخاری کتاب الجہاد)

"میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر جنگ کرے گا، وہ مغفور یعنی بخشا ہوا ہے"۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قیصر کے شہر پر جس اسلامی لشکر نے سب سے پہلے حملہ کیا اس میں یزید ہرگز نہیں تھا۔ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

"اور اسی سال (یعنی ۴۹ ھ) میں اور کہا گیا ہے کہ ۵۰ ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بلادِ روم کی طرف بھیجا اور سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کا امیر بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس لشکر میں شریک ہونے کا حکم دیا لیکن یزید اس لشکر میں نہ گیا اور حیلے بہانے شروع کر دیے اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسکو بھیجنے سے رک گئے۔ اس جنگ میں لوگ بھوک پیاس اور سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ جب یزید کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے (خوش ہو کر) یہ اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

"مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر بخار اور تنگی و تکلیف کی بلاؤں کی وجہ سے مقام فرقدونہ میں کیا گزری۔ جبکہ میں دیر مرّان میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوں اور میرے پہلو میں اُمِ کلثوم موجود ہے"۔

اُمِ کلثوم یزید کی بیوی تھی۔ یزید کے یہ شعار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچے تو انہوں نے

قسم کھائی کہ اب میں یزید کو ضرور سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس سرزمینِ روم بھیجوں گا تا کہ یہ بھی اُن مصائب میں مبتلا ہو جو اُن لوگوں کو پہنچے ہیں۔

(تاریخ کامل ج ۳ ص ۴۵۸)

یہی واقعہ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں جلد ۳ صفحہ ۲۰ پر تحریر کیا ہے۔
مؤرخین کی اس گواہی سے چند باتیں ثابت ہوئیں۔

۱۔ حدیث پاک میں مغفرت کی بشارت پہلے لشکر کے لیے ہے اور پہلے لشکر میں یزید نہیں تھا اس لیے وہ اس بشارت کا مصداق ہرگز نہیں ہوا۔ نیز اس لشکر کا امیر یزید نہیں بلکہ سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔

۲۔ یزید کو جہاد سے کوئی رغبت نہ تھی اسی لیے حیلے بہانوں سے جہاد پر نہ گیا۔ یہی نہیں بلکہ اس کے دل میں مجاہدینِ اسلام کے لیے بھی ذرا سی ہمدردی نہ تھی اس لیے اس نے ان کی پریشانیوں کا مذاق اڑایا اور اپنے عیش کرنے پر فخر کیا۔

۳۔ یزید کے اشعار کے باعث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے دوسرے لشکر میں بطور سزا کے بھیجا۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ بغیر اخلاص کے کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ پس سزا کے طور پر جہاد پر بھیجا جانے والا کیونکر اجر کا مستحق ہو سکتا ہے؟

محدثین کرام فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد مَغْفُوْر" لَّهُمْ عام ہے لیکن کسی خاص دلیل کی وجہ سے اس عموم میں شامل کسی فرد کو خارج کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً حدیث پاک ہے، من قال لا اله الا الله فدخل الجنة۔ یعنی جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنتی ہو گیا۔ اگر کوئی شخص صرف زبان سے یہ کلمہ کہہ دے اور دل سے اس کا قائل نہ ہو تو کیا وہ جنتی ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ اگر بالفرض کوئی زبان و دل سے یہ کلمہ کہتا ہے مگر بعد میں مرتد یا بدمذہب ہو جاتا ہے تو وہ اس خاص دلیل کے باعث اس بشارت کے عموم سے خارج ہو جائے گا۔ بالفرضِ محال اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یزید اس پہلے لشکر میں جہاد

کی نیت سے شریک ہوا تھا تب بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم، اس پر خوشی، اہلبیت کی اہانت، مدینہ منورہ پر حملہ، مسلمانوں کا قتلِ عام، مکہ مکرمہ پر فوج کشی وغیرہ یزید کے ایسے سیاہ کرتوت ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اسے مغفرت کی بشارت سے خارج کر دینے کے لیے کافی ہے۔

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ اس حدیث کو یزید کے لیے بطور تعریف سمجھنے والوں کے جواب میں فرماتے ہیں، ''میں کہتا ہوں، یزید کے لیے اس حدیث میں تعریف کا کون سا پہلو ہے جبکہ اس کا حال (سیاہ کرتوتوں پر مبنی) خوب مشہور ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ حضور ﷺ نے اس لشکر کے حق میں مَغْفُوْر '' لَّهُم فرمایا ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں کہ وہ کسی دوسری دلیل سے اس سے خارج بھی نہ ہو سکے۔

اہلِ علم کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد مَغْفُوْر '' لَّهُم میں وہی لوگ داخل ہیں جو مغفرت کے مستحق ہیں۔ چنانچہ ان میں سے اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو وہ اس بشارت کے عموم میں داخل نہیں ہو گا۔ پس معلوم ہوا کہ مغفور وہی ہو گا جس میں مغفرت کی شرط پائی جائے گی''۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری)

ایسا ہی مضمون شارح بخاری امام قسطلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر کیا ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ یزید پلید ہرگز بخاری کی مذکورہ حدیث کا مصداق نہیں ہے۔

یزید کس حدیث کا مصداق ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کو مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن (یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہو گا) کا علم عطا فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔

''(اللہ) غیب کا جاننے والا (ہے) تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے

پسندیدہ رسولوں کے''۔(الجن:۲۶، ۲۷، کنزالایمان)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب جاننے والے آقا و مولیٰ ﷺ نے ایک دن ابتدائے تخلیق سے لے کر جنتیوں کے جنت میں جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کے تمام حالات وواقعات بیان فرمادیے۔ جس نے یادرکھا اس نے یادرکھا اور جس نے بھلادیا اس نے بھلادیا۔(صحیح بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے ابتدائے تخلیق سے لے کر قیامت تک ہونے والے تمام فتنوں اور واقعات کو بیان فرمادیا۔اور آپ نے یزیدی فتنہ کی خبر اس حدیث میں دی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی۔یہ سن کر مروان نے کہا، ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر میں چاہوں تو بتادوں کہ وہ فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں ہیں۔(صحیح بخاری)

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان لڑکوں کے نام اور شکلیں بھی جانتے تھے لیکن فتنہ وفساد کے خوف سے آپ نے انہیں ظاہر نہیں فرمایا۔اس سے مراد یزید بن معاویہ، ابن زیاد اور انکی مثل بنی اُمیہ کے دوسرے نوجوان ہیں۔اللہ ان کو ذلیل کرے۔

بیشک انہی کے ذریعے اہلبیت کا قتل، انہیں قید کرنا اور اکابر مہاجرین وانصار صحابہ کرام کا قتل وقوع پذیر ہوا ہے۔حجاج جو عبدالملک بن مروان کا امیرُ الامراء تھا اور سلیمان بن عبدالملک اور اسکی اولاد سے مسلمانوں کے جان ومال کی جو تباہی ہوئی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ)

ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے ہوئے بھی

دعا کیا کرتے، الٰہی! مجھے ساٹھ ہجری کے سال اور لڑکوں کی حکومت دیکھنے سے بچا۔
(فتح الباری شرح بخاری ج ۱۳: ۸)

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ ساٹھ ہجری میں یزید کی حکومت ہوگی اور اسکے قبیح حالات کو وہ صادق و مصدوق ﷺ کے بتانے سے جانتے تھے اس لیے انہوں نے اس سال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی۔ (الصواعق المحرقۃ)

محدث علی قاری رحمہ اللہ اس کے تحت لکھتے ہیں،
اس سے مراد جاہل لڑکوں کی حکومت ہے جیسے یزید بن معاویہ اور حکم بن مروان کی اولاد اور ان جیسے دوسرے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس حدیث میں اشارہ ہے کہ پہلا لڑکا ساٹھ ہجری میں ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا، یزید بن معاویہ ساٹھ ہجری میں خلیفہ بنا اور چونسٹھ ہجری میں مرگیا۔ (فتح الباری شرح بخاری ج ۱۳: ۸)

مسندِ ابو یعلیٰ میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میری امت عدل و انصاف پر قائم رہے گی یہانتک کہ بنی اُمیّہ میں یزید نامی ایک شخص ہوگا جو اس عدل میں رخنہ اندازی کرے گا۔ (تاریخ الخلفاء: ۳۰۵)

خلاصہ یہ ہے کہ ان احادیث کا مصداق یزید ہے جن میں امت کی ہلاکت کا باعث لڑکوں کو بتایا گیا ہے نیز ''امارۃ الصبیان'' سے مراد بھی یزید کی حکومت ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس کسی شخص نے یزید کو امیرُ المؤمنین کہہ دیا۔ آپ نے اس سے فرمایا، تو اُسے امیرُ المؤمنین کہتا ہے؟ پھر آپ نے حکم دیا کہ یزید کو امیرُ المؤمنین کہنے والے کو بیس کوڑے مارے جائیں۔ (تاریخ الخلفاء: ۳۰۵، الصواعق المحرقۃ: ۳۳۲)

☆☆☆☆

صحابہ واہلِ بیت کی باہم محبت:

بعض لوگ اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کی شان اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کی مخاصمت اور لڑائی تھی یونہی اس کے بالعکس بعض لوگ شانِ صحابہ اسی انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کے درمیان بیحد محبت تھی۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی فضیلت پر احادیث بیان کرتے ہیں۔

جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جاتا ہے کہ لوگوں میں سے رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا؟ تو آپ فرماتی ہیں، فاطمہ رضی اللہ عنہا۔
پھر پوچھا جاتا ہے کہ مردوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا؟ فرماتی ہیں، اُن کے شوہر یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ (ترمذی)

اسی طرح جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جاتا ہے کہ لوگوں میں سے رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا؟ تو آپ فرماتی ہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا۔
پھر پوچھا جاتا ہے کہ مردوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا؟ تو آپ فرماتی ہیں، اُن کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ (بخاری)

اگر خدانخواستہ انکے درمیان کوئی مخاصمت یا رنجش ہوتی تو وہ ایسی احادیث بیان نہ کرتے۔ ایسی کئی احادیث اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکی ہیں، مزید چند احادیث سپردِ قلم و قرطاس ہیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ و سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی باہم محبت:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کس قدر محبت تھی، اس کا اندازہ اس حدیث پاک سے کیجیے۔ قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت

ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا، آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا،"میں نے آقا و مولیٰ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ پلِ صراط پر سے صرف وہی گزر کر جنت میں جائے گا جس کو علی وہاں سے گزرنے کا پروانہ دیں گے"۔

اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے اور فرمایا،"اے ابو بکر! آپ کو بشارت ہو۔ میرے آقا و مولیٰ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ (اے علی!) پلِ صراط پر سے گزرنے کا پروانہ صرف اُسی کو دینا جس کے دل میں ابو بکر کی محبت ہو"۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۲: ۱۵۵ مطبوعہ مصر)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ایک دن مشرکین نے رسول کریم ﷺ کو اپنے نرغہ میں لے لیا۔ وہ آپ کو گھسیٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم وہی ہو جو کہتا ہے کہ ایک خدا ہے۔ خدا کی قسم! کسی کو ان مشرکین سے مقابلہ کی جرأت نہیں ہوئی سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے۔ وہ آگے بڑھے اور مشرکین کو مار مار کر اور دھکے دے دے کر ہٹاتے جاتے اور فرماتے جاتے، تم پر افسوس ہے کہ تم ایسے شخص کو ایذا پہنچا رہے ہو جو یہ کہتا ہے کہ"میرا رب صرف اللہ ہے"۔ یہ فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہوگئی۔ پھر فرمایا، اے لوگو! یہ بتاؤ کہ آلِ فرعون کا مومن اچھا تھا یا ابو بکر رضی اللہ عنہ اچھے تھے؟ لوگ یہ سن کر خاموش رہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا، لوگو! جواب کیوں نہیں دیتے۔ خدا کی قسم! ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک لمحہ آلِ فرعون کے مومن کی ہزار ساعتوں سے بہتر اور برتر ہے کیونکہ وہ لوگ اپنا ایمان ڈر کی وجہ سے چھپاتے تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کا اظہار علی الاعلان کیا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۰۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا اور وہ صرف ایک کپڑا اوڑھے بیٹھے تھے۔ اُن کی یہ حالت دیکھ کر بے ساختہ میری

زبان سے نکلا، کوئی صحیفہ والا اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب نہیں جتنا یہ کپڑا اوڑھنے والا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۲۲، ابن عساکر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کر کے کھڑے ہو گئے۔ حضور منتظر رہے کہ دیکھیں کون ان کے لیے جگہ بناتا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ اپنی جگہ سے اُٹھ گئے اور فرمایا، اے ابو الحسن! یہاں تشریف لے آیئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھ گئے۔ اس پر آقا و مولیٰ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا، ''اہلِ فضل کی فضیلت کو صاحبِ فضل ہی جانتا ہے''۔ اسی طرح سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بھی تعظیم کیا کرتے۔ (الصواعق المحرقۃ: ۲۶۹)

ایک روز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں منبر پر تشریف فرما تھے کہ اس دوران امام حسن رضی اللہ عنہ آ گئے جو کہ اسوقت بہت کم عمر تھے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کہنے لگے، میرے بابا جان کے منبر سے نیچے اتر آیئے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''تم سچ کہتے ہو۔ یہ تمہارے بابا جان ہی کا منبر ہے''۔ یہ فرما کر آپ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں اٹھا لیا اور اشکبار ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا، خدا کی قسم! میں نے اس سے کچھ نہیں کہا تھا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ سچ کہتے ہیں، میں آپ کے متعلق غلط گمان نہیں کرتا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۴۷، الصواعق: ۲۶۹)

ابن عبد البر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اکثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھا کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا، میں نے آقا و مولیٰ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی کے چہرے کی طرف

دیکھنا عبادت ہے۔(الصواعق المحرقۃ:۲۶۹)
ایک روز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ آگئے۔آپ نے انہیں دیکھ کر لوگوں سے فرمایا، جوکوئی رسول کریم ﷺ کے قریبی لوگوں میں سے عظیم المرتبت، قرابت کے لحاظ سے قریب تر، افضل اور عظیم ترحق کے حامل شخص کو دیکھ کرخوش ہونا چاہے وہ اس آنے والے کو دیکھ لے۔(الصواعق المحرقۃ:۲۷۰، دارقطنی)
سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب سے زیادہ بہادر ہونے سے متعلق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد پہلے تحریر ہوچکا، اگرانکے مابین کسی قسم کی رنجش ہوتی تو کیا یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کی فضیلت بیان فرماتے؟ یہ احادیث مبارکہ ان کی باہم محبت کی واضح مثالیں ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وسیدنا علی رضی اللہ عنہ کی باہم محبت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دورِ فاروقی میں مدائن کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں مالِ غنیمت جمع کر کے تقسیم کرنا شروع کیا۔امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہیں ایک ہزار درہم نذر کیے۔پھر امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہیں بھی ایک ہزار درہم پیش کیے۔پھر آپ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں پانچ سو درہم دیے۔انہوں نے عرض کی، اے امیر المؤمنین! جب میں عہدِ رسالت میں جہاد کیا کرتا تھا اس وقت حسن وحسین بچے تھے اور گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔جبکہ آپ نے اُنہیں ہزار ہزار اور مجھے پانچ سو درہم دیے ہیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تم عمر کے بیٹے ہو جبکہ انکے والد علی المرتضیٰ، والدہ فاطمۃ الزہرا، نانا رسول اللہ ﷺ، نانی خدیجۃ الکبریٰ، چچا جعفر طیار، پھوپھی اُم ہانی، ماموں ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ، خالہ رقیہ واُم کلثوم وزینب رسول کریم ﷺ کی بیٹیاں ہیں رضی اللہ عنہم۔اگر تمہیں ایسی فضیلت ملتی تو تم ہزار درہم کا مطالبہ کرتے۔یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے۔

جب اس واقعہ کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا، میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "عمر اہلِ جنت کے چراغ ہیں"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو آپ بعض صحابہ کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور دریافت کیا، اے علی! کیا تم نے سنا ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے مجھے اہلِ جنت کا چراغ فرمایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں! میں نے خود سنا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے علی! میری خواہش ہے کہ آپ یہ حدیث میرے لیے تحریر کر دیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث لکھی،

"یہ وہ بات ہے جس کے ضامن علی بن ابی طالب ہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اُن سے جبریل علیہ السلام نے، اُن سے اللہ تعالیٰ نے کہ:

اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ سِرَاجُ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

عمر بن خطاب اہلِ جنت کے چراغ ہیں"۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی یہ تحریر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لے لی اور وصیت فرمائی کہ جب میرا وصال ہو تو یہ تحریر میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ آپ کی شہادت کے بعد وہ تحریر آپ کے کفن میں رکھ دی گئی۔ (ازالۃ الخفاء، الریاض النضرۃ ج۱:۲۸۲)

اگر ان کے مابین کسی قسم کی مخاصمت ہوتی تو کیا یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کی فضیلت بیان فرماتے؟ یہ واقعہ ان کی باہم محبت کی بہت عمدہ دلیل ہے۔

دار قطنی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی بات پوچھی جس کا انہوں نے جواب دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے ابوالحسن! میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں ایسے لوگوں میں رہوں جن میں آپ نہ ہوں۔ (الصواعق المحرقۃ:۲۷۲)

سی طرح جب رسول کریم ﷺ نے فرمایا، "اے اللہ! جس کا میں دوست ہوں اس کے

علی بھی دوست ہیں۔ اے اللہ! اس سے دوستی رکھ جو ان سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو ان سے دشمنی رکھے"۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن سے ملے تو فرمایا، اے ابنِ ابوطالب! آپ کو مبارک ہو کہ آپ ہر صبح وشام ہر ایمان والے مرد وعورت کے دوست ہیں۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ)

دار قطنی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ دو بدو کسی جھگڑے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انکا فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ ان میں سے ایک بولا، یہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا، تیرا برا ہو۔ تجھے علم ہے کہ یہ کون ہیں؟ یہ تیرے اور ہر مومن کے آقا ہیں اور جس کے یہ آقا نہیں وہ مومن ہی نہیں۔ (الصواعق المحرقۃ: ۲:۷۲)

اس واقعہ سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کس قدر محبت تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ امورِ سلطنت کے وقت کسی سے نہیں ملتے تھے۔ آپکے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی اجازت طلب کی تو نہیں ملی۔ اس دوران امام حسن رضی اللہ عنہ بھی ملاقات کے لیے آ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی اجازت نہیں ملے گی۔ یہ سوچ کر واپس جانے لگے۔

کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع کر دی تو آپ نے فرمایا، انہیں میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آئے تو فرمایا، آپ نے آنے کی خبر کیوں نہ کی؟ امام حسن رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے سوچا، جب بیٹے کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہیں ملے گی۔

آپ نے فرمایا، وہ عمر کا بیٹا ہے اور آپ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں اس لیے آپ اجازت کے زیادہ حقدار ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کو جو عزت ملی ہے وہ اللہ کے بعد اسکے رسول ﷺ اور اہلبیت کے ذریعے ملی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آئندہ جب آپ آئیں تو

اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں۔(الصواعق المحرقۃ:۲۷۲)

ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں جس سے سیدنا عمر و علی رضی اللہ عنہما میں محبت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب شدید علیل ہو گئے تو آپ نے کھڑکی سے سر مبارک باہر نکال کر صحابہ سے فرمایا، اے لوگو! میں نے ایک شخص کو تم پر خلیفہ مقرر کیا ہے کیا تم اس کام سے راضی ہو؟

سب لوگوں نے متفق ہو کر کہا، اے خلیفۂ رسول ﷺ! ہم بالکل راضی ہیں۔اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کہا، وہ شخص اگر عمر رضی اللہ عنہ نہیں ہیں تو ہم راضی نہیں ہیں۔سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بیشک وہ عمر ہی ہیں۔(تاریخ الخلفاء:۱۵۰،ابن عساکر)

اسی طرح امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غسل دیکر کفن پہنایا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمانے لگے، ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، میرے نزدیک تم میں سے کوئی شخص مجھے اس (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سے زیادہ محبوب نہیں کہ میں اس جیسا اعمال نامہ لیکر بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں۔(تلخیص الشافی:۲۱۹،مطبوعہ ایران)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات میں کس قدر پیار و محبت تھی۔اور فاروقی تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ جب ایک حاسد شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ان کی خوبیاں بیان کیں پھر پوچھا، یہ باتیں تجھے بری لگیں؟ اس نے کہا، ہاں۔

آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و خوار کرے۔جا دفع ہو اور مجھے نقصان پہنچانے کی جو کوشش کر سکتا ہو کر لے۔(بخاری باب مناقبِ علی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ''قیامت کے دن میرے حسب و نسب کے سوا ہر سلسلۂ نسب منقطع ہو جائے گا''۔اسی بناء پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے انکی صاحبزادی سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگ لیا۔ اور ان سے آپ کے ایک فرزند زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی قابلِ غور ہے، آپ فرماتے ہیں کہ "جب تم صالحین کا ذکر کرو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کبھی فراموش نہ کرو"۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۵)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور عظمتِ شیخین:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما ایک دوسرے کی خوشی کو اپنی خوشی اور دوسرے کے غم کو اپنا غم سمجھتے تھے۔ شیعہ عالم ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون صفحہ ۱۶۸ پر لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ سے سیدہ فاطمہ کا رشتہ مانگنے کے لیے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے قائل کیا۔ اسی کتاب میں مرقوم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے لیے ضروری سامان خریدنے کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ذمہ داری سونپی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول کریم ﷺ کے گھریلو معاملات میں بھی خاص قرب حاصل تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے جسم اقدس کے پاس کھڑا تھا کہ ایک صاحب نے میرے پیچھے سے آکر میرے کندھے پر اپنی کہنی رکھی اور فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! بے شک مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں دوستوں (یعنی حضور اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کا ساتھ عطا کرے گا کیونکہ میں نے بار بار رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ 'میں تھا اور ابوبکر و عمر'، 'میں نے یہ کہا اور ابوبکر و عمر نے'، 'میں چلا اور ابوبکر و عمر'، 'میں داخل ہوا اور ابوبکر و عمر'، 'میں نکلا اور ابوبکر و عمر'۔ (رضی اللہ عنہما) میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ (بخاری کتاب المناقب، مسلم کتاب الفضائل الصحابہ)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ رسول کریم ﷺ سے خصوصی قرب و محبت کے باعث سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے دلی محبت رکھتے تھے۔

ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، میں نے خطبہ میں آپ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "اے اللہ! ہم کو ویسی ہی صلاحیت عطا فرما جیسی تو نے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کو عطا فرمائی تھی"۔ ازراہِ کرم آپ مجھے ان ہدایت یاب خلفائے راشدین کے نام بتادیں۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا،

وہ میرے دوست ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ ان میں سے ہر ایک ہدایت کا امام اور شیخ الاسلام تھا۔ رسول کریم ﷺ کے بعد وہ دونوں قریش کے مقتدیٰ تھے، جس شخص نے ان کی پیروی کی وہ اللہ تعالیٰ کی جماعت میں داخل ہوگیا۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۶۷)

یہی واقعہ شیعہ حضرات کی کتاب تلخیص الشافی جلد ۳ صفحہ ۲۱۸ پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ بات صحیح روایات سے ثابت اور تواتر سے نقل ہوتی چلی آئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں اپنے رفقاء کے سامنے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف و توصیف کے ساتھ ساتھ ان کی افضلیت کو برملا اور علانیہ بیان کرتے رہے ہیں۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اَسّی (۸۰) سے زیادہ حضرات سے صحیح سندوں کے ساتھ ثابت کیا ہے اور صحیح بخاری کے حوالے سے بھی بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نبی کریم ﷺ کے بعد سب لوگوں سے افضل ترین ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ۔ آپ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر آپ؟ تو آپ نے فرمایا، میں ایک عام مسلمان ہوں۔ (تکمیل الایمان: ۱۶۶)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہنے والوں کے لیے دُرّوں

کی سزا تجویز فرمائی ہے، شیعہ حضرات کی اسماء الرجال کی معتبر کتاب رجال کشی کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ سفیان ثوری، محمد بن سکندر رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہ فرما رہے تھے، اگر میرے پاس کوئی ایسا شخص آئے جو مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہو تو میں اس کو ضرور دُرّے لگاؤں گا جو کہ بہتان لگانے والے کی سزا ہے۔
(تکمیل الایمان: ۱۶۶، سنن دار قطنی، رجال کشی: ۳۳۸ مطبوعہ کربلا)

اسی کتاب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ موجود ہے کہ ''حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی محبت ایمان ہے اور ان کا بغض کفر ہے''۔ (رجال کشی: ۳۳۸)

پھر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں، محبتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہی تقاضا ہے کہ محبوب کی اطاعت کیجیے (یعنی سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو ساری امت سے افضل مانیے) اور اُس کے غضب اور اَسّی کوڑوں کے استحقاق سے بچیے۔ (اعتقاد الاحباب: ۵۶)

شیعہ حضرات یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ ''یہ ساری باتیں تقیہ کے طور پر کہی گئی تھیں۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرات شیخین کی تعریف محض جان کے خوف اور دشمنوں کے ڈر سے کیا کرتے تھے۔ اگر ایسا نہ کرتے تو ان کی جان کو خطرہ تھا مگر دلی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرات شیخین کے خلاف تھے''۔

شیعوں کے اس بیان میں قطعاً کوئی صداقت نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو شیرِ خدا تھے اور مرکزِ دائرۂ حق تھے، اتنے بزدل، مغلوب اور عاجز ہو گئے تھے کہ وہ حق بیان کرنے سے قاصر رہے اور ساری زندگی خوف و عجز میں گزار دی، پھر اسدُ اللہ الغالب کا لقب کیا معنی رکھتا ہے؟'' (تکمیل الایمان: ۱۶۷)

سیدنا علی المرتضیٰ حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے آپ کا یہ ارشاد بھی دل کے کانوں سے سن لیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سب سے بہتر ہیں۔ کسی مومن کے دل میں میری محبت اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا بغض کبھی یکجا نہیں ہو سکتے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۲۲، طبرانی فی الاوسط)

حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما اور ائمہ اہلبیت:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص میرے والد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بولا، مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ بتائیں۔ آپ نے فرمایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق؟ اس نے کہا، آپ اُنہیں صدیق کہتے ہیں؟

آپ نے فرمایا، تجھے تیری ماں روئے! رسول کریم ﷺ، مہاجرین و انصار صحابہ کرام نے ان کا نام صدیق رکھا ہے اور جو انہیں صدیق نہ کہے، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسکی بات کو سچا نہ کرے۔ یہاں سے چلا جا اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھ۔

دارقطنی رحمہ اللہ نے عبداللہ سے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے تلوار کو ملمع کروانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا، اس میں کوئی حرج کی بات نہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار کو ملمع کروایا ہوا تھا۔ میں نے کہا، آپ انہیں صدیق کہتے ہیں؟ فرمایا، ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں اور جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسکی بات کو سچا نہ کرے۔

اسی طرح امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی بیان ہوا ہے کہ جیسے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شفاعت کی امید رکھتا ہوں ویسے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی شفاعت کی امید رکھتا ہوں۔ انہوں نے مجھے دوبار جنا ہے۔ (الصواعق المحرقۃ: ۷۸، ۷۹)

دوبار جننے کا مفہوم یہ ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ اُمِ فروہ کے والد قاسم بن محمد بن ابوبکر اور انکی والدہ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا، جو شخص سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھلائی کے ساتھ نہ یاد کرے، میں اُس شخص سے بالکل بیزار اور الگ ہوں۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۷)

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس رافضی آئے اور کہا، آپ حضرات شیخین یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بیزاری اظہار کریں تو ہم آپ سے بیعت کرلیں گے۔ آپ نے انکار کردیا اور فرمایا، خارجیوں نے سب سے اظہارِ بیزاری کیا مگر سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق وہ کچھ نہ کہہ سکے۔ جبکہ تم لوگوں نے خوارج سے بھی اوپر چھلانگ لگا کر ان دونوں سے بیزاری کا اظہار کردیا۔ اب باقی کون رہا؟ خدا کی قسم! تم نے سب سے بیزاری کا اظہار کردیا ہے۔ (الصواعق المحرقۃ: ۷۹)

آپ نے یہ بھی فرمایا، میں نہیں جانتا کہ سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے کون بیزاری کا اظہار کرتا ہے؟ خدا کی قسم! سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے بیزاری کا اظہار کرنا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیزاری کا اظہار ہے خواہ کوئی پہلے کرے یا بعد میں کرے۔

دار قطنی رحمہ اللہ نے سالم بن ابی حفصہ سے بیان کیا جو کہ شیعہ ہے مگر ثقہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے امام ابو جعفر محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں دریافت کیا تو دونوں نے یہ جواب دیا، اے سالم! ان دونوں (یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھ اور ان کے دشمنوں سے اظہارِ بیزاری کر کیونکہ یہ دونوں امامِ ہدایت ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ: ۸۰)

اسی سے یہ روایت بھی ہے کہ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، وہ بیمار تھے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا "میں سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے دوستی اور محبت رکھتا ہوں۔ اے اللہ! اگر اس کے سوا میرے دل میں کوئی اور بات ہو تو مجھے قیامت میں رسول کریم ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو"۔ یہ آخری جملہ شیعہ راوی پر اتمامِ حجت کے لیے فرمایا کیونکہ وہ ایسے اقوال سن کر کہہ دیتے ہیں کہ انہوں نے تقیہ کیا تھا۔ (ایضاً)

جب امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ ایسی باتیں تقیہ کے طور پر کہتے ہیں اور آپ کے دل میں اسکے خلاف باتیں ہیں تو آپ نے فرمایا، خوف زندوں سے ہوا کرتا ہے، قبر والوں سے نہیں ہوتا۔ (تکمیل الایمان:۱۶۸)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپکی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا، خدا کی قسم! میں ان سے محبت رکھتا ہوں اور میرے علم کے مطابق تمام اہلبیت بھی ان دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ:۸۱)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

امام ابوجعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک گروہ دیکھا جو خلفائے ثلاثہ کو برا کہنے میں مصروف تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا، کیا تم اولین مہاجرین میں سے ہو جنکے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے؟

اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَ اَمْوَالِھِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِنَ اللّٰہِ وَرِضْوَاناً وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ O (الحشر:۸)

جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، اللہ کا فضل اور اسکی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے، وہی سچے ہیں"۔ (کنزالایمان)

انہوں نے کہا، نہیں! ہم وہ لوگ نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا، پھر کیا تم اس آیت کا مصداق ہو (جو انصار کی شان میں نازل ہوئی)؟

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّا اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O

"اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا، دوست رکھتے ہیں اُنہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے، اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اُس چیز کی

جو (مہاجرین کو اموالِ غنیمت) دیے گئے، اور اپنی جانوں پر ان (مہاجرین) کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو، اور جو نفس کے لالچ سے بچایا گیا، تو وہی کامیاب ہیں''۔ (الحشر:۹، کنزالایمان)

انہوں نے جواب دیا نہیں۔ امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے فرمایا، تم نے خود ان دو گروہوں مہاجرین وانصار میں سے نہ ہونے کا اعتراف کرلیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ (الصواعق المحرقۃ:۸۱)

وَالَّذِیْنَ جَاءُ وْا مِنْ م بَعْدِ ھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (الحشر:۱۰)

''اور وہ جو اُن (مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے رب ہمارے بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے''۔ (کنزالایمان)

کیونکہ ان آیات میں مومنوں کی تین ہی قسمیں بیان ہوئیں۔ مہاجرین، انصار اور انکے بعد والے جو انکے تابع ہوں اور انکی طرف دل میں کوئی کدورت نہ رکھیں اور انکے لیے دعائے مغفرت کریں۔ پس جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے کدورت اور بغض رکھے، رافضی ہو یا خارجی، وہ مسلمانوں کی ان تینوں قسموں سے خارج ہے۔

رب تعالیٰ حق کو سمجھنے کی اور حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے محبوب رسول ﷺ، اُنکے اہلبیت اور انکے اصحاب کی سچی محبت اور تعظیم نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلی الہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

مآخذ ومراجع

۱۔قرآن کریم — اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ

۲۔کنزالایمان(ترجمہ) — امام احمد رضا محدث بریلوی(۱۳۴۰ھ)

کتب تفاسیر

۳۔تنویر المقیاس — سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۶۸ھ)

۴۔جامع البیان — امام ابوجعفر ابن جریر الطبری (۳۱۰ھ)

۵۔معالم التنزیل — امام ابومحمد الحسین البغوی (۵۱۶ھ)

۶۔التفسیر الکبیر — امام فخر الدین محمد الرازی (۶۰۶ھ)

۷۔الجامع لاحکام القرآن — امام محمد مالکی القرطبی (۶۶۸ھ)

۸۔تفسیر خازن — امام علی بن محمد خازن (۷۲۵ھ)

۹۔تفسیر القرآن العظیم — امام عماد الدین ابن کثیر (۷۷۴ھ)

۱۰۔الدر المنثور — امام جلال الدین السیوطی (۹۱۱ھ)

۱۱۔روح البیان — علامہ اسماعیل حقی حنفی (۱۱۳۷ھ)

۱۲۔تفسیر مظہری — علامہ قاضی ثناء اللہ حنفی (۱۲۲۵ھ)

۱۳۔روح المعانی — علامہ سید محمود آلوسی (۱۲۷۰ھ)

۱۴۔خزائن العرفان — علامہ سید محمد نعیم الدین (۱۳۶۷ھ)

۱۵۔نور العرفان — مفتی احمد یار خان نعیمی (۱۳۹۱ھ)

۱۶۔تفسیر ضیاء القرآن — جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

۱۷۔تفسیر نجوم الفرقان — علامہ مفتی عبدالرزاق بھترالوی

کتب احادیث وشروح

۱۸۔مسند الامام الاعظم — امام ابوحنیفۃ نعمان بن ثابت (۱۵۰ھ)

۱۹۔مؤطا للامام مالک — امام مالک بن انس المدنی (۱۷۹ھ)

۲۰۔مصنف عبدالرزاق — امام عبدالرزاق بن ہمام (۲۱۱ھ)

۲۱۔مصنف ابن ابی شیبۃ — امام عبداللہ بن محمد الکوفی (۲۳۵ھ)

۲۲۔مسند الامام احمد — امام احمد بن حنبل الشیبانی (۲۴۱ھ)

۲۳۔سنن دارمی — امام ابومحمد عبداللہ دارمی (۲۵۵ھ)

۲۴۔الصحیح للبخاری — امام محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ)

۲۵۔الصحیح للمسلم — امام مسلم بن حجاج القشیری (۲۶۱ھ)

۲۶۔الجامع للترمذی — امام محمد بن عیسی الترمذی (۲۷۹ھ)

۲۷۔السنن لابی داؤد — امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث (۲۷۵ھ)

۲۸۔السنن لابن ماجۃ — امام محمد بن یزید بن ماجۃ (۲۷۳ھ)

۲۹۔مسند البزار — امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار (۲۹۲ھ)

۳۰۔السنن للنسائی — امام احمد بن شعیب النسائی (۳۰۳ھ)

۳۱۔مسند ابویعلیٰ — امام احمد بن علی التمیمی (۳۰۷ھ)

۳۲۔صحیح ابن حبان — امام محمد بن حبان التمیمی (۳۵۴ھ)

۳۳۔المعجم الکبیر — امام سلیمان بن احمد الطبرانی (۳۶۰ھ)

۳۴۔المعجم الاوسط — امام سلیمان بن احمد الطبرانی (۳۶۰ھ)

۳۵۔المعجم الصغیر — امام سلیمان بن احمد الطبرانی (۳۶۰ھ)

۳۶۔سنن الدارقطنی — امام علی بن عمر الدارقطنی (۳۸۵ھ)

۳۷۔المستدرک — امام محمد بن عبداللہ الحاکم (۴۰۵ھ)

۳۸۔دلائل النبوۃ — امام ابونعیم احمد بن عبداللہ (۴۳۰ھ)

۳۹۔السنن الکبری — امام احمد بن حسین البیہقی (۴۵۸ھ)

۴۰۔دلائل النبوۃ — امام احمد بن حسین البیہقی (۴۵۸ھ)

۴۱۔شعب الایمان — امام احمد بن حسین البیہقی (۴۵۸ھ)

۴۲۔مشکوٰۃ المصابیح — امام ولی الدین محمد بن عبداللہ (۷۴۲ھ)

۴۳۔مجمع الزوائد — امام نور الدین علی الہیثمی (۸۰۷ھ)

۴۴۔الجامع الصغیر — امام جلال الدین السیوطی (۹۱۱ھ)

۴۵۔خصائص الکبریٰ — امام جلال الدین السیوطی (۹۱۱ھ)

۴۶۔شرح صحیح مسلم امام یحیی بن شرف نووی (۶۷۶ ھ)
۴۷۔عمدۃ القاری امام بدرالدین عینی حنفی (۸۵۵ ھ)
۴۸۔فتح الباری امام احمد بن حجر عسقلانی (۸۵۲ ھ)
۴۹۔مرقاۃ شرح مشکوۃ علامہ علی بن سلطان القاری (۱۰۱۴ ھ)
۵۰۔اشعۃ اللمعات شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ ھ)
۵۱۔مرأۃ شرح مشکوۃ مفتی احمد یار خان نعیمی (۱۳۹۱ ھ)
۵۲۔نزھۃ القاری علامہ شریف الحق امجدی (۱۴۲۱ھ)

کتب سیرت وتاریخ ومتفرقہ

۵۳۔السیرۃ النبویۃ امام عبدالملک بن ہشام (۲۱۳ ھ)
۵۴۔الطبقات الکبری امام محمد بن سعد الزھری (۲۳۰ ھ)
۵۵۔فضائل الصحابۃ امام احمد بن شعیب النسائی (۳۰۳ھ)
۵۶۔تاریخ الامم والملوک علامہ ابوجعفر ابن جریر الطبری (۳۱۰ھ)
۵۷۔استیعاب حافظ ابوعمرو ابن عبدالبرمالکی (۴۶۳ ھ)
۵۸۔کتاب الشفاء امام قاضی عیاض مالکی (۵۴۴ ھ)
۵۹۔تاریخ دمشق الکبیر حافظ ابوالقاسم علی ابن عساکر (۵۷۱ ھ)
۶۰۔اسد الغابہ علامہ علی المعروف بابن الاثیر (۶۳۰ ھ)
۶۱۔الکامل فی التاریخ علامہ علی المعروف بابن الاثیر (۶۳۰ ھ)
۶۲۔الریاض النضرۃ علامہ ابوجعفر احمد الطبری (۶۹۴ ھ)
۶۳۔شفاء السقام علامہ علی تقی الدین سبکی (۷۴۶ ھ)
۶۴۔البدایہ والنہایہ امام عماد الدین ابن کثیر (۷۷۴ ھ)
۶۵۔شرح عقائد نسفی علامہ سعد الدین مسعود تفتازانی (۷۹۱ ھ)
۶۶۔تاریخ ابن خلدون علامہ عبدالرحمن ابن خلدون (۸۰۸ ھ)
۶۷۔الاصابہ امام احمد ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ ھ)
۶۸۔لسان المیزان امام احمد ابن حجرعسقلانی (۸۵۲ ھ)

۶۹۔المواہب اللدنیہ	علامہ احمد بن محمد قسطلانی (۹۱۱ ھ)
۷۰۔وفاء الوفاء	علامہ نور الدین علی سمہودی (۹۱۱ ھ)
۷۱۔تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ ھ)
۷۲۔الصواعق المحرقة	علامہ احمد بن حجر مکی (۹۷۴ ھ)
۷۳۔مدارج النبوت	شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ ھ)
۷۴۔جذب القلوب	شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ ھ)
۷۵۔تکمیل الایمان	شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ ھ)
۷۶۔ازالۃ الخفاء	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۹ ھ)
۷۷۔تحفہ اثنا عشریہ	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۲۲۹ھ)
۷۸۔عرفان شریعت	امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۳۴۰ھ)
۷۹۔اعتقاد الاحباب	امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۳۴۰ھ)
۸۰۔حدائقِ بخشش	امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۳۴۰ھ)
۸۱۔الشرف المؤبد	علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (۱۳۵۰ھ)
۸۲۔سوانح کربلا	علامہ سید محمد نعیم الدین (۱۳۶۷ ھ)
۸۳۔بہار شریعت	علامہ محمد امجد علی قادری (۱۳۶۷ھ)

کتب شیعہ

۸۴۔تفسیر قمی	ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی (۳۰۷ھ)
۸۵۔الاصول من الکافی	ابوجعفر محمد کلینی (۳۲۹ھ)
۸۶۔التبیان فی تفسیر القرآن	ابوجعفر محمد طوسی (۳۸۵ھ)
۸۷۔تلخیص الشافی	ابوجعفر محمد طوسی (۳۸۵ھ)
۸۸۔مجمع البیان	ابوعلی فضل بن حسن طبرسی (۵۴۸ ھ)
۸۹۔شرح نہج البلاغۃ	کمال الدین میثم البحرانی (۶۷۹ ھ)
۹۰۔رجال کشی	ابوعمرو محمد بن عمر (۴۱۵ھ)
۹۱۔جلاء العیون	ملا باقر مجلسی (۱۱۱۰ ھ)

از: استاذ زمن مولانا حسن رضا بریلوی علیہ الرحمۃ

یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہلبیت رضی اللہ عنہم

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہلبیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنان اہلبیت

کس زباں سے ہو بیان عز و شان اہلبیت
مدح گوئے مصطفیٰ ہے مدح خوان اہلبیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شان اہلبیت

مصطفیٰ عزت بڑھانے کے لئے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دودمان اہلبیت

ان کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شان اہلبیت

مصطفیٰ بائع خریدار اس کا اللہ اشتری
خوب چاندی کررہا ہے کاروان اہلبیت

رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہ حسن و عشق
کربلا میں ہورہا ہے امتحان اہلبیت

کس مزے کی لذتیں ہیں آب تیغ یار میں
خاک و خوں میں لوٹتے ہیں تشنگان اہلبیت

باغ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوب خدا
اے زہے قسمت تمہاری کشتگان اہلبیت

حوریں بے پردہ نکل آئی ہیں سر کھولے ہوئے
آج کیسا حشر ہے برپا میان اہلبیت

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جان عالم ہو فدا اے خاندان اہلبیت

سر شہیدان محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
اور اونچی کی خدا نے قدر و شان اہلبیت

دولت دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر
کربلا میں خوب ہی چمکی دوکان اہلبیت

اپنا سودا بیچ کر بازار سونا کرگئے
کونسی بستی بسائی تاجران اہلبیت

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنۃ اللہ علیکم دشمنان اہلبیت

پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گلستان اہلبیت

فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میان اہلبیت

کوئی کیوں پوچھے کسی کو کیا غرض اے بیکسی
آج کیسا ہے مریض نیم جان اہلبیت

بے ادب گستاخ فرقے کو سنادے اے حسن
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہلبیت

شاہراہ ہدایت
ترجمہ
کیمیائے سعادت
زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ ، لاہور
Email : zaviapublishers@yahoo.com